وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

دَرِ رسول ﷺ کی حاضری

قرآن وسنّت کی روشنی میں

تصنیف :
فضیلۃ الشیخ السیّد محمد علوی المالکی
استاذ الحدیث مکۃ المکرمہ

ترجمہ :
مولانا مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ
1 - فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور۔ فون 7594003

نام کتاب : ——— دربارِ رسول کی حاضری
تصنیف : ——— شیخ محمد علوی المالکی الحسنی
ترجمہ : ——— مولانا مفتی محمد خاں قادری
پروف ریڈنگ : ——— حافظ ذوالفقار دستگیری
ناشر : ——— مولانا الحاج لطیف احمد چشتی
خوشنویس : ——— سید قمر الحسن ضیغم قادری
طباعت بار دوم ——— مارچ ۱۹۹۵ء
طابع : ——— سہیل لطیف

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، لوہاری گیٹ ، لاہور۔
ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۔ گنج بخش روڈ ، لاہور۔
انجمن تعمیرِ ملت ۔ کاموکے۔
جامعہ رحمانیہ ۔ ۲۰۵ شادمان ۱ لاہور۔
چشتی ٹریڈرز ، غلہ منڈی ، کاموکے۔

انتساب

اپنے تمام اساتذہ کے نام جو نام و نمود سے بالاتر ہو کر دین کی خدمت میں مگن اور
دورِ زوال میں شمعِ دین کو فروزاں کئے ہیں!

محمد خان قادری
جامعہ رحمانیہ ۲۰۵ شادمان لاہور

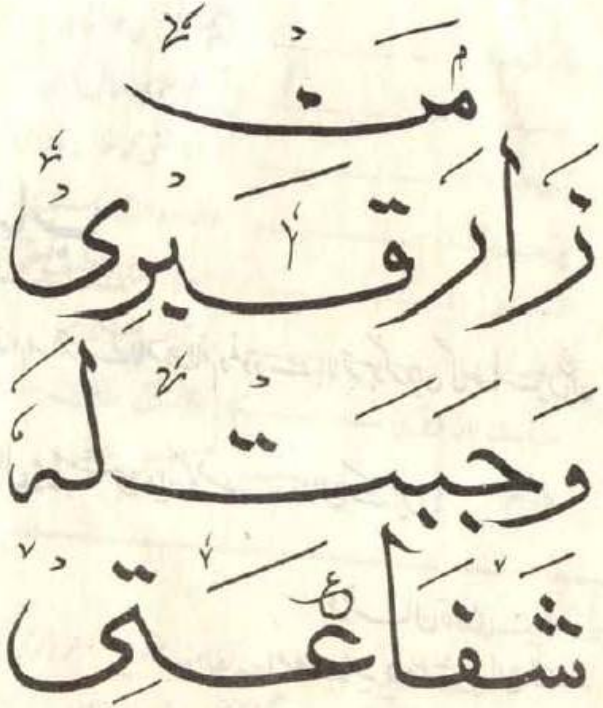
من
زار قبري
وجبت له
شفاعتي

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ
انتساب	۳
پیش لفظ	۹
تعارف ناشر	۱۶
تعارف مصنف	۲۱
باب۱: زیارتِ نبوی پر کتاب وسنت کے دلائل	۶۱
زیارتِ نبوی اور قرآن	"
آیت مذکورہ اور امام قرطبی	۶۵
امام ابن کثیر اور تفسیر آیت	۶۶
امام خازن اور تفسیر آیت	۶۷
مفتی مکۃ المکرمہ کی وضاحت	۶۷
باب۲: زیارتِ نبوی اور احادیث	۶۹
حدیث لاتشد الرحال کی تشریح	۷۱
تقدیر مستثنیٰ منہ کی تین صورتیں	۷۲
مستثنیٰ منہ کی حدیث میں تصریح	۷۳
امام سبکی کی تحقیق	۷۹

عنوان	صفحہ
احادیثِ زیارت اور مصنف کی تحقیق	۸۳
پہلے اعتراض کا جواب	۸۴
دوسرے اعتراض کا جواب	۸۷
تیسرے اعتراض کا جواب	۹۰
دوسری حدیثِ زیارت کی تحقیق	۹۲
باب۳ زیارتِ نبوی کے لیے جوازِ سفر	۹۷
آپ کی طرف سفر	۱۰۰
زیارتِ مسجد نبوی کے لیے سفر	۱۰۳
زیارتِ نبوی کے لیے سفر بلال اور مدینہ منورہ میں ان کی اذان	۱۰۴
باب۴ استطاعت کے باوجود ترکِ زیارت پر وعید	۱۰۷
باب۵ زیارتِ نبوی اور توحید خالص	۱۱۹
دو ضروری امور	۱۲۲
باب۶ زیارتِ نبوی کے لیے جوازِ سفر پر ائمہ محدثین وفقہاء کی تصریحات	۱۲۷

امام مالک اور زیارتِ نبوی ۱۲۹
قاضی عیاض اور زیارتِ نبوی ۱۳۲
حضرت عمر بن عبد العزیز کا بارگاہِ
نبوی میں سلام ۱۳۷
زیارتِ نبوی اور ائمہ مالکیہ ۱۳۸
زیارتِ نبوی اور شیخ ابن قیم ۱۴۳
امام ابن حجر مکی اور زیارتِ نبوی ۱۴۴
حافظ ذہبی اور زیارتِ نبوی ۱۴۸
امام کرمانی اور زیارتِ نبوی ۱۴۹
حافظ ابن حجر عسقلانی اور زیارتِ نبوی ۱۵۲
امام بدر الدین عینی اور زیارتِ نبوی ۱۵۴
زیارتِ نبوی اور ائمہ حنابلہ ۱۵۵
امام شوکانی اور زیارتِ نبوی ۱۵۹
ائمہ شوافع اور زیارتِ نبوی ۱۶۵
شیخ ابن تیمیہ اور زیارتِ نبوی ۱۶۷
شیخ عطیہ محمد سالم اور زیارتِ نبوی ۱۷۰
امام کمال الدین بن الھمام اور
زیارتِ نبوی ۱۷۲
شیخ حسن العدوی المالکی اور
زیارتِ نبوی ۱۷۵
شیخ عبد القادر جیلانی اور زیارتِ نبوی ۱۷۸
امام نووی کی زیارتِ نبوی پر تفصیلی گفتگو ۱۷۸
علماءِ ہند اور سفرِ زیارتِ نبوی ۱۸۰
باب ۷ قبرِ انور اور اسلاف امت کا سلام ۱۸۳
حضرت عمر بن عبد العزیز کا عمل ۱۸۵
حضرت جابر بن عبد اللہ کا عمل ۱۸۶
حضرت انس بن مالک کا عمل ۱۸۷
قاصد کے ذریعے سلام بھجوانا ۱۸۹
قبرِ انور سے اذان و سلام کی آواز ۱۹۰
مذکورہ واقعات اور ابن تیمیہ کی تائید ۱۹۱
باب ۸ لا تجعلوا قبری عیدًا کی تشریح ۱۹۳
لا تجعل قبری وثنًا یعبد کی تشریح ۱۹۹
باب ۹ وقتِ حاضری کھڑے ہونے کا ادب ۲۰۳
اور الفاظِ سلام
امام مالک کا فتویٰ ۲۰۶
حضرت ایوب السختیانی کا عمل ۲۰۸
حضرت عبد اللہ بن عمر کا عمل ۲۱۰
قبرِ انور کے پاس سے گزرنے کا ادب ۲۱۱
باب ۱۰: زیارتِ نبوی اور سلام ۲۱۵
حاضری کے وقت امام نووی کا سلام ۲۱۷
حاضری کے وقت امام غزالی کا سلام ۲۱۹
حاضری کے وقت امام مطری کا سلام ۲۲۴

شیخین کی خدمت میں امام مطری کا سلام	۲۲۴
شیخ الحضراوی کے الفاظ	۲۲۵
شیخ حبیب علی بن محمد الحبشی کا سلام	۲۲۸
شیخ القشاشی کا سلام	۲۳۰
وقتِ حاضری صلوٰۃ وسلام کا مقام	۲۳۱
مزارِ اقدس اور ملائکہ کی حاضری	〃
جوابِ سلام کا احساس	۲۳۲
باب ۱۱ حقیقت زیارتِ نبوی اور فوائد	
زیارتِ نبوی	۲۳۵
زیارت کا ایک عظیم فائدہ	۲۴۱
آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا پیش ہونا	۲۴۸
حاضر و غائب کا سلام	۲۴۸
باب ۱۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں	۲۵۱
پانچ امور	۲۶۰
باب ۱۳ زیارتِ نبوی اور دعا	۲۶۱
شیخ ابن تیمیہ کی رائے	۲۶۵
ان کے کلام مفہوم	۲۶۶
شیخ محمد بن عبدالوہاب کی رائے	۲۶۸
علماءِ ہند کا فتویٰ	۲۶۹
سیدہ عائشہ اور قبرِ انور سے توسّل	۲۷۱
رواۃ حدیث پر گفتگو	۲۷۲
قبرِ انور اور سیدہ کا موقف	۲۷۳
دورِ فاروقی میں قبرِ انور توسّل	۲۷۶
باب ۱۴: زیارتِ نبوی اور توسّل	۲۷۹
حدیثِ توسّل آدم علیہ السلام	۲۸۲
اس موضوع پر دیگر روایات	۲۸۳
حدیثِ توسّل آدم اور اہم فوائد	۲۸۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسّلِ یہود	۲۸۶
توسّل بالنبی قبل از وصال	۲۸۷
توسّل بالنبی بعد از وصال	۲۸۸
انبیاء وصالحین کے حق کا توسّل	۲۹۰
شہرِ نبی میں ختمِ قرآن کی برکات	۲۹۲
باب ۱۵ زیارتِ نبوی اور مناسکِ حج	۲۹۵
ابن حجر کا اہم نوٹ	۲۹۷
ائمہ حنابلہ کی تصریحات	۳۰۰
باب ۱۶: زیارتِ نبوی اور شفاعت	۳۰۳
اقسامِ شفاعت	۳۰۶
حدیثِ شفاعت کبریٰ	۳۱۰
میدانِ محشر میں آپ کا توسّل	۳۱۳

زائرین اور شفاعتِ مخصوصہ ۳۱۳

باب ۷: زیارت کے آداب ۳۱۵

زیارت اور استجارہ ۳۱۷

زیارت و مجاورت کے آداب ۳۲۳

حاضری کے چوبیس آداب "

بارگاہِ مصطفوی کی طرف پشت
نہ کرنا ۳۳۳

گنبدِ خضرا کا دیکھنا عبادت ہے ۳۳۷

باب ۸: زیارتِ نبوی ـ اور
کلامِ منظوم ۳۴۳

حجرہ نبوی پر کندہ قصیدہ ۳۴۵

قصیدہ وتریہ بغدادیہ ۳۴۷

قصیدہ حدادیہ ۳۴۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مئی ۹۱ء کی بات ہے کہ ہمارے کچھ احباب محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے گئے۔ مکہ شریف میں ان کی ملاقات وہاں کے مشہور عالمِ دین شیخ محمد علوی المالکی مدظلہٗ سے ہوئی۔ موصوف نے اپنی تازہ تصانیف ان دوستوں کو بطور تحفہ دیں۔ واپسی پر محترم عتیق الرحمٰن مجددی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بعض کتب مجھے دکھائیں۔ ان میں ایک کتاب " شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد " بھی تھی۔ میں نے یہ کتاب ان سے حاصل کر لی۔

مطالعہ کے بعد محسوس کیا کہ یہ اپنے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔ آج تک اس موضوع پر اس اچھوتے اور علمی انداز میں کسی نے گفتگو نہیں کی۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اس کا ترجمہ کر کے شائع کروں گا تاکہ ہر کوئی اس سے استفادہ کر سکے لیکن مصروفیات، اور یہ خیال کہ اگر ترجمہ کر بھی دوں تو شائع کیسے ہو سکے گا۔ وسائل نہیں۔ بڑے غور و خوض کے بعد ماہنامہ "ضیائے حرم" کے ایڈیٹر محترم رضاء الدین صدیقی کو لکھا کہ آپ اس کو اپنے ماہنامے میں بالاقساط شائع کریں تو میں ترجمہ کر دیتا ہوں انہوں نے یہ جواب تحریر کیا:۔

" آنجناب جس طرح ضیائے حرم کی مسلسل سرپرستی فرماتے ہیں وہ ہمارے لیے حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔ علامہ علوی کی کتاب کے ترجمہ کا سن کر از حد مسرت ہوئی۔ اشاعت کے سلسلہ میں آپ جس طرح پسند

فرمائیں۔ مسلسل اقساط شائع کر دی جائیں یا ہر مہینہ کوئی خاص بحث، چونکہ خاکسار نے کتاب نہیں دیکھی۔ اس لیے یہ آپ کی رائے پر ہی موقوف ہے فقیر کی ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر خاص مباحث شائع کئے جائیں تو بہتر ہے۔ اس لیے کہ ہماری گذارش پر دو احباب نے امام غزالی کی کتاب "ایھا الولد" اور عبدالقادر عودہ کی کتاب "الاسلام واوضاعنا السیاسیہ" کا ترجمہ کر دیا ہے۔ جنہیں "ضیائے حرم" میں شائع کرنے کا پروگرام ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ مکمل رسالہ بالاقساط ہو جائے کیونکہ مولانا شریف سیالوی کی "فاتحۃ الکتاب" پہلے ہی قسط میں آ رہی ہے۔"

محترم صدیقی صاحب کی بات نہایت معقول تھی لہٰذا میں نے اس معاملے کو مؤخر کر دیا دل میں آرزو تھی کہ جلد از جلد اس کتاب کا ترجمہ اردو خواں حضرات تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں مہربانی فرمائی کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ہوا یوں کہ محترم الحاج لطیف احمد چشتی مدظلہ آف کامونکے اس دفعہ حج پر گئے ہوئے تھے۔ ان کی ملاقات شیخ محمد علوی مدظلہ سے ہوئی تو انہوں نے یہی کتاب چشتی صاحب کو دی۔ چشتی صاحب نے اس کے عنوانات اور کچھ ابواب کے مطالعے سے محسوس کر لیا کہ یہ کتاب در رسول کی حاضری پر نہایت ہی اہم ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہاں ہی یہ ارادہ کر لیا کہ میں پاکستان میں اس کا ترجمہ کروا کے شائع کروں گا واپس آ کر انہوں نے تکمیل مقصد کے لیے مولانا علامہ محمد اشرف جلالی خطیب اعظم کامونکے سے مشورہ کیا تو انہوں نے میرے بارے میں مشورہ دیا وہ دونوں حضرات سات اگست ۱۹۹۱ء بروز بدھ بعد نماز عصر میرے پاس تشریف لائے دوران گفتگو چشتی صاحب نے کہا کہ مجھے شیخ محمد علوی نے ایک کتاب دی تھی۔ جو میں گھر سے لانا بھول گیا ہوں، اس کا ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ ابھی ان کی زبان پر کتاب کا نام نہیں آیا تھا۔ تو میں نے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس سے مراد

شفاء الفواد ہی ہے۔ میں نے کتاب کا نام لے کر کتاب بھی ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ آپ کو میرے آقا علیہ السلام نے بھیجا ہے کیونکہ آپ نہ آتے تو اس کی طباعت میں بہت تاخیر ہو جاتی اس کے بعد اللہ کی توفیق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ شفقت سے تقریباً ایک ماہ میں میں نے اس کا ترجمہ مکمل کر لیا۔ جب اس کی کتابت کے لئے کاتب کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا اللہ کی شان میں آج ہی فارغ ہوا ہوں مجھے ان تمام باتوں سے احساس ہوا کہ شیخ محمد علوی مدظلہ کی یہ کتاب بارگاہِ مصطفوی میں مقبول ہے۔

کچھ کتاب کے بارے میں!

اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے : "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ" اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں آجائیں"۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "من زار قبری وجبت له شفاعتی" جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت و لازم ہو گئی۔

"من زار" نے سمجھایا یہ راز زمانے کو
بٹتی ہے شفاعت کی خیرات مدینے میں

ہر مسلمان کی یہ اولین خواہش ہوتی ہے کہ اسے درِ رسول کی حاضری نصیب ہو کیونکہ اس سے بڑھ کر امتی کے لیے کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ وہ آقا علیہ السلام کے حضور حاضر ہو۔ اہلِ محبت ساری زندگی اسی تڑپ میں گذار دیتے ہیں۔

انہیں اگر حاضری کے ساتھ ساتھ حج کی دولت نصیب ہو جائے تو وہ یہ کہتے ہیں :

اس کی طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

تمام مسلمان سفرِ حج میں آپ کے درِ اقدس پر حاضری دیتے ہیں۔ کچھ اہلِ محبت ایسے بھی گزرے جو گھر سے سفرِ حج کے ارادے سے نکلے تو اس سفر میں انہوں نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضری صرف اس لیے نہ دی کہ گھر سے حاضری کی نیت نہ تھی اور تبعاً حاضری خلافِ ادب ہے۔ لہٰذا گھر واپس آکر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے سفر کیا۔ ان اہلِ محبت میں سے ایک عاشقِ رسول مولانا عبدالرحمان جامی ہیں۔

امام شامی نے ان کے اس عمل کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

العارف ملاجامی انہ افرد الزیارۃ عن الحج حتی لا یکون لہ مقصد غیرھا فی سفرہ [1]

عارف کامل مولانا جامیؒ نے آپ کی زیارت کے لیے جو سفر کیا اس میں حج کو بھی نیت سے خارج کر دیا تاکہ زیارت کے علاوہ اور کوئی مقصود نہ رہے۔

اسی ادب کے پیشِ نظر امام ابن ھمامؒ نے یہ فتویٰ دیا کہ بہتر یہی ہے کہ سفرِ طیبہ میں صرف آپ کی خدمت میں حاضری کی نیت کی جائے مسجدِ نبوی کی بھی نہ کی جائے ہاں جب وہاں پہنچ جائے تو پھر مسجد کی زیارت بھی کر لے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ دوسری دفعہ سفر نصیب فرمائے تو پھر مسجدِ نبوی کی نیت کر لی جائے ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

الاولیٰ فیما یقع عند العبد	عبدِ ضعیف کے نزدیک صرف اور
الضعیف تجرید النیۃ لزیارۃ	صرف آپ کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت
قبرہ علیہ الصلاۃ والسلام	کی جائے جب وہاں جائے گا تو مسجد

---

[1] فتاویٰ شامی ۲: ۲۵۷ مطبوعہ بیروت

ثم یحصل له اذا قدم زیارة	کی زیارت از خود حاصل ہو جائے گی
المسجد او یستمنح فضل الله	یا اللہ تعالیٰ دوبارہ یہ سعادت عطا فرمائے
تعالیٰ فی مرة اخری ینویها فیها	تو اس وقت مسجد کی نیت بھی کر لیجائے۔
لان فی ذلك زیادة تعظیمة صلی الله	یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس میں
علیه وسلم واجلاله ویوافقه	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، ادب
ظاهر ما ذکرناه من قوله صلی الله	اور توقیر ہے اور اس کی تائید اس ارشاد
علیه وسلم من جاءنی زائرًا لا تعمله	گرامی سے بھی ہوتی ہے کہ جو شخص
حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان	میری زیارت کے لیے آیا اور زیارت
اشفیعًا له یوم القیامة [1]	کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہ تھا

تو مجھ پر لازم ہے کہ میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں۔

بعض بدنصیب ایسے بھی ہیں جو اس سفر کو پسند نہیں کرتے بلکہ سفرِ معصیت قرار دیتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ اس لیے ہر دور میں علماء امت نے اپنا فریضہ تصور کرتے ہوئے اس موضوع پر کام کر کے مستقل کتب تصنیف کیں۔ ہماری نظر سے یہ کتب گزری ہیں:

۱۔ الشفاء السقام فی زیارة خیر الانام ـــــ امام تقی الدین السبکیؒ

۲۔ الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم ـــــ امام ابن حجر مکی الشافعیؒ

۳۔ احسن المقال فی حدیث لا تشد الرحال ـــــ مفتی صدر الدین دہلویؒ

۴۔ الذخائر القدسیة فی زیارة خیر البریة ـــــ شیخ عبد الحمید بن محمد علی قدس بن الخطیب

اس کے علاوہ جو کتاب بھی حج کے موضوع پر لکھی گئی اس میں زیارت نبوی کا باب

---

[1] فتح القدیر۔ باب الزیارة

بھی قائم کیا گیا ہے اس طرح اس موضوع پر سینکڑوں کتب موجود ہیں۔
ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ اس دور میں ضرورت تھی کہ کوئی شخصیت اس موضوع پر علمی اور وقیع انداز میں کتاب لکھے۔
جس میں اس سفر مبارکہ پر اٹھائے گئے تمام سوالات کا قلع قمع کیا جائے۔ اس ضرورت کو نہایت احسن انداز میں پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد بن علوی مالکی مکی نے پورا کرتے ہوئے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام " شفاء الفؤاد بزیارۃ خیر العباد " (خیر العباد کی زیارت سے بیمار دلوں کا شفا پانا) رکھا۔ اس میں کتاب وسنت کے دلائل کے علاوہ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے تمام ائمہ کی اس موضوع پر تصریحات جمع کی ہیں۔ ان ائمہ کی جن عبارات سے غلط فہمی پیدا کی جاسکتی تھی ان کا صحیح معنی و مفہوم متعین کر دیا تاکہ ان کے ذریعے کسی مسلمان کو گمراہ نہ کیا جاسکے۔ سب سے نمایاں اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے شیخ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتب سے بڑی محنت شاقہ کے بعد زیارتِ نبوی پر تصریحات تلاش کر کے نقل کی ہیں۔
جوازِ زیارت وسفر کے علاوہ آدابِ زیارت، زیارت وشفاعت، زیارت و وسیلہ جیسے اہم موضوعات پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ دیگر تصانیف کی طرح اس کتاب میں بھی مصنف نے اپنے علمی انداز کو قائم رکھا ہے۔ کسی جگہ بھی جذبات سے مغلوب نہیں ہوئے۔
اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کو دینِ متین کی مزید خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ ہم نے اس قیمتی کتاب کا ترجمہ " بارگاہِ نبوی کی حاضری " کے نام سے کیا ہے۔
کسی زبان کو دوسری زبان میں منتقل کر کے اس کے مضامین میں نظم قائم رکھنا کتنا دشوار ہے اسے اس راہ کا مسافر ہی جان سکتا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جہاں کوئی غلطی محسوس کریں اس کی نشاندہی کریں۔ اور اگر اسے بہتر پائیں تو یہ دعا دیتے رہیں

کہ اس در کی حاضری ہر مسلمان کو نصیب ہوتی رہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہم نے اس کتاب میں وہ تین صفحات جن میں "مراتب زائرین اہلِ معرفت کی نظر میں" پر گفتگو کی گئی تھی، انہیں ترک کر دیا ہے کیونکہ وہ صرف اہلِ نظر کے لیے ہی ہیں اور دوسرے آخری باب " زیارت اور اشعار" میں سے ان مبارک تین قصائد کا ترجمہ کیا ہے جو روضۂ پاک اور مسجد نبوی میں کندہ ہیں۔ اور باقی قصائد کو شامل نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے الحاج لطیف احمد چشتی مدظلہٗ کو جزا عطا فرمائے جنہوں نے اس کی طباعت کی تمام ذمہ داری قبول فرمائی۔

محترم رانا جاوید مجید القادری اور حافظ ذوالفقار دستگیری شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تمام مسودے پر نظر ثانی فرمائی۔

آخر میں محسن و محترم الحاج عبدالرشید فاروقی اور عزیز محترم الحاج سہیل اقبال صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ترجمہ کے لیے ساز گار ماحول اور ضروری کتب فراہم کیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سید عابد حسین شاہ چھمبی چکوال کو جنہوں نے تعارف مصنف کے بارے میں قابلِ قدر تعاون کیا۔

سگ کوئے مدینہ

محمد خان قادری

تعارفِ ناشر

الحاج لطیف احمد چشتی

سربراہ انجمن تعمیرِ ملت کاموکے

غلام شبیر قادری شرقپوری

آپ کی ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء بروز جمعۃ المبارک بمقام کاکڑا افغاناں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہوئی۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم اپنے دادا شیخ باوا محمد مستقیم چشتیؒ سے حاصل کی۔ باوا صاحبؒ خواجہ فخر جہاں دہلوی کے خلیفہ شاہ نیاز احمد چشتیؒ کے مرید خاص تھے۔ باوا صاحبؒ آپ کے استاذ ہی نہیں بلکہ روحانی شیخ بھی ہیں۔ کیونکہ چشتی صاحب انہیں کے بیعت ہیں۔

تحریک پاکستان میں حصہ

جب بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے لیے تحریک شروع کی تو چشتی صاحب اس وقت جوان تھے، فی الفور مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ بہتر صلاحیت اور خدمات کے پیش نظر آپ کو امرتسر کی ضلعی مسلم لیگ کا جوائنٹ سیکرٹری اور ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں ہی آپ کی ملاقات مولانا عبدالستار خاں نیازی سے ہوئی جو اس وقت بحیثیت طالب علم رہنما تحریک پاکستان میں حصہ لے رہے تھے۔ ان تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کو دو دفعہ جیل جانا پڑا۔ ایک دفعہ امرتسر کی جیل میں پندرہ

دن تک سخت اذیت میں رہے خود بیان کرتے ہیں :

"مجھے تنگ کمرے میں ایک بدمعاش پہلوان کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ مجھ اتنا تھا کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا دشوار ، پانی نہیں کہ غسل کیا جائے۔ لہٰذا میں بیٹھ کر اور چادر لپیٹ کر نماز ادا کرتا۔ میں نے پندرہ دن کے بعد سورج دیکھا۔ یہ میری زندگی کے اذیت ناک اور دشوار ترین دن تھے۔"

دوسری دفعہ آپ کو گرداسپور جیل میں لے جایا گیا وہاں تحریک پاکستان کے یہ کارکن بھی تھے۔ میاں محمود علی قصوری۔ ملک شوکت علی۔ ڈاکٹر ایم ملک، ملک غلام نبی۔

وفد کی سربراہی

جمعیت العلماء پاکستان اس وقت سیاسی سطح پر مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھی۔ ان دنوں اس کے سربراہ مولانا ابوالحسنات قادریؒ تھے۔ مسلمانانِ کشمیر کی خدمت کے لیے جمعیت نے ایک وفد تشکیل دیا جو ساز و سامان لے کر آزاد کشمیر گیا۔ اس وفد کے سربراہ الحاج لطیف احمد چشتی تھے۔ آپ نے اس وفد کی آمد و رفت کی روئیداد یوں بیان کی :

"ہمیں مولانا ابوالحسنات قادریؒ اور حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ نے سامان دے کر دسمبر ۱۹۴۸ء کو کشمیر روانہ کیا۔ ہم نے وہ سامان تراڑکھیل کے مقام پر جنرل طارق کے سپرد کیا۔ واپسی پر گوجرانوالہ پہنچے۔ اخبار دیکھا تو پتہ چلا کہ رات کو جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس پر مجھے سخت افسوس ہوا۔ مذکورہ دونوں راہنماؤں نے اس موقعہ پر جو تحریر دی تھی وہ میرے پاس محفوظ ہے۔"

۱۹۵۶ء میں آپ کو جمعیت العلماء پاکستان پنجاب کا خازن مقرر کیا گیا۔ جب

مسلم لیگ کی اصلاح کے لیے مولانا عبدالستار نیازی، پیر مانکی اور ارباب عبدالغفور نے تحریک شروع کی تو آپ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

بزرگوں کی صحبت

گھر میں مذہبی ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی ذہن بزرگوں کی طرف مائل تھا۔ لہٰذا اس دور کے تمام چیدہ چیدہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے کا موقعہ بھی انہیں میسر آیا۔ بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا ضیاء الدین مدنی قادری۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی۔ حضرت محدث کچھوچھوی، پیر سید ولایت شاہ۔ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی۔ قاری احمد حسن۔ ابوالبرکات سید احمد قادری، علامہ ابوالحسنات قادری۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی۔ مولانا نذیر احمد میرٹھی۔ مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی۔ قاری عبدالباسط عبدالصمد مصری۔ مولانا بدر عالم میرٹھی۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تحریک ختم نبوت میں شرکت

۱۹۵۳ء میں جب مولانا ابوالحسنات قادری کی زیر قیادت تحریک ختم نبوت شروع کی گئی تو آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ کامونکے شہر میں آپ کا گھر ہی اس تحریک کا مرکز بنا۔ اس کی پاداش میں متعدد دفعہ جیل جانا پڑا۔ آپ کے گھر کا تمام سامان پولیس اٹھا کر لے گئی۔ جھوٹے مقدمات میں ملوث کر دیا گیا۔ ایک سال تک جیل کاٹی مگر اس مرد درویش کے پائے استقلال میں ہرگز لغزش نہ آئی۔

۱۹۶۴ء میں جمعیت العلماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو آپ

نے اس کے ساتھ تعاون کرنا شروع کیا۔ آج تک اسی جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس میں ضلع گوجرانوالہ کے سیکرٹری، پنجاب کے نائب صدر اور صدر کے منصب پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ جمعیت کے مرکزی اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی عاملہ کے رکن ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کے ٹکٹ پر صوبائی انتخاب بھی لڑا۔

انجمن تعمیرِ ملّت

ملکی و قومی سطح پر خدمات کے علاوہ کامونکے شہر میں آپ کی سرپرستی میں انجمن تعمیرِ ملّت قائم ہے، جس کے تحت وہاں آئے دن مختلف خدمتِ خلق کے کام ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ سات مساجد کی تعمیر۔

۲۔ دینی لائبریری کا قیام۔

۳۔ مدرسہ الاسلامیہ کا قیام جس میں تقریباً ڈیڑھ صد کے قریب طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۴۔ خیراتی ہسپتال کا قیام۔

۵۔ سول ہسپتال کے قیام کے لیے زمین کا عطیہ۔

۶۔ ہسپتال برائے مویشیاں کے لیے زمین کا عطیہ۔

۷۔ ہائی سکول کامونکے کے لیے نو عدد کمرہ جات کی تعمیر۔

ان ہی خدمات کی وجہ سے آپ کامونکے کی معروف اور مقبول ترین شخصیت ہیں۔

آپ گیارہ سال تک میونسپل کمیٹی کامونکی کے ممبر رہے۔

دربارِ رسالت میں حاضری

اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ بھی کرم نوازی فرمائی ہے کہ آپ کو بیس دفعہ حج بیت اللہ اور بارگاہ نبوی میں حاضری نصیب ہو چکی ہے۔ تین دفعہ سیدنا بلالؓ اور سیدنا علیؓ اور سیدنا غوث الاعظمؓ کی خدمت میں حاضری دے چکے ہیں۔ تقریباً دس سے زائد ممالک کا سفر کیا ہے۔ ان میں ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران، عراق، اردن، سعودی عرب، بحرین، شام اور مصر شامل ہیں۔ مصر میں جامعۃ الازہر بھی گئے۔ مدینہ طیبہ میں مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کی صحبتیں متعدد دفعہ میسّر آئیں۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ ان میں سے امجد علی چشتی انجمن طلبہ اسلام کے دو سال تک مرکزی صدر رہ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ اسلام اور پاکستان کی مزید خدمت کر سکیں۔

مرکزی دفتر جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور

تعارفِ مصنّف

عالمِ عرب کے عظیم مصلح اور مفکر

فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ

آپ کا اسمِ گرامی محمد، والد کا علویؒ اور دادا کا نام عباسؒ ہے۔ آپ کا تعلق خاندانِ سادات سے ہے۔ سلسلۂ نسب ستائیس واسطوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مسلکاً مالکی اور مشرباً قادری ہیں۔ کیونکہ آپ کے دادا اور والدِ گرامی دونوں، شہزادۂ اعلیٰحضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاںؒ کے خلفاء تھے۔[1] اور خود آپ خلیفۂ اعلیٰحضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کے خلیفہ ہیں۔

شیخ عباس مالکیؒ

آپ کے دادا شیخ عباس مالکیؒ اپنے دور کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ اسی وجہ سے حجاز کی سرزمین پر ہاشمی اور سعودی دونوں ادوار میں آپ حکومت کے شعبہ تعلیم و قضا کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ شیخ محمد علی مغربی، اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشرۃ للھجرۃ (چودھویں صدی میں سرزمینِ حجاز کی نامور شخصیات) میں شیخ علویؒ کا تعارف کرواتے ہوئے انکے والد گرامی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سید عباس مالکیؒ مکہ مکرمہ کی بڑی علمی شخصیت تھے۔ ہاشمی اور سعودی دونوں عہدوں میں حکومت کے شعبہ تعلیم و قضا کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔

---

[1] ماہنامہ اعلیٰحضرت، نومبر ۹۰: ۷۹

ایک طرف شریفِ مکہ شریف حسین بن علی نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر حبشہ بھیجا جہاں آپ نے دیگر خدمات کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ایک عظیم مسجد تعمیر کروائی تو دوسری طرف مسجد اقصیٰ اور مسجد الصخرہ کی اصلاحات و تعمیرات کی نگرانی کے لیے آپ کو شریف حسین نے بیت المقدس بھیجا ان عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ مسجد حرام میں مسندِ تدریس کو بھی رونق بخشتے تھے۔ آپ کی متعدد مؤلفات بھی ہیں۔ جن سے اہلِ ذوق استفادہ کر رہے ہیں عہد سعودی میں ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۵۰ء تک آپ مدیر المعارف کے منصب پر فائز رہے پھر آپ کو مکۃ المکرمہ کا قاضی بنا دیا گیا۔"

شیخ علوی مالکیؒ

آپ کے والد گرامی شیخ علوی مالکی الحسنیؒ ۱۳۲۸ میں مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے آپ کو شیخ حسن مالکی کے پاس حفظ قرآن کے لیے مدرسۃ الحفاظ میں داخل کروا دیا۔

"وصل به الترادیح وهو فی العاشرة من عمره"

آپ نے دس سال کی عمر میں نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنایا۔

اس کے بعد دیگر علوم کے حصول کے لیے آپ نے مدرسۃ الفلاح میں داخلہ لیا۔ اس ادارہ میں مسجد حرام کے جید علماء تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: شیخ عبداللہ حمدوہ، شیخ محمد العربیؒ، شیخ الطیب المراکشیؒ شیخ عمر حمدان، شیخ عیسیٰ رواس وغیرھم۔ آپؒ کے والد گرامی اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اپنے بیٹے سے بعض اوقات بعض اسباق کے بارے میں کچھ خود پوچھ گچھ کرتے۔

۱۳۴۶ھ میں آپ نے مدرسۃ الفلاح سے فارغ التحصیل ہونے کی سند حاصل کی گویا ۱۸ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ والدِ گرامی کی خواہش

کے مطابق مسجد حرام کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور وہاں شیخ امین السویدیؒ ، شیخ محمد العربیؒ ، شیخ عمر حمدانؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ سب سے زیادہ شیخ محمد علی بن حسین المالکیؒ ، شیخ جمال مالکیؒ ، شیخ محمد حبیب اللہ الشنقیطی سے استفادہ کیا۔ علم قرأت میں شاطبیہ شیخ احمد البیتیؒ سے پڑھا۔ یہ تمام علماء و اساتذہ آپ کی ذہانت ، محنت و ذکاوت سے متاثر ہوئے۔ اس علمی شہرت کی بناء پر ۱۳۴۷ میں یعنی فارغ ہونے کے ایک سال بعد مدرسہ الفلاح میں آپ کو علوم کی تدریس کی ذمہ داری سونپی گئی اور مسجد حرام میں درس کا حلقہ قائم کرنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ شیخ محمد مدظلہ اسی بارے میں لکھتے ہیں۔

"وقد اقر اللہ عین والدہ	اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد گرامی کی
اذ شاھد عام ۱۳۴۷	آنکھوں کو اس بات سے ٹھنڈک پہنچائی
مدرسًا بمدرسۃ الفلاح	کہ وہ ۱۳۴۷ میں مدرسۃ الفلاح میں
واجیزلہ التدریس بالمسجد	استاد بنے اور ان کو مسجد حرام میں تدریس
الحرام [1]	کی اجازت مرحمت ہوگئی۔

دیگر ذمہ داریاں

مدرسہ الفلاح میں تدریس کے علاوہ آپ نے بہت سی ذمہ داریاں خوب نبھائیں مسجد حرام میں آپ نے درسِ قرآن و حدیث کا ایک ایسا حلقہ قائم فرمایا کہ عالم اسلام سے آئے ہوئے اہلِ علم اپنی پیاس کو آپ کے علمی فیض سے بجھاتے۔ شیخ محمد علی مغربی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

---

[1] مقدمہ فتح القریب المجیب ، ۲

"میں نے ۱۳۵۵ سے ۱۳۵۹ کے درمیان عرصہ میں شیخ علویؒ کو مسجدِ حرام اور مدرسۃ الفلاح میں مدرس کی حیثیت سے دیکھا ان کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس کے تمام آباء و اجداد علم کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔"

آپ کی گفتگو کی تاثیر کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"سید علویؒ اپنی تدریس اور تقریر و وعظ میں دیگر علماء سے نہایت ممتاز تھے۔ طلبہ و سامعین کو جس طرح آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ متاثر کرتے تھے اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ اپنے حلقۂ درس میں ہوں یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عوام سے مخاطب ہوں سامعین و حاضرین میں سے کوئی ایسا نہ ہوتا جو آپ کی شخصیت سے متاثر نہ ہو۔

میں نے بھی موصوف کو ریڈیو و ٹی۔وی پر خطاب کرتے ہوئے سنا اسی سے متاثر ہوا اور پھر مسجد حرام میں آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوا۔"

اس کے علاوہ مکۃ المکرمہ کے ریڈیو "نداء الاسلام" پر ہر جمعہ کی صبح کو اصلاحی موضوعات پر درس و تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا جو وصال تک جاری رہا۔ آپ کے ان دروس سے سرزمین حجاز کے لوگ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

تصانیف

ان تمام ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے بڑے اہم موضوعات پر کتب لکھیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں

۱۔ ابانۃ الاحکام شرح بلوغ المرام

۲۔ نیل المرام شرح عمدۃ الاحکام

۳۔ فیض الخبیر فی اصول التفسیر
۴۔ فتح القریب المجیب علی تہذیب الترغیب والترہیب
۵۔ نفحات الاسلام (نداء الاسلام سے نشر شدہ تقاریر کا مجموعہ)

فتح القریب کے مقدمہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں آپ نے علم حدیث کی اہمیت اور وجہ تصنیف ذکر کی ہے۔

"اما بعد فیقول الفقیر الی مولاہ الغنی علوی ابن المرحوم السید عباس المالکی ان احق ما توجهت الیه الهمم وافضل ما اغنیت به النفوس واهم خدمة الحدیث الشریف والانخراط فی سلک اهلیة ذوی القدر المنیف۔[1]"

حمد وصلوٰۃ کے بعد اپنے مولیٰ غنی کی طرف محتاج علوی ابن المرحوم السید عباس المالکی المکی عرض کرتا ہے کہ سب سے اہم علم جس کی خاطر تمام ہمتوں کو لگایا جائے اور سب سے افضل جس کی حفاظت کے لیے لوگ تیار ہوں وہ حدیث پاک کے علم کی خدمت ہے۔ اور اس گروہ میں شامل ہونا ہے جن میں اس کی اہلیت ہو۔"

وجہ تصنیف ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لما کان کتاب "الترغیب الترهیب" المؤلف لمدارس الفلاح لطیفاً فی بابه عزیزاً اعلی خطابه وقد انتفع به

کتاب ترغیب وترہیب مدارس الفلاح کے نصاب میں شامل ہے یہ اپنے موضوع پر نہایت ہی عمدہ کتاب ہے طلبہ اس سے بہت زیادہ نفع

---

[1] فتح القریب، ۲۷

الطلاب وجنوا ثمرات رياضة من كل باب ـــــ رأيت ان اكتب على ابوابه تعليقات موجزة لطيفة خدمة للسنة ورجاء للنفع واعانة للطلاب للاكثر ذالك من تفسير الجلالين ومن شرح الجامع الصغير سائل الله تعالى ان يجعل ذالك ذخرًا الى يوم الحساب وان يجعل الاخلاص مقرونا بهذا العمل وان يصونه من الذلل فما كان فيه من صواب فمن مولى الفضل والعطاء وما كان فيه من قصور فمن معدن العثار والخطاء[1]

حاصل کرتے ہوئے اس کے ہر باب سے گوناگوں ثمرات سے متلذذ ہوتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس پر مختصر جامع حاشیہ لکھوں۔ اس سے سنت کی اور طلبہ کی خدمت ہو جائے گی۔ حاشیہ لکھتے وقت میرے سامنے تفسیر جلالین، شرح جامع الصغیر وغیرہ رہیں۔ میرا اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ اس عمل کو آخرت میں میرے لیے ذخیرہ بنادے اور اس عمل میں مجھے سراپا اخلاص بناتے ہوئے غلطی سے محفوظ فرمائے۔ اس حاشیہ میں جو بہتری ہوگی فضل وعطا کرنے والے کی طرف سے ہوگی اور جو غلطی ہوگی وہ اس فقیر کی طرف سے ہوگی۔ جو خطاء اور بدی کی کان ہے۔

جامعہ ازہر کے سابقہ سربراہ شیخ محمد طیب النجار آپ کے علم، عمل، تقویٰ اور محنت خدمتِ دین کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] فتح القریب، ۳۸

السید علوی مالکی طیب
اللہ ثراہ واکرم مثواہ
من العلماء الاعلام الذین
وھبوا انفسھم للعلم فعاشوا
فی محرابہ سدنتہ راھبین
وکراماً کاتبین وعلماء عاملین
وکان بیتہ فی مکۃ المکرمہ
والی الجوار الکعبۃ المشرفۃ
ھو الندی الحافل الذی یضم
الصفوۃ المختارہ من علماء
المسلمین یتلمعون الی آی
الذکر الکریم والی السنۃ
النبویۃ الشریفہ و
یتدارسونھا فی وعی عمیق
وتمحیص وتدقیق ثم
تنتھی جلساتھم الی
المدائح النبویۃ من شعر
العارف باللہ صاحب الدار
حیث یلقیھا فضیلۃ بلسان عربی وقلب تقی وایمان نقی ۔[1]

السید علوی مالکیؒ (اللہ تعالیٰ ان
کی قبر کو ٹھنڈا اور بابرکت کرے) ایسے
نامور علماء میں سے تھے جنہوں نے
اپنی تمام زندگی خدمتِ دین کی دربانی
کے فرائض، کراماً کاتبین اور علماء
عاملین کی طرح نبھاتے رہے آپ کا
گھر مکۃ المکرمہ میں کعبہ کے جوار میں
تھا۔ یہ ہمیشہ علماء اسلام کی آمد کا مرکز
بنتا لوگ یہاں کی محافل کے ذریعے
قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی تعلیم
حاصل کرتے۔ ان محافل میں علماء
اپنے اپنے انداز میں علمی اور وقیع
آراء کا اظہار کرتے۔ ان مجالس کا
اختتام آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس نعت پر ہوتا جو صاحب الدار
عارف کامل نے آپ کی محبت میں ڈوب
کر عربی زبان میں قلبِ تقی اور ایمانِ
نقی سے تحریر کی تھی۔

---

[1] تقریظ علی مفاہیم، ۱۲

وصال

آپ کا وصال مکہ شریف میں ۲۵ صفر ۱۳۹۱ بروز بدھ نصف رات کو ہوا۔ جنت المعلیٰ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اولاد

آپ کے دو بیٹے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ شیخ محمد مالکی

۲۔ شیخ عباس مالکی

شیخ محمدؐ مالکی مدظلہ

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے پرورش پائی۔ مسجد حرام، مدرسۃ الفلاح اور مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت حسین و جمیل، قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔

تعلیمی سفر

آپ نے صرف اپنے وطن میں علوم حاصل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لیے تمام عالم اسلام کا سفر کیا۔ ایک مقام پر اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"رحلت فی طلب العلم الی المغرب و مصر و الهند" — "میں نے حصولِ علم کی خاطر مغرب، مصر ہندوستان اور پاکستان کا سفر کیا۔

والباکستان واستفدت	وہاں کے بڑے بڑے کتب خانوں
کثیرًا فی ھذہ الرحلات	اور نامور علمی شخصیات سے استفادہ کیا:
من جمیع المخطوطات ولقاء	
الرجال: [1]	

آپ نے عالم اسلام کی جن نامور شخصیات سے استفادہ کیا ان کی فہرست طویل ہے ان میں بعض کے اسماء یہ ہیں:

"شیخ امام عمر بن احمد سمیط، شیخ علی بن عبد الرحمن الحبشی، شیخ علی بن العطاس، مفتی مصر شیخ حسنین بن محمد مخلوف، شیخ امین بن محمود خطاب السبکی مصری، شیخ ابراہیم الباجوری کے تلمیذ رشید شیخ محمد عبد اللہ المصری المعروف بالعقودی، مفتی حلب شیخ محمد اسعد،

مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سندِ حدیث حاصل کی ہے ان میں سے ایک

"الشیخ المعمر فوق المائة	معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد
ضیاء الدین احمد القادری	ہے، مولانا ضیاء الدین احمد قادری رح
وسندہ عالٍ جدًا فھو یروی	ہیں ان کی سند نہایت ہی اعلیٰ و افضل ہے۔
عن عدة منھم الشیخ احمد رضا	انہوں نے جن بزرگوں سے روایت لی
خان البریلوی عصری الدحلان" [2]	ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور

---

[1] الطالع السعید، ۳

[2] الطالع السعید، ۹

شخصیت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کی ہے جو شیخ زینی وحلان مفتی مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔"

اس موضوع پر آپ کی کتاب الطالع السعید کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

فن حدیث میں ڈاکٹریٹ

آپ نے جامعہ ازہر مصر میں فن حدیث اور اصول حدیث کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کا وہ مقالہ اتنا علمی و تحقیقی اور وقیع تھا کہ اس وقت کے عظیم محدث شیخ محمد ابوزھو اور شیخ محمد سائیس نے اسے سب سے اعلیٰ قرار دیا۔ اس بات کا تذکرہ ڈاکٹر الحسینی عبدالحمید ہاشم مصری (جو کہ جامعہ ازہر میں امور مذہبی کے سربراہ تھے) نے آپ کی کتاب "شریعۃ اللہ الخالدۃ" کی تقدیم میں ان الفاظ سے کیا ہے۔

مؤلف هذا الكتاب الشيخ محمد علوى المالكى الحسنى وهو ثمرة كريمة من ثمرات الازهر المشرفة فى العالم الاسلامى اذ تخرج فى كلية اصول الدين ونال منها درجة الدكتوراه فى الحديث النبوى الشريف وكان لرسالته الفذة ما ينا سبها من ثناء كبار الشيوخ والعلماء الاجلاء امثال

اس کتاب کے مصنف شیخ محمد علوی المالکی الحسنی ہیں۔ آپ عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر کے ثمرات میں سے ایک مبارک ثمر ہیں۔ کلیۃ اصول الدین سے سند فراغت لی اور یہیں حدیث نبوی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کا یہ مقالہ بڑے بڑے علماء نے بہت ہی پسند کیا ان میں سے ایک شیخ محمد سائیس ہیں جو مجلس علماء کے ممبر ہیں۔ اور دوسرے محدث شیخ محمد ابوزھو ہیں

فضیلة الشیخ محمد سائیس — جو عالم اسلام میں فن حدیث کے
عضو هیئة کبار العلماء — ماہر ترین شخص ہیں۔
وفضیلة الاستاذ المحدث الشیخ محمد ابو زهو رجل الحدیث
فی العالم الاسلامی۔ [1]

فرائض تدریس اور عدم بلوغ

آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین و فطین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بلوغ سے قبل بہت سے علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ اس کرم پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد بدأت التدریس بفضل — میں نے اللہ کے فضل و کرم سے جب
اللّٰه وانا دون البلوغ بامر — تدریس شروع کی تو اس وقت
والدی المرحوم السید علوی — ابھی نابالغ تھا۔ میں اپنے والد گرامی
المالکی الذی کان یأمرنی — علوی المالکی سے جو کتاب بھی پڑھتا
بتدریس کل کتاب اتممت — جب ختم ہوتی تو آپ اس کی تدریس
قرأته علیه فی ذلك الوقت — کا حکم دیتے۔ جو طالب علم بھی مذکورہ
فکان یأمر الطلاب الذین — کتاب پڑھنے کے لیے ان کے پاس
یقرؤن عنده بالحضور — آتا اسے میرے پاس بھیج دیتے۔
عندی [2]

---

[1] التقدیم علی شریعة اللّٰه الخالدہ، ۶

[2] الطالع السعید، ۳

الکلیۃ الشرعیہ کے ساتھ تعلق

علمی ثقاہت وشہرت کی وجہ سے آپ کو ۱۳۹۰ھ میں کلیۃ الشرعیہ مکۃ المکرمہ میں استاد مقرر کیا گیا۔

مسجد حرام میں تدریس

جب ۱۳۹۱ھ میں آپ کے والدِ گرامی سید علوی المالکی کا وصال ہوگیا تو علماء مکہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اب ان کی مسند کی ذمہ داری نبھانا آپ کا ہی کام ہے۔

ولبعد وفاۃ الوالد بثلاث ایام اجتمع علماء مکہ فی دارنا وکلفونی بالتدریس فی مقام الوالد فی المسجد الحرام ولا زلت مستمرًا بفضل اللّٰہ وعونہ واسال اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ دوام توفیقہ وتائیدہ والحمد للّٰہ رب العٰلمین [1]

والد گرامی کے وصال کے تین دن بعد علماءِ مکہ ہمارے گھر تشریف لائے اور انہوں نے مجھے مسجد حرام میں والد گرامی کی جگہ درس دینے کا حکم دیا۔ اللّٰہ کے فضل واحسان سے یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی ہمیشہ توفیق عنایت فرمائے رکھے تمام تعریفیں اس اللّٰہ کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

---

[1] الطالع السعید، ۴

مسجد حرام میں آپ جن کتب کا درس دیا کرتے تھے ان کا تذکرہ مولانا محمد یٰسین مصباحی کے نام خط میں کرتے ہیں :

" اس وقت مسجد حرام میں جن کتابوں کا درس دے رہا ہوں ان کے اسماء یہ ہیں : صحیح البخاری ، سنن ابوداؤد ، سنن ترمذی ، بلوغ المرام ، مؤطا امام مالک ، مشکوٰۃ المصابیح اور تفسیر قرآن[1] ـــــ یاد رہے اس خط پر ۲۳/ ۲/ ۱۴۰۳ ہجری تحریر ہے جو اس بات کا یقیناً ثبوت ہے کہ حرم شریف میں آپ کا سلسلۂ درس ۱۴۰۳ تک جاری رہا۔

نِدَاءُ الْاِسْلَام" پر درس

مسجد حرام میں اپنے والد گرامی کی جگہ درس دینے کے ساتھ ساتھ مکۃ المکرمہ کے نداء الاسلام ریڈیو سے اسلامی موضوعات پر درس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا جس طرح آپ کے والد گرامی کا درس ہر جمعہ کی صبح کو نِداء الاسلام نشر کرتا تھا اسی طرح آپ کا درس بھی اسی موقع پر شروع کر دیا گیا۔ نِداء الاسلام پر نشری تقاریر و خطبات کے دو مجموعے " الدعوۃ الاصلاحیہ " ، " فی سبیل الھدی والرشاد" کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔

ادارے کا قیام

آپ نے مکہ المکرمہ کے محلہ رصیفہ میں دینی علوم کا ایک مرکز قائم کر رکھا ہے۔ جس کا نام مدرسہ عتیبیہ ہے۔ اس میں آپ صرف استاد ہی نہیں بلکہ اس کی تمام ذمہ داریاں آپ ہی کے سر ہیں۔ اس میں سعودیہ کے علاوہ مختلف ممالک کے طلبہ کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔

---

[1] تقدیم جشن میلاد النبی ، ۱۰

ایک مضمون میں سید عابد حسین شاہ آف چھمبی چکوال تحریر فرماتے ہیں کہ اس ادارہ کی ایک شاخ مدینہ منورہ میں بھی کام کر رہی ہے [1]

ہر روز محفلِ ذکر و نعت

آپ کے پاس چونکہ ہر روز مختلف مقامات سے تربیت، زیارت اور ملاقات کے لیے کافی تعداد میں لوگ آتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہر روز مغرب کی نماز کے بعد آپ کے ہاں محفل ذکر و نعت منعقد ہوتی ہے۔ اس میں عرب نعت خوان بڑے ہی ذوق و شوق سے نعت خوانی کرتے ہیں۔ اس رحمت و نور سے معمور محفل سے حاضرین اپنے اپنے دل کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔ یاد رہے جب آپ مغرب کے بعد مسجد حرام میں درس دیتے تھے اس وقت یہ محفل آپ کے ہاں عشاء کے بعد ہوا کرتی تھی۔

سندِ حدیث اور غلافِ کعبہ کا تبرک

۱۹۸۸ء میں حج کے موسم میں مجھے صاحبزادہ طاہر مبین مدظلہ اور مولانا شمس الزمان قادری مدظلہ کی معیت میں آپ کے ہاں مغرب کے بعد اس مقدس محفل میں شرکت کا موقع ملا۔ ہمارے لیے یہ شرکت یادگار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں شیخ محمد مدظلہ نے ہمیں سندِ حدیث عطا کرنے کے ساتھ غلاف کعبہ کا تبرک بھی دیا۔

عالمی کانفرنسوں میں شرکت

حجاز مقدس میں اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود آپ نے متعدد دفعہ

---

[1] ماہنامہ فیض عالم، مارچ ۱۹۹۱ء بہاولپور صـ۲۰

الجزائر، انڈونیشیا، کینیڈا، مراکش، برطانیہ اور ہندوستان سمیت کئی ممالک میں بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی۔

علامہ مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی کے نام اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں:

"جن اجتماعات اور کانفرنسوں میں مجھے مدعو کیا گیا یا جن میں میں نے شرکت کی وہ بکثرت ہیں۔ مشہور کانفرنسیں یہ ہیں:

۱۔ الملتقی الاسلامی ہفتم الجزائر۔

۲۔ جشنِ تعلیمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو (ہند)۔

۳۔ المرکز الاسلامی جاکرتا، انڈونیشیا۔

۴۔ مرکز جمعیات اسلامیہ کینیڈا۔

۵۔ ندوۃ الامام مالک مراکش۔

۶۔ مؤتمر علماء مالکیہ لندن۔

۷۔ مؤتمر علماءِ مسلمین مالابار ہند۔[1]

مراکش کے شاہ حسن مملکت کے فرمانروا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود ٹیلی ویژن پر اسلامی موضوعات پر خطاب بھی کرتے ہیں۔ چند سال قبل آپ کے زیرِ انتظام تین روزہ امام مالک کانفرنس عالمی سطح پر مراکش کے شہر فارس میں منعقد ہوئی۔ شیخ محمد بن علوی بدخلہ نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات "ندوہ امام مالک" کے نام سے تین جلدوں میں وزارت اوقاف مراکش نے شائع کئے ہیں۔ اس میں فقہ پر آپ کے مقالات نہایت ہی قابل تحسین ہیں۔

---

[1] تقدیم جشن میلاد النبی، مولانا اختر اعظمی مصباحی۔ ۹

عالمی مقابلہ قرأت کی صدارت

آپ سعودیہ میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی مقابلۂ قرأت کے تین سال تک صدر رہے۔ علمی، فقہی کانفرنسوں میں شرکت اور مقابلہ قرأت کی صدارت کا ذکر مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

صاحب المساهمات العلمية والندوات الفقيه التي كان يشارك بها في رابطة العالم الاسلامي وفي محفلات مسابقة تحفيظ القرآن الكريم ومؤتمرات السنة النبويه "[1]

رابطۂ عالم اسلامی کے تحت منعقدہ علمی مجالس، فقہی کانفرنسیں، مقابلہ حسن قرأت اور سنت نبوی کے بارے میں قائم اداروں کی سربراہی و سرپرستی کرتے ہیں۔

مزید برآں رابطہ عالم اسلامی کے رکن بھی رہے۔ دس سال تک رابطہ اسلامی کے ثقافتی مواقع پر پہلے خطاب کے لیے شرکت کی۔

تصانیف

آپ نے مختلف تعلیمی، تدریسی، تربیتی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تیس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں جو عالم اسلام کے لیے رہتی دنیا تک رہنمائی کا کام دیں گی۔ آپ نے عقائد، تفسیر، حدیث، سیرت، معیشت، معاشرت پر جس طرح قلم اٹھایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ہر کتاب کا مطالعہ کرنے والا شخص

---

[1] تقریظ علی مفاہیم، ۹

یوں سمجھتا ہے کہ اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف آپ کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

صاحب التالیف الکثیرۃ والتی بلغت نیفًا وثلاثین مؤلفًا منها ما هو فی القرآن وعلومه وفی الحدیث وفنونه والسیرۃ النبویۃ والنصائح الدینیۃ والدعوۃ الاصلاحیۃ [1]

آپ کی تیس سے زائد علمی تصانیف ہیں ان میں سے بعض قرآن اور اس کے علوم، بعض حدیث اور اس کے فنون پر بعض سیرۃ نبوی، موضوعات دینیہ اور دعوت وتربیت کے موضوع پر ہیں۔

● اب ہم آپ کی تصانیف اور ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

۱۔ **الانسان الکامل** — سیرۃ وشمائل نبویؐ کے موضوع پر نہایت ہی عمدہ اور جدید انداز میں لکھی گئی ہے۔

۲۔ **زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن** (مطبوعہ دارالانسان قاہرہ) — اصولِ تفسیر پر یہ عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ اگرچہ یہ امام سیوطیؒ کی الاتقان کی تلخیص ہے۔ مگر آپ نے اس میں ضروری اضافات بھی کئے ہیں۔

۳۔ **المنهل اللطیف فی اصول الحدیث شریف** (مطبوعہ سعودیہ) — اصول حدیث

---

[1] تقریظ علی مفاہیم، ۹

کے موضوع پر یہ نہایت مفید اور محققانہ انداز میں لکھی گئی کتاب ہے۔ اقسام حدیث کے علاوہ صحابہ و تابعین پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔ کتب احادیث ان کے درجات و شرائط اور ائمہ حدیث کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اصول حدیث کے موضوع پر اتنی سہل اور جامع کتاب نظر سے نہیں گزری۔ شیخ مدظلہ مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

مباحث فی مصطلح الحدیث	یہ اصول حدیث کی اصطلاحات پر
الشریف یحتاج الیھا	مشتمل مباحث ہیں۔ مبتدی طالبعلم
المبتدی ولایستغنی عنھا	ان کا محتاج ہے اور منتہی (اساتذہ)
المنتھی تتعلق بالحدیث الشریفہ	اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔
من ناحیۃ اصولہ وتاریخہ۔	اس میں حدیث کے اصول، اس کی

تاریخ، اس کی روایات کی حفاظت اور امت اسلامیہ کی خدمت حدیث کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

مدارس نظامیہ کے نصاب میں اس کتاب کا شامل کیا جانا نہایت ہی مفید رہے گا۔

۴۔ القواعد الاساسیہ فی علم مصطلح الحدیث (مطبوعہ مطابع سجاد)

چونکہ المنھل اللطیف اصول حدیث پر ضخیم تھی۔ اس لیے طلبہ کی آسانی کے لیے آپ نے یہ کتاب مرتب فرمائی یہ نہایت جامع اور مختصر ہے۔

۵ فضل المؤطا وعنایت الامۃ الاسلامیہ (مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ) اس کتاب میں آپ

لہ مقدمہ المنھل اللطیف، ۵

نے مؤطا کی عظمت و اہمیت اور خصوصیت پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اس میں حواشی کے لیے آپ کو مصر، مغرب، تیونس، شام کا سفر کرنا پڑا۔ آخر میں مؤطا کے بارے میں وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ کیا۔ اس کتاب میں آپ کے والد گرامی کے ساتھ جامع ازھر میں حدیث کے استاد علامہ محمد ابوزھو اور حرمین شریفین کے محدث حضرت علامہ شیخ حسن بن محمد مشاط کی تقریظات بھی شامل ہیں۔

۶۔ حول خصائص القرآن (مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کتاب میں خصوصیات قرآن سے بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں قرآن کے علمی نہج کی خصوصیات، دوسرے میں اسلوب قرآن کی خصوصیات، تیسرے میں فضائل قرآن کی خصوصیات اور چوتھے میں قرآن کی عام خصوصیات کا تذکرہ ہے۔

۷۔ قل ھٰذہٖ سبیلی (مطبوعہ دار الشروق جدہ)

اس کتاب میں ایمانیات کا اجمالی تذکرہ ہے۔

بعض عنوانات ملاحظہ ہوں:۔

کلمہ طیبہ، ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، حوض کوثر، جنت و دوزخ، شفاعت، ایمان کے تقاضے، علم و عبادت کی فضیلت اور تقویٰ کے درجات، ایک مومن کی اصلاح و تربیت کے لیے یہ کتاب بڑی ہی نفع بخش ہے۔

۸۔ لبیک اللّٰھُمَّ لبیک

یہ کتاب حج، عمرہ، اور زیارت نبوی کے آداب، فضائل اور مسائل پر مشتمل ہے۔

۹۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف

جشن عید میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔

۱۰۔ حاشیۃ المختصر فی السیرۃ النبویہ

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

المختصر فی السیرۃ النبویۃ

امام عبدالرحمٰن بن دبیع شیبانی کی کتاب ہے۔ اس میں چونکہ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ بھی تھا۔ شیخ مدظلہ نے اس میں درج تمام روایات کی تخریج و تحقیق فرماتے ہوئے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کے شروع میں میلاد کے موضوع پر ایک شاندار علمی اور وقیع مقدمہ لکھا جس میں جواز میلاد پر بیس دلائل قائم فرمائے۔

۱۱۔ فی رحاب البیت الحرام

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

یہ کتاب تاریخ مکہ اور اس کے آثار مثلاً حجر اسود، ملتزم، میزاب رحمت، مقام ابراہیم، مولد النبی (جائے ولادت رسول) جنت المعلیٰ، غارِ ثور، غارِ حرا وغیرہ پر ایک نہایت ہی اہم اور بے مثال کتاب ہے۔

۱۲۔ ذکریات ومناسبات

(مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق)

اس میں سال کے مختلف مخصوص ایام، مہینوں اور بعض تاریخی واقعات پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں نئی صدی ہجری کا استقبال بھی ہے اور ماہ محرم الحرام کے فضائل بھی ہیں اور واقعہ ہجرت، فضائل رمضان و شعبان پر مشتمل ہے۔

۱۳- المستشرقون بین الانصاف والعصبیہ

اس میں شیخ مدظلہ نے بڑے اختصار کے ساتھ اسلام کے بارے میں مستشرقین کے خیالات اور نظریات پیش کئے ہیں۔ انصاف پسند۔ تعصب پرست اور منافق مستشرقین کے ساتھ اسلام سے صحیح معنوں میں متاثر ہونے والے مستشرقین کی بھی نشاندہی کی ہے۔

۱۴- الدعوۃ الاصلاحیہ

(مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق موسسۃ مناہل العرفان، بیروت)

شیخ کے والد گرامی ہر جمعہ کی صبح کو اصلاحی موضوعات پر ریڈیو سعودیہ پر خطاب فرماتے تھے ان کے بعد یہ شرف شیخ مدظلہ کو حاصل ہوا۔ انہیں خطابات کو مجموعہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ تقریباً ساٹھ مقالات اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں مولف رقم طراز ہیں: "عقیدہ، اخلاق اور معاملات سے متعلق مختلف موضوعات پر میرا یہ رسالہ دس سالہ جانفشانیوں کا نچوڑ ہے

۱۵- فی سبیل الھدی والرشاد

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

یہ بھی ان خطابات کا مجموعہ ہے جو آپ نے ریڈیو سعودیہ پر کئے۔ مقدمہ میں شیخ مدظلہ لکھتے ہیں: "مجھ سے بعض اصحاب نے مطالبہ کیا کہ اپنے وہ خطابات جو میں نے ریڈیو سعودیہ پر کئے ہیں۔ ان کو جمع کروں میں نے اللہ عزوجل سے استخارہ کیا۔ انشراح صدر کے بعد انہیں کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ یہ تقریباً پچاس مقالات ہیں۔"

۱۶- ادب الاسلام فی نظام الاسرۃ

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

کتاب کے نام سے ہی مضامین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک صحیح خاندان کس طرح تشکیل پاتا ہے۔ کیسے اس

کا آغاز ہوتا ہے۔ کیسے وہ بڑھتا اور پھیلتا ہے اور یہ خاندان کس طرح ایک اچھے معاشرے کا حصہ بن سکتا ہے۔ اس کتاب کے چند موضوعات یہ ہیں:
"اسلام کے لیے خاندان کا تصور، زوجین کا طرز زندگی، اسلام اور تعدد ازواج، تحدید نسل وغیرہ۔"

۱۷۔ الطالع السعید المنتخب من المسلسلات والاسانید

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

اس کتاب میں شیخ مدظلہ نے اپنی علمی اسناد کا ذکر کیا ہے۔ حدیث مسلسل بالاولیت حدیث مسلسل بالمحبت اور حدیث مسلسل بیوم عاشورہ وغیرہ۔ سندات کے ساتھ ساتھ جلالین، موطا امام مالک، صحاح ستہ۔ حزب البحر۔ قصیدہ بردہ کی اسناد کا ذکر ہے۔ شیخ مدظلہ جس کو حدیث کی اجازت دیتے ہیں۔ اسے یہ کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ عنایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ شریعۃ اللہ الخالدۃ

(مطبوعہ دار الشروق جدہ)

اس کتاب میں فقہ اسلامی کی تاریخ اور مذاہب پر گفتگو کرتے ہوئے مصادر فقہ، کتاب وسنت، اجماع، قیاس پر سیر حاصل بحث ہے۔ اجتہاد، ائمہ اربعہ کے قواعد وضوابط اور فقہ اسلامی کے مختلف ادوار پر بے مثال کتاب ہے۔ ڈاکٹر الحسینی ہاشم مصری سیکرٹری جنرل مجمع بحوث الاسلامیہ اس کی تقدیم میں شیخ مدظلہ کا علمی مقام اور خدمات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

کل ذلک یجعلنی سعیدًا	مجھے یہ سعادت مل رہی ہے کہ میں
بتقدیم کتاب القیم شریعۃ	آپ کی نہایت قیمتی تصنیف شریعۃ

الله الخالدہ دراسة فی	اللہ الخالدہ پر تقدیم لکھ رہا ہوں۔
تاریخ تشریع الاحکام و	یہ مذاہب الفقہا اور تشریع احکام
مذاهب الفقهاء الاعلام	کی ایک مکمل تاریخ ہے۔
راجیا النفع للمسلمین بما حوی	میں امید کرتا ہوں کہ مسلمان اس
من مادہ علمیة عزیزہ	کے قیمتی مواد سے مستفید ہوں گے۔
وروح صافیة سلسلة فی	اس میں مصنف نے تفصیل اور آسانی
عرض قضایاتهم العالم	کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور یہ کام نہایت
الاسلامی قدیما فی اسلوب	ہی قابل قدر، موثر ترین اور منزل
واضح داعی فیه التبسیط و	تک رسائی کا موجب ہے۔
التیسیر محمدًا فی مباحثه	اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے
وقضایاہ ازمانها التی	کہ وہ اس سے رہنمائی کی باتیں
شرعت فیها وهو عمل	اور اس کے انوار سے مستفید ہوں۔

جلیل الاثر نبیل الهدف نرجو الله ان یوفق المسلمین لکی یلتقوا علی هداہ و یستضیئوا بانوارہ۔[1]

۱۹۔ حاشیہ المورد الروی

(مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ)

ملا علی قاریؒ نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب لکھی جس کا نام المورد الروی فی المولد النبویؐ ہے۔ یہ کتاب عرصہ دراز سے نایاب تھی۔ شیخ مدظلہ نے اسے بڑی جدوجہد کر کے تلاش کیا اور اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ حاشیہ لکھا۔ حاشیہ و تعلیق کے

---

[1] تقدیم علی شریعۃ اللہ الخالدہ، ۷

ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں مولد النبی د بیع الشیبانی سے فارغ ہوا تو میرے علم میں یہ بات آئی :

ان الامام الحافظ المحدث الشیخ ملا علی قاریؒ مولدًا نبویًا و ھو من کبار ائمۃ عصرہ اما فی الحدیث الشریف فھو البحر الذی لا ساحل لہٗ ۔ کما یقولون و بالبحث وجدتہ فی مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت بالمدینہ المنورۃ فی قسم السیرۃ ۔

امام حافظ محدث شیخ ملا علی قاریؒ نے بھی میلاد نبوی پر ایک کتاب تصنیف کی ہے ۔ آپ اپنے وقت کے کبار ائمہ میں شامل ہیں فن حدیث میں آپ ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں جہد مسلسل کے بعد یہ کتاب شہر مدینہ میں مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت کے شعبہ سیرت سے مجھے دستیاب ہوئی ۔

۲۰۔ شرح المولد لابن کثیر

مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر نے میلاد پاک کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جو نثر میں تھی ۔ علامہ الفاضل محمد بن سالم نے اس کو نظم کی صورت دی ۔ شیخ مدظلہ نے اس پر تفصیلی حاشیہ تحریر فرمایا ۔

۲۱۔ الذخائر المحمدیہ

(مطبوعہ قاہرہ)

سرزمین حجاز پر جب آپ نے محسوس کیا کہ لوگ بد عقیدہ ہوتے جا رہے ہیں ۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اہل اسلام کے عقائد کیا ہونے چاہئیں تو اس وقت عقائد کی حفاظت کے لیے ایک عظیم کتاب تصنیف کی جس کا نام " الذخائر المحمدیہ " ہے ۔ اس کتاب کی طباعت کے بعد آپ کو بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ۔

لیکن آپ نے ان تمام مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ عقائد کے موضوع پر یہ کتاب نہایت ہی قابلِ دید ہے۔

۲۲۔ مفاھیم یجب ان تصحح (مطبوعہ قاہرہ)

الذخائر المحمدیہ

یہ لوگوں نے جو اعتراض وارد کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اُن کا جواب اس کتاب میں دیا۔ اس کتاب کی تائید تمام علماء عرب نے کی۔ جن علماء نے اس پر تقاریظ لکھی ہیں ان میں مراکش کے مفتی اعظم شیخ عبداللہ کنون ہیں جو کہ رابطہ عالم اسلامی کے بانی اراکین میں سے ہیں اور دوسرے مفتی اعظم مصر شیخ محمد حسنین مخلوف ہیں ان کو سعودی عرب حکومت نے خدمتِ اسلام کے اعتراف کے طور پر شاہ فیصل ایوارڈ دیا تھا۔

۲۳۔ شرف الامۃ المحمدیہ (مطبوعہ المدینہ المنورہ)

اس کتاب میں شیخ مدظلہ نے حضور علیہ السلام کے مبارک وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر جو کرم فرمائے ہیں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۲۴۔ القدوۃ الحسنہ فی منھج الدعوۃ الی اللہ (مطبوعہ مطابع سحر)

اس کتاب میں آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوہ کی روشنی میں مبلغینِ اسلام کے لیے نہایت ہی خوبصورت اور جامع لائحہ عمل تحریر کیا ہے۔

۲۵۔ تحقیق و تعلیق علی قریب المجیب امام منذریؒ کی کتاب الترغیب والترھیب

کا منتخب حصہ مدارس الفلاح کے نصاب میں شامل تھا۔ آپ کے والد سید

علوی المالکیؒ نے طلبہ کی آسانی کے لیے اس میں بڑا ہی جامع حاشیہ لکھا۔ شیخ مدظلہٗ نے اس حاشیہ کا ابتدائیہ اور اس کی تحقیق و تخریج فرمائی۔

۲۶۔ الحصون المنیعہ (مطابع سحر)

یہ مختصر مختلف دعاؤں اور وظائف کا مجموعہ ہے۔

۲۷۔ مقبرہ جنّت المعلّٰی

اس میں مکۃ المکرمہ کے مشہور قبرستان جنّت المعلّٰی کے بارے میں معلومات درج کی ہیں۔

۲۸۔ شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد (مطبوعہ متحدہ امارات)

یہ کتاب پہلی دفعہ طبع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ترجمہ کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ہے۔

۲۹۔ تاریخ الحوادث والاحوال النبویہ (مطابع سحر)

یہ کتاب ۱۱۰ صفحات پہ مشتمل ہے۔ سیرت النبوی پر نہایت ہی جامع اور مختصر کتاب ہے۔ اس کے لکھنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لما رائیت تقاصر الھمم عن مطالعۃ تلک الکتاب سارعت الی جمع مختصر جامع"

میں نے محسوس کیا کہ آج کے دور میں لوگ ضخیم کتب کا مطالعہ نہیں کرتے تو میں نے نہایت جامع اور مختصر کتاب لکھی ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال، آپؐ کے نسب مبارک، اولاد، بنات، زوجات، پھوپھیاں،

آپ کو دودھ پیش کرنے والی خواتین، رضاعی بھائی، بہنیں، خدام، محافظین، خطوط، اور آپ کے مقرر کردہ اُمراء کے احوال پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصہ میں آپ کی ولادت سے لے کر وصال تک وقوع پذیر واقعات کو تاریخی ترتیب کے ساتھ نہایت جامعیت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے رجب ۱۳۹۷ھ میں مدینہ منورہ میں تحریر کی ہے اور ۱۳۹۸ھ میں شیخ محمد صالح عجاج نے اسے طبع فرمایا:

۳۰۔ مفهوم التطور والتجديد في الشريعة الاسلاميه

(دار الشروق جدہ)

اس کتاب میں آپ نے اس موضوع پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے کہ دور جدید میں اسلامی اصولوں کی تعبیر نو کس طرح کی جائے۔

۳۱۔ كشف الغمّه في اصطناع المعروف ورحمة الامة

(جدہ)

یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔

آپ حفظہ اللہ کی شخصیت علماء کی نظر میں!

حرمین شریفین اور عالم اسلام میں آپ کو بے پناہ قدر و منزلت حاصل ہے، علماء و مشائخ آپ کی موثر مذہبی و علمی حیثیت اور جلالت شان کے قائل اور معترف ہیں۔ اس لیے ہم یہاں آپ کے بارے میں عالم اسلام کی نامور شخصیات کے خیالات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ——————!!

۱۔ مفتی مصر شیخ محمد حسنین مخلوفؒ آپ کی کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" پر تقریظ میں کتاب کے مضامین کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذا عرض اجمالی لما تضمنه	یہ اس کے مضامین کا اجمالی خاکہ ہے۔
الكتاب والذی يعتبر مؤلفه	اس کا مصنف علماء حرمین میں سے
احد علماء الحرمين الشريفين	ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبویہ کے
من تضلع من بحر الحوض	سمندر سے انہیں حظ وافر حاصل ہے
الالهی والسنة النبويه صاحب	آپ مجالس علمیہ اور دروس نبویہ کا
مجالس العلميه والدروس	انعقاد کرنے والے اور ان کی سرپرستی
النبوية والتی كان يحضر	کرتے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس سے
الجم الغفير من المستفيدين[1]۔	مسلمانوں کا ایک جم غفیر مستفید ہو رہا ہے۔

---

[1] تقریظ علی مفاہیم، ۹۔ مطبوعہ الخرطوم

۲۔ جامعہ ازہر کے سابقہ سربراہ اور سیرت کمیٹی کے چیئرمین شیخ محمد طیب النجار آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

فان حیاۃ العالم الجلیل	عالم جلیل السید محمد علوی المالکی الحسنی
السید محمد علوی المالکی	مدظلہ کی زندگی اس مبارک
الحسنی مدظلہ کحیاۃ الشجرۃ	درخت کی مانند ہے جو پاکیزہ زمین
الطیبۃ التی نمت فی الارض	میں پیدا ہوا۔ اور صالح گھر میں
طیبۃ وترعرعت فی بیتہ	جوان ہوا۔ اس کی بہت زیادہ
صالحۃ تہیات لھا العنایۃ	حفاظت و تربیت کی گئی۔ اس کی شاخیں
والرعایۃ حتی انبسطت ظلالھا	پھیل گئیں۔ اس پر پھل لگا اور لوگ
وفاض علی الناس خیرھا	اس کی خیر و برکت سے خوب سیراب
وبرّھا۔[1]	ہوئے۔

۳۔ شیخ محمد الخزرجی وزیر امور مذہبی و اوقاف متحدہ عرب امارات لکھتے ہیں:

فقد تصفحت الکتاب	میں نے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کیا
الذی جمعہ والفہ العالم	جسے عالم جلیل محقق نبیل السید محمد
الجلیل المحقق النبیل السید	بن علوی المالکی نے مرتب کیا ہے۔
محمد بن علوی المالکی	آپ شجر نبویؐ کی ایک شاخ اور
الحسنی فرع الشجرۃ النبویۃ	عترت ہاشمی کا سہرا ہیں۔ اس
وسلیل العترۃ الھاشمیۃ	کتاب کا نام مفاہیم یجب ان تصحح
المسمّٰی مفاہیم یجب ان تصحح[2]	ہے۔

---

[1] تقریظ علی مفاہیم، ۱۲ [2] تقریظ علی مفاہیم، ۱۸ (مطبوعہ خرطوم)

۴ ۔ ڈاکٹر رؤف شبلی سابقہ عمید کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ لکھتے ہیں :

کان الشیخ الفاضل الدکتور محمد علوی المالکی المکی الحسنی من خیرۃ العلماء الاسلام و احسنھم سلوکاً وافضلھم خلقاوقد عرفنا فقد کان طالبًا بالدراسات العلیا بجامعۃ الازھر الشریف [1]	شیخ فاضل ڈاکٹر محمد علوی المالکی المکی الحسنی علماء اسلام میں سے بہترین عالم ہیں۔ آپ اخلاق و مسلک کے اعتبار سے بھی افضل ہیں۔ ہم ان کو اس وقت سے جانتے ہیں جب آپ جامعہ ازہر دراسات میں زیر تعلیم تھے۔

۵ ۔ ڈاکٹر حسن الفاتح قریب اللہ سوڈانی لکھتے ہیں :

فلبیت السید محمد علوی المالکی شھرۃ کبیرۃ و مکانۃ عالیۃ تصدرھا اھلوہ بالعلم والخلق و الالتزام الجاد بالدعوۃ الی اللہ علی نھج القرآن الکریم و السنۃ المطھرۃ ۔ [2]	سید محمد علوی المالکی کے خاندان کو بڑی شہرت اور مقام حاصل ہے ۔ آپ کا خاندان علمی اور اخلاقی اعتبار سے نہایت ہی افضل ہے ۔ اس نے لوگوں کی قرآن کریم اور سنت نبوی کے طریق پر کاربند رہنے کے لیے عمدہ خدمت کی ہے

---

[1] تقریظ علی مفاہیم ، ۲۲۰ مطبوعہ الخرطوم

[2] تقریظ علی مفاہیم ، ۲۰۴ " "

۶۔ جامعہ ازہر قاہرہ اور عالم اسلام کے نامور استاذ حدیث شیخ محمد محمد ابوزہو نے مؤطا پر تحقیق و محنت کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کی دینی و علمی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فان مؤلف هذا السفر	فضل المؤطا کے مصنف علام
الجليل هو العلامه	الفاضل شیخ محمد علوی المالکی ہیں۔
الفاضل الشيخ محمد	آپ کی ذات علماء اور ایسے عظیم مشائخ
علوی المالکی احد العلماء	واساتذہ میں سے ہے جنکو
النابصين و الشيوخ	سنتِ نبوی کی خدمت کا
الاجلة الذين لهم	شغف اور احادیثِ نبویہ کا
شغف بخدمة السنة	درک تامہ حاصل ہے۔
النبويه و عنايه كبيرة باحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	

(فضل المؤطا، ۵۔ مطبعۃ السعادۃ مکہ ۱۹۷۰ء)

عُلماء کی طرف سے آپ کا دفاع

جیسا کہ سابقہ صفحات پر گذرا کہ آپ نے مسلک اہل سنت کی حقانیت اور اس کی ترویج کے لیے متعدد کتب تحریر کیں ان میں سے سرفہرست "الذخائر المحمدیہ" کا نام ہے جب یہ کتاب مصر سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آئی تو بعض لوگوں نے اس کا رد لکھنے کی کوشش کی۔ مثلاً شیخ ابن منیع "حوار مع المالکی فی رد منکراته و ضلالاته" تحریر کی بس اس کتاب کے چھپنے کی دیر تھی تمام عالم اسلام کی طرف سے شیخ محمد علوی مدظلہ کے دفاع میں کتب اور مقالات کا سلسلہ شروع ہو گیا جواب بھی جاری

ہے۔ یہاں ہم چند نامور اہل علم اور ان کی کتب کا مختصر تعارف ضروری تصور کرتے ہیں۔

۱۔ فضیلۃ الشیخ یوسف السید ہاشم الرفاعی مظلہ۔ آپ عالم اسلام کی نامور شخصیت ہیں۔ اس وقت سلسلہ رفاعیہ کے سربراہ ہیں۔ کویت میں آپ وزیر اوقاف رہ چکے ہیں۔ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے شیخ محمد علوی مدظلہ کے دفاع میں کتاب لکھی جس کا نام "الرد المحکم المنیع" رکھا۔ اس کے دو اقتباس ملاحظہ ہوں۔ مقدمہ کتاب میں ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں:

"مجھ پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کی طرف سے واجب تھا کہ میں شیخ محمد علوی المالکی کے دفاع کے لیے آگے بڑھوں کیونکہ سید مالکی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ ان کی تکلیف میری تکلیف اور ان کی خوشی میری خوشی ہے۔

وانا مع السید المالکی انا صرہ فی الحق و بالحق بالدلیل الشرعی المسند لا بالحمیۃ الجاھلیۃ والھوی. انا وایاہ اغیر علی سنۃ امامنا و نبینا وجدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الذین تناصروا علی السید المالکی اشرًا و بطرًا و مرجعنا جمیعًا الی اللہ ھو الحکم العدل یوم القیامۃ۔[1]	میں سید مالکی کا ساتھ محض کسی ذاتی عصبیت اور خواہش نفس کی وجہ سے نہیں دے رہا بلکہ ان کا ساتھ حق میں اور حق کے ساتھ دلیل شرعی کی بنا پر دے رہا ہوں۔ میں اور سید مالکی آقائے کریم اور سنت میں ان لوگوں سے زیادہ غیرت مند ہیں جنہوں نے سید مالکی پر اتہامات کی بوچھاڑ کی ہے۔ ہم تمام نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے اور وہ قیامت کے روز عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

[1] الرد المحکم۔ ۷

آخر میں لکھتے ہیں :

کیف وان فی الانتصار	میں شیخ محمد علوی پر ڈھائے گئے
للمظلوم المفتری علیہ	ظلم اور جھوٹے اتہامات کا دفاع
السید الشیخ محمد بن	کیوں نہ کروں ؟ ان کا دفاع دراصل
علوی المالکی انتصاراً للعموم	مسلکِ اہلِ سنت ۔ سلف
مذهب اهل السنة والجماعة	صالحین اور ائمہ اربعہ کا
من اتباع السلف الصالح	دفاع ہے ۔

الائمہ الاربعۃ رضوان اللہ علیہم [1]

یاد رہے اس کتاب کا ترجمہ ملک کے نامور عالم دین علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے "اسلامی عقائد" کے نام سے کیا ہے ۔

۲ ۔ شیخ محمد مالکی کی کتاب الذخائر المحمدیہ کے خلاف شیخ ابوبکر جابر الجزائری نے جب "کمال الامۃ فی صلاح عقیدتھا" تحریر کی تو اس کے جواب میں بحرین کے مشہور عالم شیخ راشد بن ابراہیم المرخی نے " اعلام النبیل بما فی الجزائری من التلبیس والتضلیل " تحریر کی ۔ ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں :-

انی لما نظرت ما فاہ ابوبکر	جب میں نے صاحب ذخائر المحمدیہ پر
الجزائری ومن علی شاکلتہ	ابوبکر الجزائری اور ان کے ہم مسلک
من الانتقاد علی ما افادہ صاحب	علماء کی تنقید اور غیر ذمہ دارانہ باتیں
الذخائر المحمدیہ واجاد	دیکھیں حالانکہ وہ کتاب نہایت ہی
فاذا فیہ من التمویہ ونسبۃ	عمدہ مسائل پر مشتمل ہے تو میں نے
الکلام الی غیر قائلیہ مع ما	محسوس کیا کہ ان لوگوں نے بہت

---

[1] الرد المحکم ۔ ۸

فيه من انواع الالحاد من التميمه والسب وفساد الاعتقاد ما يوجب بطلانه لئلا يغتر بمقاله كل ذي عقل ضعيف وذهن سخيف ومن لم يرسخ في العلم قدمه ولم يميز بين الادله و الشبه فهمه [1]

سی باتیں شیخ کی طرف منسوب کردی ہیں، جو انہوں نے نہیں کہیں۔ شیخ کو سخت و سست بھی کہا ہے۔ اس کا جواب اس لیے ضروری تھا کہ کوئی کمزور عقل اور ناپختہ ذہن ان کی باتوں کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔

۳۔ اس مذکورہ کتاب کا مقدمہ مغرب کے مشہور محدث شیخ السید عبدالعزیز بن محمد بن الصدیق الغماری نے تحریر فرمایا ہے جو پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں انہوں نے نہایت ہی احسن اور علمی انداز میں ابوبکر الجزائری کی خوب خبر لی ہے۔

اس کی ابتداء میں السید محمد علوی مالکی اور ان کی کتاب الذخائر کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اضاع فيها الوقت والمال ابوبكر الجزائري في الرد على فضيلة العلامه المطلع المتقن الشريف الدكتور السيد محمد بن علوي المالكي في كتابه القيم الذخائر المحمديه

ابوبکر الجزائری نے علامہ، مسلّمہ فاضل ڈاکٹر سید محمد بن علوی المالکی کی قیمتی کتاب "الذخائر المحمدیہ" کا رد کرکے وقت اور مال کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اس کتاب کا مواد نہایت ہی خوبصورت ہے۔

---

[1] اعلام النبیل، ۱

الذی جمع فیه ما یشرح قلب المؤمن ویسر صدر المحب الصادق من بعض ما ثبت من کمالات سید الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم التی خصه اللہ تعالیٰ بها دون الانبیاء وفضله بها علی المرسلین من لدن آدم الی عیسٰی علیهم السلام وتلک الکمالات المذکورة فی کتاب الذخائر لیس فیها منکر ولا زور ولا اتی بها السید محمد بن علوی من عنده واخترعها من عقله حتی تقام علیه القیامة فی ذلک ویرمی بالطعون القادحة بسببها بل ذکرها العلماء منذ قرون ودونوها فی کتاب الخصائص [1]

اس سے مومن کا دل کشادگی پاتا ہے، محب صادق کا سینہ سرور وخوشی محسوس کرتا ہے کیونکہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے ایسے فضائل وکمالات عطا فرمائے گئے ہیں جن کی بنا پر آپ کو دیگر تمام انبیاء سے امتیاز بخشا انہیں کمالات میں سے بعض کا ذکر شیخ نے اس کتاب میں کیا ہے۔ ان میں کوئی منکر نہیں اور نہ ہی جھوٹ ہے نہ ہی شیخ نے کوئی بات اپنی طرف سے لکھی اور اختراع کیا ہے کہ ان پر قیامت ٹوٹ پڑے اور طعن وتشنیع سے انہیں زخمی کر دیا جائے۔ یہی تو وہ کمالات ہیں جن کے بارے میں علماء امت نے کتابیں لکھی ہیں۔

[1] ہم۔ مراکش کے نامور محقق عبدالحئی العمروی اور شیخ عبدالکریم مراد نے بھی آپ کے دفاع میں کتاب لکھی جس کا نام "التحذیر من الاعتذار" رکھا۔

---

[1] المقدمہ علی اعلام النبیل

۵۔ شیخ ابوبکر الجزائری نے آپ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتب کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے "جاوا یر کضون" لکھی۔ اس میں انہوں نے خصوصاً مسئلہ توسل کے عدم جواز پر خصوصی گفتگو کی تھی۔ اس کا جواب حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا اور اس کا نام "حول المبحث التوسل" رکھا ——!

تصانیف کی مقبولیت

آپ کی تصانیف کو عالم اسلام کے ہر طبقہ و مسلک کے علماء و عوام میں بہت ہی مقبولیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور سعودیہ کے علاوہ شام، مصر، لبنان، سوڈان، متحدہ عرب امارات، دبئی، پاکستان اور ہندوستان میں بھی شائع ہوتی ہیں۔

اردو تراجم

چونکہ یہ تمام کتب عربی میں ہیں۔ عربی دان حضرات تو ان سے استفادہ کر سکتے تھے مگر اردو جاننے والے حضرات کے لیے ان سے استفادہ دشوار تھا۔ اس لئے حسب ضرورت علماء نے بڑی محنت کے ساتھ بعض کتب کو اردو زبان دی ہے۔ اور اب تک درج ذیل کتب کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ الانسان الکامل

اس کا ترجمہ مکتبہ ضیاء القرآن سے شائع ہوا ہے۔

۲۔ المستشرقون بین الانصاف والعصبیہ

اس کا ترجمہ مستشرقین کا انصاف وتعصب کے نام سے مولانا افتخار احمد قادری رکن المجمع الاسلامی مبارک پور، اعظم گڑھ بھارت نے کہا۔ اور اسی ادارے نے اسے شائع کیا۔

۳ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف

اس کا ترجمہ مولانا محمد لسین مصباحی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور نے کیا ہے۔
پاکستان میں اس کا ترجمہ پروفیسر دوست محمد شاکر نے کیا اور شرکت حنفیہ نے شائع کیا۔

۴۔ الدعوۃ الاصلاحیۃ

اس کا ترجمہ پروفیسر مولانا اسرار الحق نعیمی رکن مجمع الاسلامی مبارکپور نے کیا ہے۔

۵۔ ذکریات ومناسبات

اس کتاب کا ترجمہ مولانا افتخار احمد قادری رکن المجمع الاسلامی مبارکپور نے کیا ہے۔

۶۔ ادب الاسلام فی نظام الاسرۃ

اس کا ترجمہ "اسلام کا معاشرتی نظام" کے نام سے مکتبہ ضیاء القرآن نے شائع کیا ہے۔

۷۔ مفاھیم یجب ان تصحح

اس کا ترجمہ مکتبہ ضیاء القرآن کے ہاں زیر طبع ہے۔

اس کتاب کے ایک باب "مفہوم التوسل" کا نہایت ہی نفیس ترجمہ علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی نے کیا جو قسط وار ماہنامہ ضیائے حرم میں شائع ہوا۔ اب اسے یکجا کتابی صورت میں مکتبہ القمر انٹرپرائزز لاہور نے شائع کیا ہے۔

۸۔ شفاء الفؤاد بزیارۃِ خیر العباد

کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنا پیارا محبوب مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا۔ آپ کے ذریعے سیدھے راستے کی راہنمائی فرمائی۔ ہمیں آپ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کا حکم دیا۔ ہر مومن پر یہ فرض کر دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات، والدین اور دوست و احباب سے محبوب سمجھے۔ اس نے آپ کی اتباع کو اپنی محبت اور قرب کا ذریعہ بنا دیا۔ آپ کی اطاعت کو شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت کا قلعہ قرار دیا۔ آپ کا ذکر بلند کیا۔ اور اپنی کتاب قرآن مجید میں آپ کی ثنا کی۔ آپ تمام مخلوق سے بہتر اور تمام ذریتِ آدم میں افضل، متقین کے امام، انبیاء کے خاتم، روزِ قیامت تمام لوگوں کی نمائندگی فرمانے والے، پریشانی کے وقت خوشخبری دینے والے، لوائے حمد کے مالک، صاحبِ مقامِ محمود، آپ کی کنیت ابوالقاسم اور اسم گرامی محمد بن عبداللہ ہے۔ ہمیشہ نہ ختم ہونے والی رحمت کا نزول آپ پر، آپ کی آل۔ اصحاب۔ دیگر انبیاء اور رسولوں پر اور اللہ کے تمام صالحین بندوں پر ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ــــ تمام مخلوق سے افضل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے بارے میں، چند مباحث ہیں جو اس موضوع پر نہایت ہی لطیف اور علمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سی خدمت کو قبول فرماتے ہوئے اسے اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ وہی ذات دعا قبول کرنے والی اور قادرِ مطلق ہے۔

الحمد للہ رب العالمین۔

راقم، السید محمد بن علوی بن عباس المالکی الحسنی

باب (۱)

زیارتِ نبوی پر کتاب و سنّت کے دلائل

زیارتِ نبوی اور قرآن

تمام دلائلِ شرعیہ کتاب وسنّت، اجماع وقیاس اس امر پر متفق ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضری مستحب ہے اور آپ کی شفاعت کے حصول کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں صاحبِ بصیرت کے لیے اس موضوع پر سب سے واضح یہ آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اگر لوگ اپنی جانوں پر (گناہ کی وجہ سے) ظلم کریں تو وہ آپ کی خدمت میں آجائیں۔ اللہ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کی سفارش فرمادیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

اس آیتِ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جب لوگ گناہوں کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو ان کی معافی، قبولِ توبہ اور رحمتِ الٰہی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر تائب ہوں۔ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ اگر وہ آپ کے پاس بخشش طلب کرتے ہوئے آگئے اور آپ نے ان کی بخشش کی سفارش بھی کردی تو وہ اللہ سے اپنا مدعیٰ اور مقصود پالیں گے۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے) اس معافی نامے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صرف ان گنہگاروں کی طلبِ بخشش پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کو مقید کر دیا اس بات کے ساتھ کہ ان کی طلبِ بخشش پر محبوب کریم ان کی بخشش کی سفارش کریں تو تب معافی ملے گی۔ یہ بات واضح طور پر آپ کی خدمت میں حاضری کے کمالِ فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ زیارتِ نبوی ہر شخص کے لیے فضیلت کا درجہ رکھتی ہے خواہ وہ قریب کا رہنے والا ہو یا دور کا۔ حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں کوئی تفریق نہیں کیونکہ جس شخص نے آپ کی بعد از وصال زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے ظاہری حیات میں زیارت کی۔ اس آیتِ مبارکہ نے واضح طور پر لوگوں کو ترغیب اور کامل شوق دلایا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں خواہ اس کے لیے انہیں کتنا سفر کرنا پڑے۔

اگرچہ اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول خاص واقعہ سے متعلق ہے مگر اصول یہ ہے کہ خاص واقعہ کا نہیں بلکہ عمومِ الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ گویا ہر شخص جسے حاضری اور استغفار نصیب ہوئی خواہ وہ کسی جگہ سے اور کسی وقت ہو اسے اللہ کی رحمت اور بخشش ضرور حاصل ہوگی۔

۲۔ دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا	وہ شخص جو اپنے گھر سے اللہ اور
اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ	اس کے رسول کی طرف ہجرت کے
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ	ارادے سے نکلا اور پھر اسے موت
عَلَى اللّٰهِ۔	نے پالیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

اس آیت میں اگرچہ زیارتِ نبوی کی تصریح نہیں ہے، اللہ اور اس کے محبوب کی طرف ہجرت کا ذکر ہے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری

خصوصاً دور سے سفر کر کے آنا اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت نہیں تو اور کیا ہے؟ تو جو شخص بھی آپ کی زیارت کے ارادے سے آئے گا وہ اس آیتِ کریمہ کے حکم میں داخل ہوگا یعنی اگر اسے راستے میں موت آگئی تب بھی اللہ اس کو اجر عطا فرمائے گا۔

اب ہم یہاں سورۃ النساء کی آیت کے بارے میں مسلّمہ مفسّرین کی آراء کا تذکرہ کرتے ہیں:

آیتِ مذکورہ اور امام قرطبیؒ

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ امام ابو صادقؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تدفین سے فارغ ہو چکے تو ایک اعرابی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لیے آیا جب اُسے آپ کے وصال کی اطّلاع ہوئی تو اس نے اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے رونا شروع کر دیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ــ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ آپ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

قد ظلمت نفسی و جئتک	میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔
تستغفر لی فنودی من	آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ
القبر انہ قد غفر لک[1]۔	میری بخشش کے لیے اللہ کے حضور

سفارش فرما دیں۔ اس پر قبر انور سے آواز آئی "اے اعرابی اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف فرما دیا۔"

---

[1] الجامع لاحکام القرآن۔

امام ابن کثیرؒ اور تفسیر آیت

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت بیان کرتے ہیں کہ امام عتبیؒ سے منقول واقعہ بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے حتیٰ کہ شیخ ابو منصور الصباغ نے اپنی کتاب الشامل میں اسے ذکر کیا۔ امام عتبیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس حاضر تھا۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْ الآیۃ سن رکھا ہے۔ وقد جئتك مستغفراً الذنبی مستشفعاً بكَ اِلیٰ ربی۔ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے آپ کو بارگاہ ایزدی میں شفیع بنانے کے لیے آیا ہوں۔

اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه　　فطاب من طیبهن القاع والاکم

اے ساری مخلوق سے بہتر، مٹی میں دفن ہوا جن کا جسم پس ان کی خوشبو سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه　　فیه العفاف وفیه الجود والکرم

میری جان فدا ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔ اس میں پاکیزگی اور اس میں سخاوت و شرافت ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں مجھے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یاعتبی الحق الاعرابی فبشره　　اے عتبی اس اعرابی کو مل کر خوشخبری

ان اللہ قد غفرله [1]　　سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے

---

[1] ابن کثیر

امام خازنؒ اور تفسیرِ آیت

شیخ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف خازن اپنی تفسیر میں حضور علیہ السلام کی عظمت شفاعت کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب استغفرت لھم (تو ان کے لیے بخشش طلب کرے) کے بجائے غیبت استغفر لھم الرسول (ان کے لیے رسول سفارش کرے) کا طریقہ اپنا کر واضح کر دیا کہ حضور علیہ السلام کا سفارش کرنا اللہ کے ہاں نہایت ہی قابل تعظیم واحترام ہے۔

یعنی گنہ گار ایسی ہستی کے ہاں آئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے منتخب فرمایا، اپنے اور بندوں کے درمیان وسیلہ کے درجے پر فائز فرمایا جو شخصیت اس مقام پر فائز ہو اس کی شفاعت و سفارش کبھی رد نہیں ہوتی [1]

مفتی مکۃ المکرمہ کی وضاحت

مفتی مکۃ المکرمہ شیخ جمال بن عبد اللہ شیخ عمر اس آیتِ مبارکہ سے زیارتِ روضۂ رسول پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علماءِ امت نے تصریح کی ہے:

کہ یہ حکم ہر امتی کے لیے ہے اور حاضری دینے والے کے لیے بخشش مانگتے ہوئے اس آیت کریمہ کی تلاوت مع حکایت عتبیؒ مستحب ہے جسے تمام مصنفین اور مؤرخین نے مناسک میں ذکر کیا ہے اور جاؤکَ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے اس طرح عموم پر دلالت کرتا ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا مطالبہ کر رہی ہے خواہ زائر قریب ہو یا دور۔ خواہ اسے سفر کرنا پڑے یا نہ کرنا پڑے [2]

---

[1] الخازن، ۱: ۵۵۵ [2] نفحات الرضا والقبول بزیارۃ سیدنا الرسول، ۶

باب (۲)

زیارتِ نبوی اور احادیث

حدیث لاتشدالرحال کی تشریح

ارشادِ نبوی ہے :

لاتشدالرحال الا الی ثلاثۃ	ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی
مساجد المسجد الحرام	طرف سفر نہ کرو ــــ مسجد حرام، میری
و مسجدی ھذا والمسجد	مسجد اور مسجد اقصیٰ ۔
الاقصیٰ	

بعض لوگوں نے اس حدیث سے زیارتِ نبوی کے لیے سفر حرام قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سفر، سفرِ معصیت ہے حالانکہ یہ استدلال قطعاً غلط اور فہمِ باطل پر مبنی ہے ۔ آپ اس کی تشریح میں ملاحظہ کریں گے کہ اس حدیث کا زیارتِ نبوی کے لیے سفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث میں استثناء کا اسلوب اختیار کیا گیا جس کا تقاضا مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں کا وجود ہوتا ہے ۔ مستثنیٰ سے مراد وہ شے ہے جو الا کے بعد ہو اور الا کا ماقبل مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے ۔ الغرض استثناء کے لیے دو چیزوں (مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ) کا ہونا ضروری ہے خواہ لفظاً ہوں یا تقدیراً اور یہ بات نحو کے مسلّمہ اصولوں میں سے ہے ۔

اس اصول کے تحت جب ہم اس حدیثِ مذکور پر غور کرتے ہیں تو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں مستثنیٰ "ثلاثۃ" کا ذکر ہے مگر "مستثنیٰ منہ" کا الفاظ میں ذکر نہیں لہٰذا اسے پوشیدہ ماننا ضروری ہے ۔

اگر ہم یہاں لفظ "قبر" کو مستثنیٰ منہ قرار دیتے ہوئے مقدر مان لیں تو عبارتِ حدیث یوں ہوگی :

لاتشدالرحال الی قبر الا الی	تین مساجد کے علاوہ کسی قبر کی طرف

ثلاثۃ مساجد۔ سفر نہ کرو۔

لفظِ قبر کا مقدر ماننا نظمِ کلام اور بلاغتِ کلامِ نبوی کے منافی ہے کیونکہ اس صورت میں مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے تحت داخل نہیں حالانکہ اصل یہی ہے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ کسی عالم کا دل ایسی عبارت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے کو ہرگز پسند نہیں کرے گا اور اس کے ساتھ لفظ قبر کا مستثنیٰ منہ بنانا اصل کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا لفظِ قبر مستثنیٰ منہ نہیں بن سکتا یا ہم یہ فرض کریں کہ یہاں مستثنیٰ منہ لفظ "مکان" ہے۔ اس تقدیر پر حدیث رسول یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مکان الا الی ثلاثۃ مساجد۔ ان تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کی طرف سفر جائز نہیں۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بھی تجارت، علم یا کسی اور خیر کے لیے سفر کر ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ یہ بات صریح البطلان ہے۔

تقدیر مستثنیٰ منہ کی تین صورتیں

الغرض حدیث میں مستثنیٰ کا ذکر ہے۔ مستثنیٰ منہ کا نہیں۔ لہٰذا یہاں مستثنیٰ منہ کا مقدر ماننا لازمی ہے۔ یہاں مستثنیٰ منہ تین چیزیں بن سکتی ہیں، چوتھی کا کوئی امکان نہیں۔

۱۔ یہاں لفظِ قبر مقدر مانا جائے۔ اب عبارت یوں ہوگی: لا تشد الرحال الی قبر الا الی ثلاثۃ مساجد۔ جو لوگ زیارتِ نبوی کے لیے سفر کو حرام کہتے ہیں ان کے نزدیک لفظ قبر ہی یہاں مقدر ہے۔ حالانکہ یہ تقدیر ہر اس شخص کے ہاں قابلِ قبول نہیں جو عربی کے ساتھ ادنیٰ سا تعلق رکھتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کلام کی نسبت اس ذات کی طرف کی جائے جو افصح العرب ہے۔ حاشا وکلا ایسی شخصیت ایسے گرے ہوئے اسلوب کو کیسے پسند کر سکتی ہے۔

۲۔ یہاں لفظ عام "مکان" مقدر مانا جائے۔ یہ بھی غلط ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں۔

۳۔ حدیث میں مستثنیٰ منہ مقدر لفظ "مسجد" ہے۔ اب حدیث یوں ہوگی :

لا تشد الرحال الی مسجد ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد
الا الی ثلاثۃ مساجد۔ کی طرف سفر جائز نہیں۔

اس صورت میں کلام کا حسن تمام اور اسلوب فصیح ہو جاتا ہے۔ پہلی دونوں صورتوں کی کمزوری بھی اس کے مقابلے میں واضح ہو جاتی ہے۔ روحِ نبوّت چمک اٹھتا ہے اور قلبِ سلیم اس کلام کو حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے میں اطمینان پاتا ہے۔

مستثنیٰ منہ کی حدیث میں تصریح

یہ تمام بحث اس صورت پر ہے جب کسی دوسری روایت میں مستثنیٰ منہ کی تصریح نہ ہو اور اگر ایسی کوئی روایت موجود ہو تو اس کے ہوتے ہوئے کسی صاحبِ دین کے لئے گنجائش نہیں کہ وہ فرضِ محض کے طور پر ایسی چیز مقدّر مانے جو کلامِ فصیح کے منافی ہو۔

الحمدللہ درج ذیل احادیثِ معتبرہ میں مستثنیٰ منہ کی تصریح موجود ہے۔

۱۔ مسند احمد میں شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ میں نے ابو سعید سے سنا جب ان کے ہاں کوہ طور کے پاس نماز ادا کرنے کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا : رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

لا ینبغی للمصلی ان یشد کسی نمازی کے لیے یہ جائز نہیں
رحالہ الی مسجد تبتغی فیہ کہ نماز کے لیے کسی مسجد کا سفر

الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجدی۔	کرے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

حافظ ابنِ حجرؒ شہر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس میں کچھ ضُعف ہے مگر یہ حسن الحدیث ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں :

لاینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلاۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا[1]	کسی سوار کے لیے جائز نہیں کہ ثواب کی خاطر کسی مسجد کا سفر کرے ماسوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں، میری یہ مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔

احق المساجد ان یزار و تشد الیہ الرواحل المسجد الحرام و مسجدی و صلوۃ فی مسجدی افضل من الف صلوۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام[2]	مسجد حرام اور میری مسجد اس لائق ہیں کہ ان کی زیارت کی جائے اور ان کی طرف سفر کیا جائے۔ میری مسجد میں نماز کا ثواب دیگر مساجد کے لحاظ سے ہزار نماز سے افضل ہے، البتہ یہ حکم مسجد حرام کے علاوہ کا ہے۔

ان روایات سے واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد امت پر یہ واضح کرنا

---

[1] مسند احمد

[2] مسند بزار

تھا کہ ان تین کے علاوہ باقی تمام مساجد مساوی ہیں لہٰذا کسی کی طرف سفر کی مشقت اٹھانا بے فائدہ ہے ۔ ہاں ان تین مساجد کو دوسروں پر فضیلت ہے ۔ اس حدیث میں قبور کی طرف سفر زیرِ بحث ہی نہیں ۔ اب اتنے واضح شواہد کے بعد اس حدیث میں مقابر کو زیرِ بحث لانا گویا حضور کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ہے جو کسی مسلمان کے لیے مناسب نہیں ۔

زیارتِ نبویؐ یہاں اس لیے بھی زیرِ بحث نہیں آسکتی کہ اس کا تو احادیث میں مطالبہ کیا گیا ہے ۔ اکثر علماء نے کتبِ مناسک میں زیارتِ نبویؐ کو مستحب لکھ کر بہت سی احادیث کا تائیداً ذکر کیا ہے ۔ ہم بھی ان میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

احادیثِ زیارت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے یہ چار روایات مروی ہیں :

۱ ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من زار قبری وجبت له شفاعتی ۔[1]	جس نے میری قبرِ انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی ۔

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابراہیم الغفاری ضعیف راوی ہے ۔

۲ ۔ دوسرے مقام پر فرمایا :

من جاءنی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون له شفیعًا یوم	جو شخص زیارت کے لیے آیا اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ تھی تو مجھ پر لازم ہوگیا کہ قیامت کے

---

[1] مسند بزار

القیامۃ ۔[1] روز اس کی شفاعت کروں ۔

اس کی سند میں مسلمہ بن سالم ضعیف ہیں ۔

۳۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من حج فزار قبری فی	وہ شخص جس نے حج کیا اور بعد از
وفاتی کان کمن زارنی فی	وصال میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس
حیاتی [2]	نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی ۔

اس کی سند میں حفص بن ابی داؤد ہیں ۔ امام احمد نے ان کی توثیق کی مگر بعض ائمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ۔

۴۔ ایک مقام پر آپ نے فرمایا :

من زار قبری بعد موتی	جس شخص نے بعد از وصال میری قبر
کان کمن زارنی فی حیاتی [3]	انور کی زیارت کی گویا اس نے ظاہری حیات
	میں میری زیارت کی ۔

اس کی سند میں عائشہ بنت یونس ہے لیکن میں ان کے حالات سے آگاہ نہیں ہو سکا [4]

امام نوویؒ الایضاح میں نقل کرتے ہیں کہ امام بزارؒ اور امام دارقطنیؒ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا :

من زار قبری وجبت لہ	جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس
شفاعتی	کے لیے میری شفاعت ثابت ہو گئی ۔

---

[1] الطبرانی فی الاوسط والکبیر
[2] الطبرانی فی الاوسط والکبیر
[3] الطبرانی فی الصغیر والاوسط
[4] کذا فی مجمع الزوائد ، ۴ : ۲

علامہ ابن حجر الہیتمیؒ الایضاح کی اس عبارت پر لکھتے ہیں کہ اس روایت کو ابن خزیمہؒ نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام عبدالحقؒ، امام تقی السبکیؒ اور محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کی صحت کا قول کیا ہے۔ البتہ امام ذہبیؒ کا قول کہ اس روایت کی تمام سندیں کمزور ہیں ہاں بعض، بعض کی تقویت کا باعث ہیں علماء کے مذکورہ قول کے منافی نہیں۔

امام دارقطنیؒ۔ طبرانیؒ اور ابن السبکیؒ نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے ان الفاظ میں روایت کیا:

من جاءنی زائرًا لا تحمله	جو شخص میری زیارت کے لیے آیا،
حاجة الا زیارتی کان حقًا	میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت
علی ان اکون له شفیعًا یوم	نہ تھی تو مجھ پر لازم ہے کہ قیامت کے
القیامة۔	دن اس کی شفاعت کروں۔

دوسری روایت میں آخری الفاظ یوں ہیں:

کان له حقًا علی الله	اللہ تعالیٰ پر اس کا یہ حق ہے کہ میں
عزوجل ان اکون له شفیعًا	قیامت کے روز اس کا شفیع بنوں۔
یوم القیامة۔	

"لا تحمله حاجة الا زیارتی" (میری زیارت کے علاوہ اسے کوئی حاجت وضرورت نہ ہو) سے مراد یہ ہے کہ زائر ان تمام اشیاء سے اجتناب کرنے والا ہو جن کا زیارت سے تعلق نہیں۔ رہ گئی وہ اشیاء جن کا تعلق زیارت سے ہے مثلاً مسجد نبوی میں اعتکاف، کثرتِ عبادت، زیارتِ صحابہ اور دیگر مندوبات تو ان سے اجتناب ضروری نہیں کیونکہ یہ حصولِ شفاعت کے منافی نہیں۔ اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ زائر زیارتِ نبوی کے ساتھ ساتھ مسجدِ نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کی ادائیگی

کی نیت بھی کرے امام نووی نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔

حدیثِ مذکور میں جس طرح زیارت کا حکم ظاہری حیات میں ہے اسی طرح بعد از وصال بھی ہے۔ اسی طرح یہ حکم مرد و عورت دونوں کو شامل ہے خواہ وہ آپ کے قریب رہنے والا ہوں یا دور۔ پھر آپ کی زیارت کے لیے سفر کا استحباب بھی اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ذرائع و وسائل کا حکم ان کے مقاصد کا ہی ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی	جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا
الا رد اللہ علی روحی حتی	ہے تو اللہ مجھ پر میری روح طیبہ کو لوٹا
ارد علیہ السلام [1]	دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سلام کا
	جواب دیتا ہوں۔

کتنی بڑی عظمت و فضیلت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سلام دینے والے کا جواب عنایت فرمائیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ دیگر انبیاء کی طرح مزارِ اقدس میں زندہ ہیں اور حدیث مرفوع ہے:

الانبیاء احیاء فی قبورھم	انبیاء قبور میں زندہ ہیں، نماز ادا
یصلون	کرتے ہیں۔

روحِ طیبہ لوٹانے سے مراد جواب دینے کے لیے قوتِ نطق عطا کیا جانا ہے۔

ملا علی قاریؒ حدیث ابن عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اسے ابن خزیمہؒ، بزارؒ اور طبرانیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے کئی طرق اور اسناد ہیں جن کے پیش نظر

---

[1] ابوداؤد

امام ذہبیؒ نے اسے حسن قرار دیا، اسے امام دارقطنیؒ وغیرہ نے روایت کیا۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی صحت کا قول کیا ہے [1]

الغرض احادیثِ زیارت متعدد طرق سے مروی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ امام مناویؒ نے حافظ ذہبیؒ سے اسی طرح نقل کیا ہے [2] بالخصوص امام سبکیؒ، ابن السکنؒ، حافظ عراقیؒ، قاضی عیاضؒ شفاء میں، ملا علی قاریؒ اور خفاجی نے شرحِ شفاء میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا یا اس کی صحت نقل کی ہے [3]

یہ تمام علماء حفاظ و ائمہ حدیث ہیں۔ اصولیین و محدثین کے نزدیک یہ مسلّمہ اصول ہے کہ حدیث ضعیف پر اگر مجتہدین عمل کریں اور اس کے مطابق فتویٰ دیں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کی صحت و قبولیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ائمہ اربعہ امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور تمام سرکردہ علماء نے زیارتِ نبوی کے استحباب کا قول کیا ہے اور ان کا یہ قول ان سے منقول فقہ کی تمام کتب میں موجود ہے۔

امام سبکیؒ کی تحقیق

حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت " من زار قبری وجبت له شفاعتی " کے بارے میں امام سبکیؒ لکھتے ہیں: اسے دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا۔ اس کی متعدد سندیں ہیں۔ ان تمام میں ایک راوی موسیٰ بن ھلال العبدی ہے۔ ان کے علاوہ تمام رواۃ عبیداللہ بن عمر، نافع اور ابن عمر کے ثقہ ہوتے میں کوئی شک نہیں۔ رہ گئے

---

[1] شرح الشفاء، ۲ : ۸۴۲

[2] فیض القدیر، ۶ : ۱۴۰

[3] نسیم الریاض، ۳ : ۵۱۱

موسیٰ بن ھلال تو امام ابنِ عدی کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے :

ارجو انه لا باس به فقد	میں امید کرتا ہوں کہ اس کی احادیث
روی عنه احمد بن حنبل	قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں امام
وجماعة و روایة احمد	احمد اور ایک جماعت نے ان سے
عنه تکفی فی توثیقه و	روایت کی ہے ۔ توثیق کے لیے امام
احمدُ لم یکن یروی الا	احمد کا روایت کرنا ہی کافی ہے کیونکہ
عن ثقة ۔	وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں ۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ حدیث کم از کم درجہ حسن پر فائز ہے ۔ امام ذہبیؒ کی رائے میں اس کی تمام اسناد کمزور ہیں مگر بعض، بعض کو تقویت پہنچاتی ہیں ۔

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابوبکر البزارؒ نے اپنی مسند میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ عبدالرحمٰن بن زید اپنے والد گرامی کے حوالے سے حضرت ابنِ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من زار قبری حلت له	جس نے میری قبر انور کی زیارت
شفاعتی ۔	کی اس کے لیے میری شفاعت
	ثابت ہو گئی ۔

عبدالرحمٰن بن زید (جو کہ ضعیف ہیں) نے موسیٰ بن ھلال کی تائید کی ہے ۔

امام طبرانی نے معجم کبیر، دارقطنی نے امالی، ابوبکر بن اصقری نے معجم، حافظ سعید بن السکن البغدادی نے اپنی کتاب سنن الصحاح المأثور عن رسول اللہ میں یہ روایت بھی ان الفاظ میں حضرت ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من جاءنی زائرًا لا تعمله حاجة الاّ زیارتی کان حقًا علی ان اکون شفیعًا یوم القیامة ۔

جو شخص میری زیارت کے لیے آیا۔ میری زیارت کے علاوہ اسے اور کوئی حاجت نہ تھی تو مجھ پر یہ لازم ہے کہ روزِ قیامت اس کی شفاعت کروں۔

ابن السکنؒ نے اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اس میں سنن صحیحہ کو ہی جمع کیا ہے۔ ابن السکنؒ متفقہ طور امام الحدیث، حافظ الحدیث، کثیر الحدیث اور نہایت ہی ثقہ ہیں۔

امام دارقطنیؒ کے نزدیک مذکورہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

من جاءنی زائرًا لم تنزعه حاجة الا زیارتی کان حقًا علی ان اکون له شفیعًا یوم القیامة۔

وہ شخص جو میری زیارت کے لئے آیا اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ تھی تو مجھ پر لازم ہے کہ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں

امام طبرانیؒ اور دارقطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی

جس شخص نے حج کیا، میری قبر انور کی بعد از وصال زیارت کی تو گویا اس نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

امام بیہقیؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا:

من حج فزار قبری بعد موتی کمن زارنی فی حیاتی وصحبنی۔

جس شخص نے حج کیا میری قبر انور کی بعد از وصال زیارت کی گویا اس نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی اور صحبت پائی۔

اور کہا کہ اس کی سند میں حفص بن سلیمان ضعیف راوی ہیں۔ انہوں نے تفرد سے کام لیا

ہے۔ حافظ ابنِ عساکرؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

دیگر احادیث

زیارتِ نبوی کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ بعض ان میں ضعیف ہیں اور بعض اس سے بھی اقل درجہ کی ہیں لیکن انہیں بطور استشہاد پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام احادیث کے بارے میں علماء نے کتبِ حدیث میں خوب تحقیق سے کام لیا ہے۔ خصوصاً امام سبکیؒ نے شفاء السقام میں۔ یہ کتاب اس موضوع پر اصل کا درجہ رکھتی ہے۔

ان احادیث میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج البیت ولم یزرنی — جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور

فقد جفانی۔ — میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

ابنِ عدی نے الکامل میں نقل کرکے کہا کہ یہ غریب ہے۔ نعمان ابن شبل امام مالکؒ سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

امام دارقطنی نے روایت کرکے کہا کہ اس میں یہ شخص متفرد ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔

۲۔ آلِ عمر میں سے ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا:

من زار قبری او من زارنی کنت — جس نے میری قبر انور کی زیارت کی میں

لہ شفیعًا او شہیدًا — اس کا شفیع ہوں گا۔

اسے امام ابوداؤد طیالسیؒ نے مسند میں اور امام بیہقیؒ اور امام ابنِ عساکرؒ نے روایت کیا ہے۔

۳۔ آلِ خطاب میں سے ایک اور شخص نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیامة ۔ جس نے عمداً میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا۔

عقیلی نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔

۴ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ۔ جس شخص نے بعد از وصال میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

احادیثِ زیارت اور مُصنّف کی شاندار تحقیق

اب مصنّف شیخ محمد علوی مدظلہ زیارت اقدس کے باب میں مروی احادیث کی ہمتال تحقیق اور ان کے بارے میں مخالفین کی جانب سے وارد شدہ اعتراضات کا محاسبہ کرتے ہیں:

من زار قبری وجبت له شفاعتی

یہ حدیث امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن جلد ۲ صہ ۲۷۸، اسی سند سے قاضی عیاضؒ نے الشفا جلد ۲ صہ ۸۳، حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں صہ ۱۴۸، عقیلیؒ نے الضعفا جلد ۴ صہ ۱۷، دولابیؒ نے الکنیٰ جلد ۲ صہ ۶۴ میں درج کی ہے۔

امام خفاجیؒ نے شرح شفاء جلد ۳ صہ ۵۱۱ پر تحریر کیا ہے کہ امام ذہبیؒ نے روایت کر کے اسے حسن قرار دیا۔ یاد رہے زیارت نبوی کے باب میں جتنی احادیث ہیں ان میں سے یہ احسن ہے۔

بعض لوگوں نے اس حدیث میں تین علّتیں بیان کی ہیں۔ حالانکہ اہلِ فن کے ہاں ان میں سے کوئی بھی علّت نہیں۔ تاہم ان کا جواب ضروری ہے۔

۱۔ اس کی سند میں موسیٰ بن ھلال العبدی ہے۔ امام ابو حاتم کی رائے میں وہ مجہول ہے اور عقیلیؒ کے نزدیک اس کی موافقت کسی نے نہیں کی۔

۲۔ امام ذہبیؒ کی رائے اس حدیث کے بارے میں یہ ہے کہ یہ موسیٰ کی مناکیر میں سب سے بڑھ کر ہے۔

۳۔ اس حدیث کے ایک راوی کے بارے میں اختلاف ہے کہ کون ہیں؟ کیا وہ عبیداللہ بن عمر جو کہ ثقہ ہیں یا عبداللہ ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

پہلا اعتراض کہ امام ابو حاتمؒ نے راوی کو مجہول قرار دیا، ہرگز قابل توجہ نہیں۔ اعتراض کرنے والا شخص ابو حاتمؒ کے کسی شخص کو مجہول قرار دینے کے طریق سے جاہل ہے۔ دیگر اہلِ فن کے مجہول اور ابو حاتمؒ کے مجہول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی کتب کا مطالعہ کرے تو یہ فرق واضح ہو جائے گا۔ اسی لیے امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں لکھا کہ ابو حاتم نے بخاری و مسلم کے مسلمہ رواۃ میں سے نو کو مجہول قرار دے دیا بلکہ بدری صحابہ اور تابعین میں بہت سے ائمہ اور اہلِ علم کو بھی مجہول کہہ دیا۔

صحابہ میں سے جن کو مجہول قرار دیا وہ یہ ہیں :۔

حضرت مدلاج بن عمرو السلمی البدری، حضرت زیاد ابن جاریہ رضی اللہ عنھما

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت زیاد ابن جاریہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ صحابی رسول ہیں اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

من سأل وله ما يغنيه[1] جس شخص نے سوال کیا حالانکہ اس کے

---

[1] تہذیب التہذیب : ۳، ۳۰۸

پاس اتنا تھا جس سے وہ مستغنی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح امام ابو نعیمؒ اور ابن ابی عاصمؒ نے ان کی صحابیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ابو حاتمؒ نے بہت سے صحابہ کو مجہول کہہ دیا ہے۔

تابعین میں سے ان حضرات کو ابو حاتمؒ نے مجہول کہا:

حضرت صالح بن جبیر الصدائی ابو محمد الازدی

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں یہ شعبہ خراج کے انچارج تھے۔ امیر المؤمنین ان کے بارے میں کہا کرتے تھے:

وليناصالحاً فوجدناه كاسمه — ہم نے والی مقرر کیا ہے پس ہم نے اسے اسم بامسمیٰ پایا۔

امام ابن معینؒ اور دیگر محدثین نے ان کو ثقہ کہا مگر ابو حاتمؒ نے انہیں مجہول قرار دیا۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور قاضی عیاضؒ حضرت عبداللہ بن غانم القاضی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن یونس ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ثقہ اور نہایت ہی مضبوط راوی ہیں۔ ابو حاتمؒ نے عدم معرفت کی وجہ سے انہیں مجہول قرار دے دیا۔

حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ ابو حاتمؒ کا کسی شخص کو مجہول کہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس سے ایک ہی آدمی نے روایت کیا ہے۔ اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ رواد بن یزید الثقفی کو ابو حاتمؒ نے مجہول قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ابو حاتمؒ ایسے شخص کو مجہول کہہ دیتے ہیں جس سے متعدد ثقات نے روایت کیا ہوتا ہے جس طرح عبدالرحیم بن کرم کے بارے میں مسلّم ہے کہ ان سے بہت سے ثقہ نے روایت کیا مگر ابو حاتمؒ نے

---

[1] تہذیب التہذیب، ۴، ۲۳۶

انہیں مجہول کہہ دیا۔

اس تمام گفتگو سے واضح ہوگیا کہ ابو حاتم کا موسیٰ بن ھلال العبدی کو مجہول قرار دینا اس روایت کے لیے اس طرح نقصان دہ نہیں جس طرح بخاری و مسلم کے رواۃ کو مجہول قرار دینا نقصان دہ نہیں اور پھر خصوصاً حافظ ذہبیؒ نے ابو حاتم کا تعاقب بھی کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

باقی عقیلی کا "لا یتابع علیہ" کہنا بھی قابلِ استدلال نہیں کیونکہ عقیلی کی کتاب کا حافظ ذہبیؒ نے میزان میں یہ کہتے ہوئے رد کر دیا ہے کہ اس میں عدمِ عدل اور عدمِ ورع سے کام لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں امام بخاریؒ کے اساتذہ اور بخاری و مسلم کے مسلّم رواۃ کو ضعفاء میں شامل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً علی بن عبداللہ المحافظ کو عقیلیؒ نے ضعفاء میں شمار کیا ہے (حالانکہ وہ ثقہ ہیں) حافظ ذہبیؒ اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فبئس ما صنع نعم جنح	ان کا عمل بہت ہی برا ہے ہاں علی بن
الی ابن ابی داؤد و الجھمیه	عبداللہ کا ابن ابی داؤد اور فرقہ جہمیہ
وحدیثه مستقیم ان	کی طرف میلان تھا۔ مگر ان سے مروی
شاء اللہ۔ [1]	حدیث قوی ہے۔

آگے چل کر عقیلیؒ پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں اس اصول کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص ثقہ ہوتا ہے نہ وہ ایسی غلطی کرتا ہے اور نہ ایسے تفرد سے کام لیتا ہے جس کو رد کر دیا جائے بلکہ ثقہ جب روایتِ حدیث میں تفرد سے کام لیتا ہے تو وہ اپنے مرتبے اور علمِ حدیث میں مہارت کی وجہ سے اعلیٰ و اکمل ہوگا۔ اصحابِ رسول کو لیجئے ان میں کبار و صغار سبھی ہیں اور ہر ایک نے روایتِ سنّت میں انفراد کا عمل اپنایا ہے کیا ان کی

---

[1] میزان الاعتدال: ۳، ۱۳۸

روایات کو اس انفراد کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا؟ اسی طرح تابعین، تبع تابعین میں سے ہر اہل علم کے پاس ایسی روایات تھیں جو دوسرے کے پاس نہ تھیں تو کیا ان کی روایات قابلِ قبول نہ ہوں گی؟

پس اصول یہ ہے کہ جب ثقہ، متقن تفرد سے کام لے تو اس سے مروی حدیث صحیح غریب قرار پائے گی اور صدوق یا اس سے کم درجہ کا راوی تفرد کرے تو اس کی روایت منکر ہو گی پس اشیاء کو عدل و ورع کے ساتھ پرکھنا چاہیئے۔ [1]

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں ثابت بن عجلان کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ عقیلی نے ان کے بارے میں "لا یتابع علیہ" کا قول کیا ہے۔ شیخ ابوالحسن القطان نے عقیلی کا تعاقب کیا ہے

ان ذلک لا یضرہ الا اذا	یہ قول ثابت کے لیے نقصان دہ
کثرت منہ المناکیر و	نہیں ہاں جب اس کی مناکیر اور ثقہ
مخالفۃ الثقات۔ [2]	کی مخالفت کثرت کے ساتھ ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب

امام ذہبیؒ کا قول انکر ما عندہ ھذا الحدیث (یہ اس کی مناکیر میں سے بڑھ کر ہے)۔ اس روایت کو قابل رد نہیں بناتا بلکہ جیسا کہ ابھی سابقہ گفتگو میں گزرا ہے کہ صدوق یا اس سے کم درجے کا راوی تفرد سے کام لے تو اس کی روایت منکر ہو گی۔ اس اصول کے ذریعے امام ذہبیؒ نے موسیٰ بن ھلال کی روایت کی توثیق و تصحیح

---

[1] میزان الاعتدال: ۳، ۴۰۱

[2] مقدمہ فتح الباری۔

کر دی ہے ۔ گویا یہ منکر ہے مگر ضعیف نہیں کیونکہ علماء حدیث کا طریقہ ہے کہ وہ ثقہ کی مناکیر کا ذکر بغیر تضعیف کے کرتے ہیں بلکہ صحاح میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم یہاں تین مثالوں کے ذریعے یہ بات واضح کرتے ہیں ۔

پہلی مثال

صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ایک عبدالرحمٰن ابن ابی الموال ہیں ۔ شیخ ابن عدیؒ نے الکامل میں لکھا ہے کہ ابن ابی عصمۃ نے ابوطالب کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے عبدالرحمٰن ابن ابی ال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ان کی روایت قابلِ قبول ہے ۔ انہوں نے ابن منکدر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کا استخارے کے بارے میں ارشاد روایت کیا ہے جبکہ کسی سے یہ مروی نہیں لہٰذا یہ روایت منکر ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ حدیثِ استخارہ منکر (ضعیف) ہے ؟ تو امام نے فرمایا منکر بایں معنیٰ ہے کہ وہ کسی اور سے مروی نہیں [1]

اہلِ فن کی اصطلاحات سے جاہل شخص سے پوچھا جائے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ابن ابی الموال سے مروی ہے ۔ حافظ ابن حجر نے اس کی شرح ہی میں مذکورہ مکالمہ تحریر کیا ہے ۔ کیا اب امام احمد کے قول " ھو منکر " کے الفاظ کے پیشِ نظر اس حدیث کو ضعیف قرار دیدیں گے ؟ ہرگز نہیں ۔

دوسری مثال اسی طرح بریدبن عبداللہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں ۔ ابن عدیؒ

---

[1] الکامل لابن عدی : ۴ ، ۱۶۱۶

ان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ان سے مروی حدیث کو معتبر مانا جائے گا کیونکہ ان سے کوئی حدیث منکر مروی نہیں ہاں اگر مروی ہے تو یہ حدیث :۔

اذا اراد اللّٰہ بامۃ خیرًا	جب اللہ تعالیٰ کسی امت کے ساتھ
قبض نبیھا قبلھا	بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے
	نبی کو امت سے پہلے وصال عطا فرماتے
	ہیں ۔

لیکن اس کی سند حسن ہے ۔ تمام رواۃ ثقہ اور محدثین نے اسے اپنی اپنی صحاح میں نقل کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے برید پر طعن نہیں ہو سکتا ۔[1]

میرے نزدیک یہ حدیثِ برید صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۔

تیسری مثال

ولید بن مسلم بھی صحاح کے رواۃ میں سے ہے ۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں، ان سے حفظِ قرآن کے بارے میں ایک منکر روایت ہے ۔ لیکن اسے امام ترمذی نے نقل کر کے حسن قرار دیا ۔ امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہے ۔

ان تمام مثالوں سے واضح ہو گیا کہ حافظ ذہبیؒ کا قول " انکر ما عندہ ھذا الحدیث " نہ تو حدیث کی تضعیف ہے اور نہ ہی اس کے راوی پر جرح و طعن ۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خود ایسی بات کہنے پر ابو حاتمؒ اور عقیلیؒ کی یہ کہتے ہوئے گرفت کی ہے کہ میرے نزدیک وہ صالح الحدیث ہے ۔ امام احمد نے

---

[1] الکامل لابن عدی : ۲ ، ۳۹۶

ان سے روایت کیا ہے اور ابن عدی نے "لا بأس به" کہا ہے۔[1]

تیسرے اعتراض کا جواب

یہ اختلاف کہ موسیٰ بن ھلال نے کس سے روایت لی ہے کیا وہ عبید اللہ العمری ثقہ ہے یا عبداللہ العمری ضعیف ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ہو۔ اس سے حدیث کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ روایت دونوں سے مروی ہے۔ طبرانی اور ان کی سند سے روایت کرنے والے محدثین اور امام عقیلیؒ نے عبید اللہ سے اور شیخ دولابیؒ اور ابن عدیؒ نے عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر ہم یہی مان لیں کہ اس کا راوی صرف عبداللہ ہی ہے تو پھر بھی یہ روایت ضعیف نہیں کیونکہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ عبداللہ بھی ضعیف نہیں۔ امام ذہبیؒ نے سیر اعلام میں عبداللہ العمری کے بارے میں یہ کلمات تحریر کئے ہیں، امام، محدث، صدوق ابوعبدالرحمٰن القرشی العدوی العمری المدنی، حضرت سھل بن سعد اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنھما کے دور میں پیدا ہوئے۔ نافع اور سعید المقبری سے حدیث پڑھی۔ عالم، عامل، صالح اور حسن الحدیث تھے۔

امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے فن رجال کے امام ابن معین سے سوال کیا۔

کیف حاله فی نافع ؟	عبداللہ، نافع سے روایت کرنے میں کیسے ہیں تو انہوں نے کہا وہ صالح اور ثقہ ہے۔
فقال صالح ثقه۔	

امام احمد بن حنبلؒ ان کو صالح قرار دیتے ہوئے فرمایا کرتے کہ ان سے حدیث حاصل

---

[1] میزان الاعتدال ۲: ۴، ۲۲۵

کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شیخ ابن ابی مریمؒ، ابن حصینؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ العمری کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ان سے حدیث روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ان تمام اعتراضات کے جائزے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کم از کم درجہ حسن پر فائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث نے اسے حسن کہا۔

۱۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

له طرق وشواهد حسنه	اس حدیث کے ایسے طرق وشواہد ہیں
لاجلها الذهبی [1]	جن کی وجہ سے امام ذہبیؒ نے اسے حسن قرار دیا۔

۲۔ امام مناویؒ بھی حافظ ذہبیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

طرقه لينة لكن يقوى	اس حدیث کے تمام طرق کمزور ہیں۔
بعضها بعضًا [2]	البتہ بعض۔ بعض کو قوی کر دیتے ہیں۔

۳۔ امام خفاجی نے بھی بیان کیا کہ حافظ ذہبیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے [3]

۴۔ ایک اور دلیل بھی اس کے حسن ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ ائمہ حدیث نے اسے فضائل ومناسک میں ذکر کیا مگر اسے احادیثِ ضعیفہ یا موضوعہ میں شامل نہیں کیا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

---

[1] مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء، ۲۰۸

[2] فیض القدیر: ۶، ۱۴۰

[3] نسیم الریاض: ۲، ۵۱۱

حافظ ضیاء الدین المقدسیؒ نے فضائل اعمال فی فضل زیارۃ قبر المصطفیٰ صـ۱۲۳ ، صـ۱۲۴ ۔
امام حافظ ابو عبد اللہ الحلیمی نے شعب الایمان میں جلد ۲ ، صـ۱۳۰ ۔
امام رافعی نے مناسک جلد ۲ ، صـ۲۶۷ ۔
امام نووی نے الایضاح صـ۴۸۹ ۔
شیخ ابن الملقن نے تحفۃ المحتاج جلد ۲ ، صـ۱۸۹ پر ذکر کیا ہے ۔

دوسری حدیثِ زیارت کی تحقیق

۲ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

من جاءنی زائرًا لا یهمه الا زیارتی کان حقًا علی ان اکون له شفیعًا

یہ حدیث ابن عساکر نے اپنی تاریخ جلد ۲ صـ۴۰۶ ، امام طبرانی نے المعجم الکبیر جلد ۱۲ صـ۲۹۱ صـ۱۳۱۴۹ بقول حافظ ذہبی امام دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے ۔ میزان الاعتدال ۴ ، ۱۰۴ ۔ حافظ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد جلد ۴ صـ۲ پر اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں مسلم بن سالم الجھنی ضعیف راوی ہیں ۔

اس پر ہم پانچ وجوہ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں :

۱ ۔ مسلم بن سالم (جن کو مسلمۃ بن سالم بھی کہا گیا ہے) پر امام ابو داؤد سجستانیؒ کے علاوہ کسی نے بھی جرح نہیں کی اور ان کی جرح بھی مبہم ہے ۔ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ یہ شخص ثقہ نہیں ۔ علماء اصول کے ہاں یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ غیر مفسر جرح مقبول نہیں ہوتی ۔

۲ ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمہ بن سالم معروف ہیں حتیٰ کہ حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ بنی حرام کی مسجد کے امام یہی تھے ۔

۳ ۔ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مستور الحال راوی ہیں کیونکہ ابو حاتم نے ان کے

بارے میں سکوت سے کام لیا ہے اور ان کا سکوت راوی کی تعدیل کا اگرچہ فائدہ نہیں دیتا مگر اس کے ستر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس بات کی حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر اور حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ اور مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے۔

۴۔ اگر ابوداؤد کی جرح مسلم بن سالم کی تضعیف پر دال ہوتی تو ابن عدی اسے الکامل میں ضرور ذکر کرتے۔ کیونکہ انہوں نے مقدمہ میں یہ شرط عائد کر رکھی ہے کہ میں ہر اس راوی کا ذکر کروں گا جس پر جرح ہے مگر انہوں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

۵۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ انہیں ضعفاء میں کسی نے شامل نہیں کیا۔ نہ عقیلی نے نہ نسائی نے اور نہ ہی ابن جوزیؒ نے جو تضعیف میں سبقت کرتے ہیں۔ ہاں حافظ ذہبیؒ نے [illegible] پر طعن کیا ہے۔ مگر مغنی اور میزان میں انہوں نے وہی بات کہی ہے جو ابوداؤد نے کہی۔ اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے واقعہ ہاروت و ماروت کے بارے میں روایات بیان کرتے ہوئے ایک مرفوع روایت اس سند سے ذکر کی ہے۔ "موسیٰ بن جبیر عن نافع عن ابن عمرؓ" اور لکھا کہ موسیٰ بن جبیر کے علاوہ اس سند کے تمام رواۃ بخاری و مسلم کے اور ثقہ ہیں موسیٰ بن جبیر کا تذکرہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں کیا۔ لیکن ان پر کسی قسم کا حکم نہیں لگایا۔ لہذا یہ شخص مستور الحال ہوا۔

شیخ محمد علوی مدظلہ فرماتے ہیں موسیٰ بن جبیر پر ابن حبان نے جرح کرتے ہوئے کہا کہ وہ خطا اور مخالفت کرتے تھے۔ ابن القطان نے کہا کہ ان کا حال معروف نہیں لیکن اس جرح کے باوجود حافظ ابن کثیرؒ نے موسیٰ بن جبیر کو مستور الحال کہا۔

حافظ ابن حجرؒ تعجیل المنفعۃ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ نے ابراہیم ابن الحسن کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے لیکن ان پر مستند جرح نہیں کی۔ ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کر کے نہ ان کی تعدیل کی اور نہ ہی ان پر جرح کی۔ سوید بن الحارث کے بارے میں شیخ

حسینی نے کہا کہ وہ مجہول ہیں معروف نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس پر گرفت کرتے ہوئے کہا یہ مبالغہ آرائی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے ان کا تذکرہ کرکے نہ ان پر جرح کی اور نہ ان کی تعدیل۔ ابن ابی حاتم نے بھی امام بخاری کی اتباع کی ہے۔

حسن بن مدرک السدوسی کو ابوداؤد نے کاذب کہا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

کیف یکون کاذبًا وقد کتب	یہ شخص کاذب کیسے ہو سکتا ہے۔ اس
عنہ ابوزرعۃ وابوحاتم	سے امام ابوزرعہؒ اور امام ابوحاتمؒ نے
ولم یذکرا فیہ جرحًا وھما	حدیث لی اور اس پر کسی قسم کی جرح نہیں
من ھما فی النقد	کی اور ان دونوں حضرات کا نقد و جرح
[1]	میں جو مقام ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔

ہماری اس گفتگو سے دو باتیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ ابوداؤد کی جرح غیر مفسر قابلِ قبول نہیں اور دوسری یہ کہ ابوحاتم کے سکوت سے اگرچہ راوی کی تعدیل ثابت نہیں مگر کم از کم اس کا مستور الحال ہونا تو ثابت ہو جاتا ہے۔

جب زیرِ بحث حدیث کی سند پر وارد جرح رد ہو گئی تو واضح ہو گیا کہ یہ حدیث درجہ حسن پر فائز ہے بلکہ حافظ بوصیریؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی نے مطالب العالیہ کے حاشیہ میں "من زار قبری کنت لہ شھیدا" کے تحت زیرِ بحث حدیث پر حافظ بوصیریؒ کا یہ نوٹ دیا ہے:

رواہ الطیالسی بسند	اسے طیالسیؒ نے جہالتِ تابعی کی وجہ
ضعیف بجھالۃ التابعی	سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا
لکن لہ شاھد عند	لیکن ابویعلیٰ و طبرانی نے اس کا شاہد

---

[1] مقدمہ فتح الباری

ابی یعلیٰ والطبرانی بسند سے سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
صحیح [1]

---

[1] حاشیہ علی المطالب العالیہ، ۱: ۳۷۱

باب (۳)

زیارتِ نبوی اور جوازِ سفر

اہلِ سنّت میں سے آج تک زیارتِ نبوی کے جواز کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ رہا معاملہ آپ ہی کی زیارت کے لیے سفر کا تو اس کے جواز کے بارے میں آئندہ صفحات پر ائمہ دین اور مشائخ اسلام کی تصریحات آرہی ہیں اتنی بات یہاں واضح کردینا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان کو سر پر اٹھالیا جائے۔ یوں محسوس ہو جیسے جوازِ سفر کے قائل نے الوہیت، ربوبیت یا اسماء وصفاتِ باری یا نبوت وکرامات کا انکار کردیا ہے۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم فلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہمیں تو آج تک یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے سفر کا قول کرنے سے کون سے مفاسد وشرور کا ارتکاب لازم آجاتا ہے؟ اس قول کا صلہ شرک وکفر اور دائرہ ایمان سے اخراج کیوں ہے؟ ہم چند سال قبل مخالفین سے سنتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی زیارت کے لیے سفر کرنا شرک ہے۔ پھر اس فتوٰی میں نرمی وخفت آنے کی وجہ سے یہ سفر بدعت قرار دیا جانے لگا۔ اس کے بعد بہت زیادہ نرمی آگئی، شدت ختم ہوگئی۔ اس معاملہ میں عبارات نہایت ہی نرم ہو جانے کی وجہ سے فتوٰی یہ ہوگیا کہ یہ عمل مشروع نہیں۔ اس پہ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے حقائق کے ادراک اور ملاحظہ مذاہب کے لیے آہستہ آہستہ بصیرت کی آنکھیں کھول دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر

زیارت زائر کے زیارتگاہ کے پاس جانے کو کہتے ہیں۔ یہ انتقال، سفر کا مقتضی ہے۔ کیونکہ سفر کے بغیر انتقال متصور نہیں جس طرح ہجرت بغیر انتقال اور سفر بغیر کوچ کے متصور نہیں۔ یہ زیارت ایسی خیر ہے جسے محبین، مخلصین و صادقین لوگ قربت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ کیونکہ زیارت انسان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بہت بڑا قرب کا ذریعہ ہے اور یہ قربت سفر کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ سفر اور اس کے دیگر لوازمات تمام کے تمام ذریعہ ہونے کے ناطے جائز ہوں گے۔

حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے وفا اور شفقت کرتے ہوئے بقیع اور اُحد کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ واقعۃً آپ سے بڑھ کر اپنے رفقاء سے وفا و شفقت کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ آپ کا وہاں تشریف لے جانا زیارت کی مشروعیت اور استحباب پر یقیناً دال ہے جب صحابہ کی زیارت کا استحباب واضح اور ثابت ہے تو رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کا استحباب و مشروعیت اپنے تحقق و ثبوت کے اعتبار سے کہیں بلند تر ہے اس عظیم فرق کی وجہ سے جو مقامات میں اور اس بُعد کی وجہ سے جو درجات میں ہے۔ جب زیارت کی مشروعیت سنّت سے ثابت ہوگی تو اس کے لیے سفر کا مشروع ہونا خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ یہ ضابطہ علماء کے ہاں مسلّم ہے کہ اچھے عمل کا وسیلہ بھی اچھا ہوتا ہے کیونکہ اس ذریعہ ہی سے بہتر عمل معرضِ وجود میں آتا ہے۔

امام نوویؒ اور امام بیہقیؒ دونوں نے زیارت کے لیے سفر کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ما من احد یسلم علی الا — جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو

رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

اللّٰہ تعالیٰ میری روح طیبہ مجھ پر لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اسے ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

الشیخ محمد الغفی المصری الصوفی السلفی حدیث مذکورہ سے وجہ استدلال یوں بیان کرتے ہیں:

"امت کو اس کا شوق و محبت اور حصولِ سعادت فی الدارین زیارت کے سفر کے لیے رواں دواں کر دیتا ہے۔ جب امت جانتی ہے کہ زیارت کرنے والے شخص کے ایمان پر آپ گواہ بن جاتے ہیں۔ سامنے کھڑے ہونے والے کو آپ ملاحظہ فرماتے ہیں تو امت رضاجوئی، حصولِ مقاصد، قضاءِ حاجات اور گناہوں کی بخشش کے لیے سفر میں درپیش تمام تکالیف، مشکلات و صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی سے جھیل لیتی ہے اور اس سے بڑھ کر امت کے لیے کیا نعمتِ کبریٰ ہو سکتی ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللّٰہ علیہ وسلم اپنے امتی کے سلام کا بلاواسطہ خود جواب ارشاد فرمائیں۔ اس لیے اس حاضری کے حصول کے لیے تمام مسلمان کوشاں رہتے ہیں۔ اہلِ محبت تڑپتے ہیں اور زائرین اس سے فوز و فلاح پاتے ہیں۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون

آپ کے ارشاد مبارک "رد اللّٰہ روحی" کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی زائر آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی روح طیبہ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ یہ معنی نہیں کہ روح جسدِ اطہر میں لوٹائی جاتی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام

کی ارواح موت کے بعد، اُن کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں پھر ہمیشہ کے لیے اُن کے محفوظ جسم سے جُدا نہیں ہوتیں۔ انبیاء کے اجسام کا سڑنا گلنا محال ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔ روح کا جسم سے جُدا نہ ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے لیکن اس طریقہ پر نہیں جیسے اس دنیا میں لوگ ملاحظہ کرتے ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ قرآن نے ایسی زندگی ان صدیقین اور شہداء کے لیے ثابت کی ہے جو انبیاء سے شان میں کئی درجے کم ہیں۔ حیاتِ شہداء کے بارے میں قرآن میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا	ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو اموات
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ	جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے
اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ	ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس
	زندہ، رزق پاتے ہیں۔

جب شہداء کی حیات ثابت ہے تو انبیاء مرسلین کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ اور یہ ان کی حیات عقلاً بھی ثابت ہے۔ بظاہر قبور میں انکے اجسام ارواح سے خالی ہیں مگر انکی مثال اسطرح ہے کہ مثلاً گہری نیند سونے والا کائنات کے عجائبات موجود پاتا ہے اور ایسے ایسے اسرار پر آگاہی پالیتا ہے جو اس کے لیے نافع ہوں۔ اور بیدار ہونے کے بعد دوسروں سے بیان کرتا ہے۔

اسی طرح دو اشخاص ایک ہی جگہ سوئے ہوئے ہوں، ان میں سے ایک شخص نیند کا وقت لذت، راحت اور نعمت میں بسر کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا اسی وقت، پریشانی، اضطراب، سخت تکلیف اور اندوہناک حالات سے دوچار ہوتا ہے اور آرزو کر رہا ہوتا ہے کہ کیسے ان تکالیف سے باہر نکلوں۔ دونوں ہی اپنے اپنے

احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور بعد از نیند دونوں اپنی اپنی کہانی لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں (الغرض اگرچہ ان کے اجسام میں ارواح محسوس نہیں ہوتے مگر اس سے انکار غلط ہے۔ جب قرآن نے کہہ دیا کہ وہ زندہ ہیں تو بس اس پر ایمان رکھنا ہوگا۔ ہاں ہر کوئی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتا)۔

اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ ہر وقت اور ہر لحظہ آقا علیہ السلام کے امتی نماز یا نماز سے باہر آپ کی خدمت میں درود و سلام عرض کر رہے ہوتے ہیں اور ان کا وہ درود و سلام آپ کی خدمت میں مقرر فرشتہ پہنچا رہا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود پڑھنے والے کے لیے دعا اور سلام عرض کرنے والے کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

ان فی ذلک لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید[1]

مسجدِ نبوی کی زیارت کیلئے سفر

روضۂ پاک کی زیارت کی طرح مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی موجبِ ثواب ہے۔ اس مسجد کو آپ کی پاکیزہ نسبت کے حوالے ہی سے شرف و عظمت حاصل ہے اور اسی کو یہ شان بھی حاصل ہے کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مزارِ اقدس ہے۔ اسی عظمت کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تشد الرحال الا الی ثلاثہ	نہ سفر کرو مگر تین مساجد کی طرف۔ مسجد
مساجد، المسجد الحرام، مسجدی	حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔
والمسجد الاقصیٰ۔	

---

[1] کتاب التوسل والزیارۃ۔

مذکورہ حدیث میں لفظ "مسجدی" (میری مسجد) نہایت ہی قابلِ توجہ ہے۔ "مسجد المدینہ" نہیں فرمایا تاکہ ہر شخص پر واضح رہے کہ اس مسجد کو جو شرف بھی حاصل ہے وہ آپ ہی کی نسبت سے ہے۔ اس حدیث میں واضح طور پر مسجدِ نبوی کی زیارت، اس میں نماز، ریاض الجنہ میں نماز، دعا، تلاوت اور ذکرِ الٰہی کے ذریعے حصول برکت کے لیے سفر کی فضیلت تو بیان ہوئی ہے لیکن اس میں زیارتِ مزارِ اقدس کے لیے سفر کی ممانعت پر کوئی اشارہ تک موجود نہیں جیسا کہ معانی و مفاہیم میں غور و فکر سے کام نہ لینے والے اذہان نے سمجھ لیا ہے۔

زیارتِ نبوی کے لیے سفرِ بلال اور مدینہ منوّرہ میں ان کی اذان

ابنِ عساکرؒ نے سند جید کے ساتھ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح فرمایا تو اس وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ملک شام میں داریا کے مقام پر رہائش پذیر تھے۔ انہی دنوں خواب میں آقا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا:

ماھذہ الجفوۃ یابلال؟	اے بلالؓ کیا بیوفائی ہے؟ کیا تیرا ملاقات
اما ان لک ان تزورنی؟	کے لیے آنے کو جی نہیں چاہتا۔!

ہجر و فراق کی حالت میں تڑپتے ہوئے جاگے۔ سواری پر سوار ہو کر شہرِ مدینہ پہنچے۔ جب آپ کی قبر کی زیارت کی

فجعل یبکی عندہ و مرغ	تو زار و قطار رو پڑے اور چہرے کو
وجھہ علیہ	بار بار قبرِ انور پر رکھتے۔

اتنے میں حسنین کریمین تشریف لے آئے۔ بلالؓ نے دونوں کو بغل میں لے کر چوما، ان

دونوں نے آپ سے کہا کہ ہم وہی اذان آپ سے سننا چاہتے ہیں جو آپ ہمارے جد امجد کو سنایا کرتے تھے اور ہاتھ پکڑ کر اذان کی جگہ کھڑا کر دیا۔

جب آپ نے اذان دینا شروع کی تو شہر مدینہ میں ایک زلزلہ طاری ہو گیا۔ جیسے جیسے آگے بڑھتے جاتے زلزلہ بڑھتا گیا۔ جب آپ نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی اپنے گھروں سے نکل آئیں اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ آج ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے قیامت برپا ہو گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ظاہری حیات میں تشریف لے آئے ہیں۔

فما رؤی یوم اکثر باکیاً ولا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
باکیۃ بالمدینۃ بعد رسول	بعد اس دن سے بڑھ کر اہل مدینہ کو کبھی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔
من ذلک الیوم	

امام تقی الدین السبکیؒ نے اپنی کتاب شفاء السقام کے تیسرے باب میں اس سفر بلالؓ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

صحابہ سے مروی ہے کہ مؤذن رسول سیدنا بلال بن رباحؓ نے آپ کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے ملک شام سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ اس روایت کی سند نہایت ہی جید اور قوی ہے اور یہ روایت زیارت نبوی کے بارے میں نص کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ سفر بلالؓ بہت سے ائمہ نے ذکر کیا ہے۔ ان میں چند یہ ہیں۔

۱۔ حافظ ابوالقاسم ابن عساکرؒ، انہوں نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے جو ہم ذکر کریں گے۔

۲۔ حافظ ابو محمد عبدالغنی المقدسیؒ حضرت بلالؓ کے حالات میں رقم طراز ہیں کہ سیدنا بلال نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد کبھی اذان نہیں دی۔ البتہ ایک دفعہ

جب آپ ملک شام سے روضہ پاک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے تو صحابہ کی گذارش پر اذان دینا شروع کی مگر اسے تمام نہ کر پائے۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر بھی اذان دی تھی۔

۲۔ حافظ ابوالحجاج المزیؒ نے یہ واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس کے بعد امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا استدلال سیدنا بلالؓ کے خواب سے فقط نہیں بلکہ آپ کے عمل سے ہے۔ آپ خود صحابی ہیں۔ خلافت عمرؓ کا دور، کثرت صحابہ کی موجودگی میں یہ عمل ہوا اور ان سے آپ کا خواب اور یہ واقعہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ باقی خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت آپ کی ہی زیارت ہوتی ہے۔ شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا اور اس خواب میں کوئی ایسی بات بھی نہیں جو شریعت کے خلاف ہو۔ پھر فعلِ صحابی نے اسے مؤکد کر دیا۔

باب (۴)

ترکِ زیارت پر وعید

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کے باوجود تارکِ زیارت کو بار بار متنبہ فرمایا اور اس کے انجام سے آگاہ و خبردار کرتے ہوئے ایسی آفات کا ذکر کیا اگر ان پر مسلمان غور کرے تو محسوس کرے گا کہ ترکِ زیارت واقعۃً آپ سے تعلق منقطع کرنا اور اپنے خاتمہ بالخیر سے ہاتھ دھونا ہے۔ آپ نے فرمایا:

من حج ولم یزرنی	جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ
فقد جفانی	کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

البدر المنیر میں روایت کے الفاظ یہ ہیں:

مَن لم یزرنی فقد	جس نے میری زیارت نہ کی اس نے
جفانی	مجھ سے جفا کی۔

ابن السنیؒ نے اسے روایت کیا ہے۔

جفاء ان معانی میں مستعمل ہے: عدمِ مروّت، ترکِ نیکی، طبیعت کا سخت ہونا اور سخاوت سے دوری۔

شیخ ابن عدیؒ نے الکامل، دارقطنیؒ نے غرائب مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

لہ الشفا السقام فی زیارۃ خیر الانام

من حج البیت ولم یزرنی — جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری
فقد جفانی — زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت امام مالکؒ سے روایت کرنے والا سوائے نعمان بن شبل کے کوئی نہیں اور میں نے اس سے مروی احادیث میں سے کوئی ایسی غریب حدیث نہیں دیکھی جو حد سے متجاوز ہو۔ اور میں ذکر کر دوں۔

یحییٰ بن الحسین۔ نعمان بن شبل کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن الفضل المدینی، انہوں نے جابر انہوں نے محمد بن علی، انہوں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی فقد جفانی۔ — جس نے بعد از وصال میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

لفظ "المدینی" واضح طور پر نشاندہی کر رہا ہے کہ یہ شخص اور ہے محمد بن الفضل بن عطیہ نہیں جن کو علماء نے کاذب قرار دیا ہے۔ وہ کوفی ہے اور بخارہ میں رہتے تھے۔ اس سند کے راوی "جابر" میں دونوں میں احتمال ہے۔ ہو سکتا ہے۔ جعفی ہو یا کوئی اور، محمد بن علی سے مراد اگر ابن الحنفیہ ہیں تو ان کی ملاقات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہے لہٰذا روایت متصل ہوگی اور اگر اس سے مراد امام باقر ہیں تو روایت منقطع ہوگی۔

ابن عساکر نے یہی روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے مگر اس کے مرفوع ہونے کا ذکر نہیں۔

روایات میں حج کا ذکر احترازی قید نہیں۔ اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی

ہے جن میں آپ کا مبارک نام سن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کے بارے میں ہے کہ اس نے جفا کی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من الجفا أن اذکر	یہ بھی جفا ہے میرا نام کسی شخص کے
عند رجل فلا یصلی علی۔	سامنے لیا گیا مگر اس نے مجھ پر
	درود نہ پڑھا۔

(جیسے ان روایات میں "نام سننے" کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں کیونکہ جو شخص آپ پر درود نہیں پڑھتا اس نے جفا کا ارتکاب کیا خواہ اس کے سامنے آپ کے نام کا تذکرہ ہوا یا نہیں اسی طرح زیارت کا معاملہ ہے۔ استطاعت کے باوجود زیارت نہ کرنے والے نے جفا کی خواہ اس نے حج کیا یا نہیں)۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ استطاعت کے باوجود تارکِ زیارت اور نام سن کر درود نہ پڑھنے والا جفا میں برابر ہے۔ جو جو سزائیں اور برائیاں نام سن کر یا مطلقاً درود نہ پڑھنے والے شخص کی ذات پر مترتب ہونگی وہی تارکِ زیارت پر لاگو ہوں گی۔ وہ شخص ان تمام اوصافِ قبیحہ کا مرتکب متصور ہوگا۔ مثلاً بدبخت ہونا، ذلیل ہونا، دخولِ نار کا مستحق ہونا، اللہ اور رسول سے دوری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل کی بددعا کا مستحق ہونا۔ اللہ کی طرف سے دھتکار، جنت کا راستہ بھولنا، سب سے بڑھ کر بخیل ہونا، کسی دین پر نہ ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے محرومی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مسجد نبوی میں اکٹھا ہونے کا حکم فرمایا جب تمام آگئے تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ آپ نے تینوں سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے لفظ آمین کہا۔ جب خطبہ سے فارغ ہو کر آپ منبر سے

نیچے تشریف لائے تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے آج کچھ کلمات ایسے سنے ہیں جو اس سے پہلے ایسے موقع پر نہ سنے تھے۔ آپ نے فرمایا: جبریل میرے پاس آئے انہوں نے کہا وہ شخص ہلاک ہو جائے جس نے ماہِ رمضان پایا مگر اپنی بخشش نہ کروا سکا میں نے کہا آمین! جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا۔ میں نے آمین کہا۔ جب میں تیسری سیڑھی پر گیا تو جبریل نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی میں نے کہا آمین!

شیخ ابن حبانؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے یہ کلمات ذکر کیے ہیں:

من ذکرت عندہ فلم	جس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے اور
یصل علیک فابعدہ اللہ	وہ درود نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک
قل آمین فقلت آمین!	کر دے آپ اس پر آمین کہیں تو میں نے
	آمین کہا۔

ایک روایت میں جس کی سند حسن ہے یہ الفاظ آئے ہیں:

شقی عبد ذکرت عندہ	وہ شخص بدبخت ہے جس کے پاس آپ
فلم یصل علیک فقلت آمین	کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود
	نہ پڑھا میں نے کہا آمین۔

بیہقی کی روایت یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر کی تیسری سیڑھی پر تشریف لے گئے اور ان دنوں منبر کی تین ہی سیڑھیاں ہوا کرتی تھیں تو جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا

من ذکرت عندہ فلم یصل	جس کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور اس
علیک فمات ولم یغفر لہ فدخل	نے درود نہ پڑھا وہ بخشا نہیں جائیگا

النار فابعدہ اللہ قل آمین — وہ دوزخ میں داخل ہوگا، اللہ کی رحمت سے وہ دور ہوا۔ میں نے کہا آمین۔
فقلت آمین

دیلمی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے نام سن کر درود نہ پڑھا وہ دوزخ میں داخل ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سند حسن متصل کے ساتھ منقول ہے:

من ذکرت عندہ فنسی الصلاۃ علی اخطاء الجنہ — جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے درود نہ پڑھا اس نے جنت کا راستہ ترک کر دیا۔

یہاں فنسی کا معنی عمداً ترک ہے جس طرح قرآن میں ہے: كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا (تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو نے ان کو (عمداً) بھلا دیا) اور اگر اس کا الگ باب نہ ہو بلکہ اسی مشہور باب پر ہو تو معنی یہ ہوگا جس نے آپ کا نام سنا، نام کے بجائے کسی کام میں مشغول ہوگیا اور درود پڑھنا بھول گیا۔ رہا یہ معاملہ کہ ناسی (بھول جانے والا) مکلف نہیں ہوتا تو اس سے مراد وہ ناسی ہے جس کے نسیان میں اس کی مشغولیت اور کوتاہی کا دخل نہ ہو۔ اگر دخل ہوا تو وہ عامد کی طرح ہی مکلف و گناہ گار ہوگا۔ یہ بات سمجھنے کے لیے فقہاء کے یہ کلمات قابلِ غور ہیں:

من لعب الشطرنج فنسی الصلاۃ حتی اخرجھا عن وقتھا — جس نے شطرنج کھیلا اور نماز بھلا دی یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا

اس میں نماز کے بھلانے میں اس کا اپنا دخل ہے لہٰذا یہ ناسی نہیں بلکہ عامد ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سند حسن یا صحیح کے ساتھ یہ منقول ہے۔

البخیل کل البخیل من ذکرت — وہ شخص سب سے بڑا بخیل ہے جس

عنده فلم یصل علیّ — کے پاس میرا ذکر ہوا مگر اس نے درود نہ پڑھا:

امام ابونعیم نے حلیہ میں ہرن کے مشہور واقعہ میں نقل کیا ہے کہ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس شکاری سے فرمائیں مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں آپ نے اسے فرمایا:

ان لم تعودی ؟ — اگر تو واپس نہ لوٹے تو؟

اس نے عرض کیا:

ان لم اعد فلعنینی اللہ کما تذکر بین یدیہ فلا یصلی علیہ۔ — اگر میں لوٹ کر نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اس شخص کی طرح لعنت کرے جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا مگر اس نے درود نہ پڑھا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی روایات میں ہے:

الأم الناس من اذا ذکرت عندہ فلم یصل علی — سب سے کمینہ شخص وہ ہے جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے درود وسلام نہ پڑھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے:

من لم یصل علی فلا دین لہ — جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا کوئی دین نہیں۔

اس کی سند میں ایک ایسا شخص ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ تین اشخاص میری زیارت سے محروم رہیں گے: والدین کا نافرمان، میری سنت کا تارک، اور جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور

اس نے درود شریف نہ پڑھا۔

(فصلی اللہ علیہ وسلم صلاۃً وتسلیما یلیقان بجنابہ
وعظیم قدرہ وآلہ وصحبہ)

○

سابقہ تمام گفتگو اور روایات سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ جب استطاعت کے باوجود تارکِ صلوٰۃ اور تارکِ زیارت جفا میں برابر ہیں تو وہ سزائیں جو تارکِ صلوٰۃ وسلام کے لیے ہیں وہ تمام کی تمام تارکِ زیارت کے لیے بھی ہوں گی۔ اے مخاطب! ان تمام چیزوں کو محفوظ کر اور جو لوگ استطاعت کے باوجود زیارت کے معاملے میں غفلت کا شکار ہیں انہیں ان پر مطلع کر شاید یہ سن کر ان کا دل زیارت کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہ اس حرماں نصیبی سے بچ جائیں۔ اپنے آقا (جو اس کے اور تمام مخلوق کے رب کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں) سے ترکِ جفا کر کے رب کریم کی طرف رجوع کریں۔

علامہ شیخ احمد الحضراوی لکھتے ہیں، شیخ مفتی جمال المکیؒ نے ہم سے بیان فرمایا کہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا جنھوں نے استطاعت کے باوجود آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری نہ دی۔

فاورثھم اللہ عزوجل	اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی تاریکی میں
بذلک ظلمۃ محسوسۃ ظھرت	مبتلا فرمادیا جو ان کے چہروں سے
علی وجوھھم وفترۃ عن	عیاں تھی، انہیں خیرات وحسنات
الخیرات قطعتھم عن	سے اس طرح دور کر دیا کہ عبادتِ
عبادۃ اللہ سبحانہٗ و	الٰہی ان سے ترک ہوگی دنیا میں مشغول
تعالیٰ وشغلتھم بالدنیا	ہوگئے یہاں تک کہ موت آگئی اور
الی ان ماتوا علی ذلک وکثیرون	بہت سے ایسے ہیں جن پر لوگوں

غلبت علیهم مظالم الناس الی ان منحوا منها قبراً

کے مظالم غالب آگئے۔ پھر وہ قبر تک جاری رہے۔

سابقہ صفحات پر یہ حدیث گزری ہے: من حج ولم یزرنی فقد جفانی (جس نے حج کیا مگر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی)۔ یہ بیان اولیٰ ہے اس لیے کہ حاجی کا تارکِ زیارت ہونا دوسروں سے زیادہ قبیح ہے۔ کیونکہ حاجی کو مدینہ منورہ کا جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ دوسروں کو نہیں، اور ہر حاجی کے لیے ہر حج کے بعد زیارت سنت ہے، خواہ وہ مکی ہو یا غیر مکی۔

باقی تکرارِ زیارت کو افضلیت پر محمول کیا جائے گا اور اس کے ترک میں جفا نہیں۔ ہاں اصل سنت (ترکِ زیارت) کا ترک جفاء ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ہر مرتبہ حج کے ساتھ زیارت افضل ہے۔ اب وہ شخص جو ایک دفعہ حاضری دے چکا ہے اگر ہر حج کے ساتھ زیارت نہیں کرتا تو اسے حقیقۃً جفا کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔ ہاں ترکِ افضل کی وجہ سے مجازاً اس پر جفا کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن وہ شخص جو ہر حج کے بعد حاضری دیتا ہے مگر کسی وقت کسی اہم وجہ مثلاً علمِ دین کا پڑھنا، پڑھانا، یا گھر کے معاملات نپٹانے والا دوسرا کوئی نہ ہو تو ایسے شخص پر جفا کا اطلاق نہ حقیقۃً ہوگا اور نہ مجازاً۔ فتامل ذلک فانہ مہم[1]۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کی اکثریت کو دیکھا ہے کہ جب کوئی حج کرے لیکن زیارتِ نبوی کے لیے حاضری نہ دے تو وہ ایسے عمل کو کو نقصِ عظیم اور عارِ عظیم سمجھتے ہوئے ایسے شخص پر لفظ حاجی کا اطلاق ہی نہیں کرتے کیونکہ یہ لقب ان کے یہاں سب سے اعلیٰ ہے۔ اور یہ عمل اس شخص کی موت بلکہ اس کی موت کے بعد اولاد تک ایک

---

[1] نفحات الرضا والقبول لزیارۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

طعن بن جاتا ہے۔ ترکِ زیارت کو اتنا عیب ناک اور بدتصور کرتے ہیں کہ تارک اپنے گھر میں بند ہو کر رہ جاتا ہے۔ کوئی شخص اس سے ملنا پسند ہی نہیں کرتا یہاں تک کہ دوسرا سال آتا ہے۔ وہ شخص حج کرتا ہے اور زیارت سے مشرف ہو کر واپس حالتِ خوشی میں اپنے شہر آتا ہے تب جا کر اس سے یہ طعنِ بد ختم ہوتا ہے غور کرو۔ عام مسلمانوں میں حضور کی اور آپ کی بارگاہ میں حاضری کی کتنی عظمت ہے! اور یہ عظمت ان کے دلوں اور طبائع میں کس طرح راسخ ہے۔ عام مسلمانوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے ان کے دنیوی معاملات اگرچہ نہ چلیں مگر ان کی زندگی میں زیارتِ نبوی کے لیے حاضری بار بار ہوتی ہے۔ زیارت کے لیے سفر کو اپنی ہر چیز مثلاً زمین، رہائش، مال اور سامان پر ترجیح دیتے ہیں حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے کو محض حسنِ ظن کی بنیاد پر اس سفر کے لئے بہت سے قرضے دے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ادائیگی کی توفیق بھی دے دیتے ہیں۔

واذا رأيت القوافل حين تخرج من مكة بالزوار اد الركوب في اوائل كل رجب تجد الانوار النبوية على وجوههم ولهم بهاء ولهم حنين الى زيارة صلى الله عليه وسلم حتى ان الانسان ينسى بنفسه و باهله في مفارقتهم وزيارة نبيه صلى الله عليه وسلم	رجب کی ابتدا میں جب زائرین مدینہ کے قافلے مکہ سے پیدل یا سوار نکلتے ہیں تو ان کے چہرے انوار نبوی کی برکت سے خوش اور پُر نور ہوتے ہیں۔ اور وہ آپ کی زیارت کے شوق میں اس طرح آنسو بہا رہے ہوتے ہیں کہ انسان ان کے ہجر و فراق کو دیکھ کر اپنا آپ اور اپنے اہل کو بھول جاتا ہے۔

امید ہے اللہ کریم، گناہ معاف فرمانے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں کہ ہماری

اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔ ہماری اور ان کی زیادتیوں کو مٹا دے گا ہماری اور ان کی لغزشوں پر پردہ ڈالے گا اور امید ہے اس کے پیارے نبی رؤف رحیم جن کی شفقت ہر شہری اور دیہاتی کے لیے ہے کہ وہ ہمارے رب کی بارگاہ میں ان تمام معاملات کی پاکیزگی کے لیے شفاعت فرمائیں گے اور اس بات کے لیے شفاعت فرمائیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اصلاح احوال کی توفیق دے اور اس کے ساتھ ساتھ ماقات (سابقہ زندگی) سے لے کر موت تک کی زندگی پر افسوس کے آنسو بہانے کی توفیق دے اللہ تعالیٰ آسان کر دے ہمارے یہ معاملات اور توفیق دے بہتر عمل کی۔

انہ اکرم کریم وارحم رحیم وصلی اللہ علیہ وسلم
کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون۔

(آمین)

باب (۵)

زیارتِ نبوی اور توحیدِ خالص

زیارتِ نبوی فی الحقیقت توحیدِ خالص اور ایمانِ صادق ہے۔ اس میں نہ شرک ہے نہ شبہ شرک اور نہ ذرّہ شرک۔ اس لیے کہ زیارت کرنے والا ہر شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ رسالت مآب حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم فضل، کمالِ احسان اتمامِ نعمت، شرف میں مقامِ آخر اور اللہ تعالےٰ کے لیے عبودیتِ خالصہ کے مقام پر فائز ہیں۔ اور یہ عین توحید ہے۔ بعض محرومین کا یہ خیال کہ زیارت یا اس کے لیے سفر سے منع کرنا توحید کی محافظت ہے کیونکہ زیارت شرک کی طرف لیجانے والی ہے۔ یہ تخیل باطل ہے اور ان کی عبادت پر واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ شرک کی طرف لیجانے چیزیں یہ ہیں جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ یعنی قبر کو سجدہ گاہ بنانا، ان پر اعتکاف کرنا ان میں تصاویر لٹکانا بخلاف زیارت، سلام، دعا اور حصولِ برکت یہ تو توحید کی طرف لانے والی چیزیں ہیں۔ اور ہر عاقل ان کے درمیان فرق سے آگاہ ہے۔ یہ بات بھی مسلّمہ ہے کہ جب کوئی انسان شریعتِ مبارکہ کے آداب کے مطابق ان کو بجالاتا ہے تو ایسی صورت میں کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ زیارت یا سفرِ زیارت سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ برائی کا ذریعہ ہیں تو یہ بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت کا ارتکاب ہے۔

دو ضروری اُمور

یہاں دو اہم امور کا تذکرہ ضروری ہے ـــــ ایک یہ کہ اللہ رب العزت کی ربوبیت کو یکتا مانتے ہوئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ اپنی ذات، اوصاف اور افعال میں تمام مخلوق سے منفرد ہے۔ دوسرا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کو تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ماننا لازم و فرض ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ مخلوق باری تعالیٰ کے ساتھ ذات یا اوصاف یا افعال میں شریک ہے وہ مشرک ہوگا۔ اسی طرح جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ عالیہ میں کمی کرے گا وہ بھی گستاخ یا کافر ہوگا۔ جس نے آپ کی تعظیم میں مبالغہ کیا لیکن آپ کو باری تعالیٰ کے خصائص میں شریک نہ کیا وہی شخص حق کو پہنچا اور اسی نے جانبِ ربوبیت اور مقامِ رسالت دونوں کی حفاظت کی۔ یہی وہ راہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔ فاضل بوصیریؒ نے یہی بات قصیدہ بردہ میں کہی ہے

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیهم واحکم بما شئت مدحًا فیه واحتکم

آپ کے بارے میں وہ نہ کہو جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہا۔ اس کے علاوہ آپ کی مدح و تعریف میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ دے۔

وانسب الی ذاته ما شئت من شرف وانسب الی قدره ما شئت من عظم

آپ کی ذات کی طرف ہر شرف و بزرگی منسوب کر دو اور عظمت و عزت کا جو بھی مرتبہ ہے وہ آپ کے لیے ثابت کر سکتے ہو۔

فان فضل رسول الله لیس له حد فیعرب عنه ناطق بفم

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و شہرت کی کوئی حد نہیں کہ جسے کوئی ناطق اپنی زبان سے بیان کر سکے۔

ان اشعار کا معنی یہ ہے کہ جو شخص آقا علیہ السلام کی مدح و تعریف کرنا چاہتا ہے اسے اجازت ہے وہ جس طرح بھی چاہے آپ کی مدح کرے۔ ہاں نصاریٰ کا طریقہ نہ اپنائے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ اس طریقہ میں شرک ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اور رسول سمجھیں اس کے بعد جو صفات کمال و جمال آپ کے لیے بیان کریں اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اے مخاطب اگر تو تمام طاقت وجد و جہد آپ کی مدح میں بروئے کار لے آئے تو بھی محسوس کرے گا کہ میں آپ کے کمالات عالیہ میں سے چند کا بھی احاطہ بھی نہیں کر سکا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظمت حاصل ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑے جابر لوگوں کی گردنیں سرنگوں ہو گئیں۔ آپ کی بلندیٔ شان یہ ہے کہ تمام قیصروں کی پیشانیاں آپ کی خدمت میں جھک گئیں۔ آپ کی تعریف کی کثرت میں انصار کی راہ اختیار کر دنہ نصاریٰ کی۔ آپ کی ثناء میں وہ راہ اختیار کرو جو ہدایت یافتہ لوگوں کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں منقول ہے:

لا تطروني كما اطرت النصاری عیسی وقولوا عبد اللہ ورسوله	میری تعریف میں اس طرح کی زیادتی نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا مجھے ہمیشہ اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

یعنی خدا یا خدا کا شریک نہ کہو۔

آپ کی تعریف میں مبالغہ کیوں نہ کیا جائے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کی مدح فرمائی۔ آیاتِ ذکر اور فرمان عظیم میں آپ کی بے مثال ثنا فرمائی ہے۔ اپنے بندوں کو آپ کی بارگاہِ مقدس میں ظاہری و باطنی آداب بجالانے کا حکم فرمایا۔ آپ کو تمام مخلوق کا ہادی و رہنما بنایا۔ آپ کے مبارک اسم کو اپنے برگزیدہ نام کے ساتھ متصل

اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا۔ ارشاد ہے :

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت کی۔

شیخ ابن فارضؒ سے جب کہا گیا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں کیوں ہچکچاتے ہیں ؟ تو انہوں نے فرمایا :

اری کل مدح فی النبی مقصرا وان بالغ المثنی علیہ واکثرا

میں جانتا ہوں کہ ہماری مدح اس نبی کے شایان شان کہاں اگرچہ آپ کی تعریف کرنے والا کتنا ہی مبالغہ کیوں نہ کرے۔

اذا اللّٰہ اثنی بالذی ھو اھلہ علیہ فما مقدار ما تمدح الوری

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شایان شان مدح کی ہے اس کے مقابل مخلوق کی مدح کیا حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت قاضی عیاضؒ نے شفا میں اس موضوع پہ ایک فصل قائم کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ خصائل جلال و جمال وہی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سالہا سال کی محنت یا ساری عمر میں ان میں سے کسی صفت سے متصف ہو جاتا ہے تو اسے ایک قسم کی برتری اور فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ خواہ یہ صفت اس کو نسب میں حاصل ہو یا جمال، قوت، علم، حلم، شجاعت، سخاوت اور عفو وغیرہ میں سے کسی میں ہو، لیکن اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کے نام کو مثال کے طور پر پیش کرنے لگتے ہیں اور اس کی اسی خوبی کے سبب دلوں میں اس کی عزت و عظمت سرایت کر جاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی مدتوں اس کا نام زندہ

رہتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس کی ہڈیاں بھی گل چکی ہوں۔

اے صاحبِ عقل و دانش! تیرا اس ہستی کی قدر و منزلت کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے اخلاقِ کریمہ اور جبلّتِ حسنہ میں پسندیدہ عادتیں اس کثرت سے پائی جائیں کہ انہیں شمار کرنے سے عدد عاجز ہو جائیں اور زبانیں گنگ ہو کر رہ جائیں۔ ساتھ ہی وہ خصائل بھی کمال کے اس درجے پر ہوں کہ کسب و حیلہ کے ذریعے اُن کا حصول ناممکن ہو اور وہ سارا معاملہ ہی اللہ جل مجدہٗ کی خاص کرم نوازی سے وابستہ ہو۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے بعض عنوانات یہ ہیں: نبوت، رسالت، خلّت، محبوبیت، اصطفاء، اسراء، رویتِ باری تعالیٰ، قربِ دو نو، وحی، شفاعتِ عاصیاں، وسیلہ، درجاتِ رفیعہ، مقامِ محمود، براق، معراج، ساری کائنات کی طرف بعثت، انبیاء کے ساتھ امام بن کر نماز پڑھنا، انبیائے کرام اور اُن کی امتوں پر شاہد ہونا۔ بنی آدم کی سرداری، لواء الحمد، بشارت و نذرت، مالکِ عرش و فرش کا قربِ خاص، اطاعت، امانت، ہدایت، ساری کائنات کے لئے رحمت ہونا، عطیۂ رضا، سوال، حوضِ کوثر، کلامِ الٰہی کا سننا، اتمامِ نعمت اگلوں پچھلوں کی مغفرت کا باعث، شرحِ صدر، مخلوق کا بوجھ ہلکا کرنے والا، رفعتِ ذکر، تائید ایزدی سے سرفراز، صاحبِ سکینہ، تائید ملائکہ، صاحبِ کتاب و حکمت و سبع مثانی و قرآنِ عظیم، امت کا تزکیہ کرنا مخلوق کو خالق کی طرف بلانا، اللہ اور ملائکہ کا صلوٰۃ بھیجنا، لوگوں کے درمیان حکمِ الٰہی سے حاکم و منصف ہونا، اُمت محمدیہ سے اگلی امتوں والی سختیوں کو ہٹانے والا، خدا نے اس کے نام (حیات) کی قسم کھائی، اجابتِ دعا، جمادات کا آپ سے کلام کرنا، حالانکہ وہ زبان سے محروم ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرنا، بہروں کو سُنانا۔ انگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہا دینا۔ تھوڑے طعام کو

زیادہ کر دینا، چاند کو شق کرنا، سورج کو واپس لوٹانا، قلبِ اعیان، رعب کے ذریعے مدد کئے گئے، غیوب پر مطلع فرمائے گئے، ابر کا سایہ کرنا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، رنج و الم کا دور فرمانا، لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کے سوا کسی میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ کمالاتِ مصطفویہ کا احاطہ کر سکے۔ علاوہ بریں آپ کے وہ فضائل و کمالات بھی ہیں جو خدائے ذوالمنن نے دورِ آخرت میں آپ کے لیے ذخیرہ کر چھوڑے ہیں۔ مثلاً اعلیٰ منزل، مقدس درجات اور سب سے بلند و بالا سرداری کے مراتب۔ یہ وہ نعمتیں ہیں کہ عقل ان کو سمجھنے میں بے عقل ہے۔ اور ان کی حقیقت کی جانب پرواز کرنے سے مرغانِ وہم و گمان کے پر جل جاتے ہیں۔

باب (۶)

زیارتِ نبوی کے لیے جوازِ سفر پر ائمہ محدّثین وفقہاء کی تصریحات!

امام مالکؒ اور زیارتِ نبوی

امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے۔ اس لیے آپ کو امام دارالہجرہ کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے آثار، زیارات، شہر مدینہ، مسجد نبوی اور بقیہ تمام مقامات حتیٰ کہ شہر مدینہ کی مٹی کا جو ادب و احترام اور اس کی تعظیم امام مالک کیا کرتے تھے، آپ پر لکھی جانے والی تمام کتب ان تمام آداب کے بیان سے مالا مال ہیں۔ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ شہر مدینہ میں سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

استحی من اللہ ان ارکب	مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے اس بات
فی مدینۃ فیھا جثۃ	میں کہ اس شہر میں سواری استعمال کروں
رسول اللہ صلی علیہ وسلم۔	جس میں رسول اللہ کا جسدِ اطہر ہے۔

جب آپ کی مجلس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا، سر جھک جاتا۔ یہاں تک کہ اس محفل کے شرکاء آپ کی حالت پر پریشان ہو جاتے، امام مالک کے ہاں یہی وہ تعظیم و توقیرِ نبی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسروں پر ممتاز فرما دیا تھا اور ان کے دلوں میں آپ کی ہیبت و تعظیم پیدا کر دی تھی۔

حاکم وقت ابوجعفر منصور کو آپ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا اور جب اس نے پوچھا کہ مواجہ شریف میں حاضری کے وقت دعا کس طرف منہ کر کے کی جائے، کعبہ کی طرف یا آپ کی طرف؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی طرف منہ کیا جائے اور دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

انہ وسیلتک و وسیلة	آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے اور تیرے
ابیک آدم	جد حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ سے زیارت نبوی کا ثبوت تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کا تعلق محبت قائم کرنے اور آپ کی بارگاہ کا ادب سکھانے میں آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ آپ زیارت کے قائل نہیں جو عین جفا ہے اور یہ مخالفت ہے تمام صحابہ و تابعین کی جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں سلام کی خاطر حاضری، ریاض الجنہ سے حصول برکت، آپ کے مبارک ہاتھوں کے مس کرنے کی جگہ اور آپ کے مبارک قدموں کے آثار کے حریص رہتے تھے۔

بعض لوگوں نے آپ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ زیارت نبوی اور اس کے لیے سفر مکروہ ہے۔ یہ سراسر جہالت ہے۔ اور امام مالک پر یہ افترا و کذب ہے یہ آپ کا قول ہی نہیں۔ حق بات یہ ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں کہ امام مالک رض ایسی بات ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ آپ کے قول سے ایسی چیز کا ارادہ کر لیا گیا ہے جو امام مالک کا مقصود نہیں۔ آئیے ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ اس عاشق رسول امام نے کیا کہا ہے۔ ابو الولید محمد بن رشد مالکی نے البیان والتحصیل میں امام مالک رح کا قول نقل کرتے ہوئے کہا:

قال مالک اکرہ ان یقال	امام مالک رض فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے
زیارة لزیارة البیت الحرام و	لیے لفظ زیارۃ کا استعمال میں ناپسند

اکرہ مایقول الناس زرت النبی واعظم ذلک ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزار۔	کرتا ہوں اور لوگ یہ جو کہتے ہیں، میں نے نبی اکرم کی زیارت کی یہ بھی ناپسند کرتا ہوں، حضور کی ذات اقدس لفظ زیارت سے کہیں بالاتر ہے۔

پہلی توجیہہ

ابن رشد مالکیؒ آپ کے قول کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے کلمات کے استعمال کے حوالے سے اسے مکروہ کہا ہے کیونکہ لفظِ زیارت مُردوں کے لیے مستعمل ہے۔ ظاہر ہے اس کا استعمال آپ کے لیے کیسے پسند ہوگا؟ اس لیے آپ نے فرمایا کہ لفظ زیارت کا استعمال آقا علیہ السلام کے لیے نہ کیا جائے (یعنی حاضری مکروہ نہیں بلکہ لفظ زیارۃ کا اطلاق مکروہ ہے) جیسے امام مالک ایامِ تشریق کہنا مکروہ جانتے ہیں اور اس کی جگہ قرآنی لفظ ایام معدودات پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح رات کی نماز کے لیے لفظ عتمہ کا استعمال مکروہ جانتے ہوئے اس کے لئے عشاء اخیرہ کا لفظ پسند کرتے ہیں اسی طرح طوافِ زیارت کو طوافِ افادہ کہنا پسند کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فاذا افضتم من عرفات (جب تم عرفات سے لوٹ آؤ)

لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زارنی فی المدینہ محتسبًا کان فی جواری وکنت لہ شفیعًا یوم القیامۃ	جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر میری زیارت کے لیے شہر مدینہ آیا وہ قیامت کے روز میرے قریب ہوگا اور میں اس کی شفاعت کروں گا۔

ایک اور روایت ہے:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی	جس شخص نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات "زرنا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (ہم نے قبرِ نبی کی زیارت کی) کہنا مکروہ جانتے تھے:

ان کے اس قول کی توجیہہ وتفسیر میں اختلاف ہے۔

۱۔ لفظ زیارت کا اطلاق اس فرمانِ نبوی "لعن اللہ زوارات القبور" (قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے) کی وجہ سے مکروہ جانتے تھے۔

اس توجیہہ پر یہ اشکال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

نہیتکم من زیارۃ القبور فزوروھا۔	میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کر رکھا تھا، اب زیارت کیا کرو۔

اس طرح آپ کا فرمان ہے: من زار قبری وجبت لہ شفاعتی - ان دونوں ارشاداتِ عالیہ میں آپ نے لفظِ زیارت کا اطلاق فرمایا ہے۔

۲- بعض لوگوں نے یہ توجیہہ کی ہے کہ زائر صاحب زیارت سے افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا لفظِ زیارت مناسب نہیں لیکن یہ بھی قابلِ توجہ نہیں اس لیے کہ ہر زائر کا معاملہ ایسا نہیں اور نہ یہ قاعدہ کلیہ ہے بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اہلِ جنت اپنے رب کی زیارت سے شرف یاب ہوں گے تو اس لفظ کا اطلاق جب اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز ہے تو کسی دوسرے کے لیے کیوں نہیں ہو سکتا؟

۳- شیخ ابو عمران مالکیؒ وجہِ کراہت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ زیارت کا اطلاق لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لیے کرتے ہیں لہٰذا یہ آقا علیہ السلام کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے تاکہ آپ اور دیگر لوگوں میں مساوات نہ ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ ہونے چاہئیں جو دوسروں کے لیے مستعمل نہ ہوں مثلاً یوں کہا جائے:

سلمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	ہم نے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان زیارت مباح ہے خواہ وہ ایک دوسرے کی زیارت کے لیے جائیں یا نہ جائیں اس بات کا انہیں اختیار ہے۔ مگر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری تو واجب ہے اس لیے امام مالکؒ نے لفظ زیارت کا اطلاق آپ کے لیے مکروہ جانا۔

یاد رہے ان اقوال میں وجوب سے مراد وجوب فرض نہیں بلکہ وجوب ندب و ترغیب ہے۔

۴- قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی بہتر توجیہہ یہ ہے کہ امام مالکؒ

کے ہاں لفظ زیارت کی نسبت قبرِ انور کی طرف مکروہ ہے۔ لیکن لفظ زیارت کی نسبت آپ کی ذاتِ اقدس کی طرف مکروہ نہیں مثلاً زرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے، قبر کی طرف زیارت کی نسبت اس فرمانِ نبوی کی وجہ سے مکروہ ہے:

اللھم لا تجعل قبری وثنًا	اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا
یعبد بعدی اشتد غضب	اس قوم پر اللہ کا سخت ترین غضب
اللہ علی قوم اتخذوا قبور	ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو
انبیاءھم مساجد۔	سجدہ گاہ بنالیا۔

امام مالکؒ نے فتنے کے سدباب کے لیے عملی مشابہت تو درکنار لفظی تشبہ سے بھی پرہیز فرماتے ہوئے امتِ مسلمہ کو ایسے الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمادیا۔

شیخ اسحاق بن ابراہیم الفقیہہؒ بیان کرتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کا ہمیشہ سے یہ طریقہ ہے کہ حج کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری سے بھی مشرف ہوتے ہیں اور ان چیزوں کا قصد کرتے ہیں:۔ مسجدِ نبوی میں نماز، ریاض الجنۃ، منبر پاک، مزارِ اقدس، آپ کے بیٹھنے کی جگہ، وہ مقامات جہاں آپ کے مبارک ہاتھ لگے۔ وہ مقامات جنہوں نے آپ کے تلووں کے بوسے لیے، وہ ستون جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے تھے، مقام وحی، وہ لوگ جو جوارِ رسول میں مقیم ہیں اور جنہوں نے آپ کی زیارت کا قصد کیا صحابہ اور ائمہ مسلمین میں سے۔ الغرض ان تمام مقامات کی زیارت حصولِ برکات کا ذریعہ ہے۔

ابنِ ابی فدیکؒ کا قول

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ جو شخص مواجہ شریف

میں حاضر ہو کر آیتِ درود ان اللہ و ملئکتہ کی تلاوت کرے اور اس کے بعد ستر دفعہ "صلی اللہ علیک یا محمد ؐ" (اے نبی آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ہمیشہ نزول ہو) کہے تو ایک فرشتہ ندا دیتا ہے، اے فلاں تجھ پر اللہ کی رحمت کا نزول ہو۔ تیری تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا بارگاہِ نبوی میں سلام

یزید بن سعید المہریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا مجھے آپ سے ضروری کام ہے اور وہ یہ کہ:

اذا اتیت المدینۃ سترٰی	جب آپ شہر مدینہ جائیں اور روضۂ
قبر النبی صلی اللہ علیہ	اقدس پر حاضر ہوں تو آپ کی خدمتِ
وسلم فاقرئہ منی السلام	اقدس میں میرا سلام عرض کرنا۔

آپ کا یہ عمل بھی منقول ہے:

کان یبرد الیہ البرید	آپ ملک شام سے سلام عرض کرنے
من الشام	کے لیے قاصد روانہ کرتے۔

بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ جب انس بن مالکؓ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تو دست بدعا اس طرح منہمک ہو کر کھڑے ہو جاتے کہ دیکھنے والا محسوس کرتا:۔

انہ افتتح الصلاۃ فسلم	کہ آپ نے نماز شروع کر رکھی ہے۔
علی النبی صلی اللہ علیہ	آپ کی خدمت میں سلام پڑھتے اور
وسلم ثم انصرف	واپس ہو جاتے۔

ابن وہبؒ روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا جب تم بارگاہِ رسالت میں

سلام عرض کر کے دعا کرو تو تمہارا منہ آپ کی طرف ہونا چاہیئے۔ اس وقت قبلہ رخ نہ ہوا کرو، آپ کے قریب ہو کر سلام عرض کرو مگر جالی کو ہاتھ نہ لگاؤ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔

مبسوط میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص آپ کی خدمت میں سلام عرض کر کے بغیر دعا کے چلا جائے۔

حضرت نافع سے منقول ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سینکڑوں دفعہ دیکھا آپ حاضری دیتے، حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کر کے واپس ہو جاتے۔

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ منقول ہے:

وضع یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه [1]	اپنا ہاتھ منبر کی اس سیڑھی پر رکھتے جہاں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوتے تھے۔ پھر اسے اپنے چہرے پر مل لیتے۔

دیگر مالکی ائمہ محدثین وفقہاء کے اقوال

محدث عبدالحق الصقلی نے تہذیب المطالب میں شیخ ابو عمران المالکیؒ سے نقل کیا۔

ان زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجبۃ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت واجب ہے۔

یعنی سنن واجبہ میں سے ہے:

---

[1] الشفاء ۲ : ۶۶۶ تا ۶۷۲

اس کتاب میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ شیخ ابو محمد بن ابی زید سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو حج کے لیے مال دے کر بھیجتا ہے اور اس کے ساتھ زیارت کی شرط بھی عائد کرتا ہے لیکن اس سال کسی عذر کی وجہ سے وہ زیارت کے لیے نہیں جا سکتا تو معاملہ کیا ہوگا اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا :

یرد الاجرۃ بقدر مسافۃ الزیارۃ ۔	مسافتِ زیارت پر خرچ ہونے والی رقم واپس کر دی جائے ۔

ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ رقم واپس کرنے کے بجائے کسی نائب کو زیارت کے لیے روانہ کر دے ۔ دونوں اقوال میں تطبیق یوں ہے کہ اگر کسی نے معین سال کے حج کے لیے کسی کو مقرر کیا تھا تو پھر زیارت کی رقم واپس کر دے اور اگر سابقہ حج ذمے تھا تو پھر نائب مقرر کر دے ۔

یہ عبدالحق کون ہیں ؟ یہ عظیم مالکی محدّث ہیں ۔ ان کا نام عبدالحق بن محمد بن ہارون السھمی القروی الصقلی ہے ۔ انہوں نے قیروان اور صقلیین کے مشائخ سے تعلیم حاصل کی ان میں سے مشہور فاضل شیخ ابو عمران مالکی بھی ہیں، پہلی دفعہ حج کے موقعہ پر شیخ عبدالوہابؒ سے ملاقات کی اور دوسری دفعہ امام الحرمین کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان سے بہت سے مسائل میں بحث کی ۔ مسلکِ مالکی پر ان کی بہت سی خوبصورت کتب ہیں ۔ ان کا وصال اسکندریہ ۴۶۶ھ میں ہوا ۔ زیارت کے بارے میں ان کا مذکورہ جزئیہ نہایت ہی حسین ہے ۔

شیخ ابن ابی زید کی کتاب النوادر میں امام مالک سے منقول ہے پھر زائر شہداء احد کی خدمت میں حاضر ہو کہ ان کو اسی طرح سلام عرض کرے جس طرح اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں صحابہ سے سلام عرض کیا تھا ۔ اسی کتاب میں شیخ ابن حبیبؒ سے ہے کہ اہلِ قبور کو سلام دینا ان احادیث سے

سے بھی ثابت ہوتا ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کی خدمت میں سلام عرض کرنے کا ذکر ہے۔

ابن رشد مالکیؒ نے البیان والتحصیل میں قبرِ انور کے پاس سے گزرنے والے کے سلام کے بارے میں درج ذیل گفتگو کی ہے۔ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا قبرِ انور کے پاس سے گزرنے والے شخص پر ہر دفعہ سلام عرض کرنا لازم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے نزدیک ہر مرتبہ سلام عرض کرے۔

لیکن جب پاس سے نہیں گزرا تو اس وقت سلام لازم نہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے

اللھم لا تجعل قبری وثنًا	اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا
یعبد اشتد غضب اللہ علی	اس قوم پر اللہ کا سخت ترین عذاب
قوم اتخذوا قبور انبیاءھم	آیا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو
مساجد	سجدہ گاہ بنایا

آپ سے غیر مدنی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس پر لازم ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہو، آپ نے فرمایا ہر روز حکم نہیں ہاں واپسی کے وقت لازم ہے۔

ابن رشدؒ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ غیر مدنی پر لازم ہے کہ وہ یہاں سے بھی جب بھی گزرے سلام عرض کرے ہاں پاس سے گزرنا ضروری نہیں لیکن جب واپسی کا ارادہ کرے تو پھر حاضری ضروری ہے۔ بار بار پاس سے گزرنا، ہر روز حاضری ضروری سمجھنا مکروہ ہے۔ اس لیے قبرِ انور کو اس مسجد کی طرح نہیں بنانا چاہیئے جس میں ہر نماز کے وقت جایا جاتا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللھم لا تجعل قبری وثنًا یعبد

آپ نے غور کیا وداع کے وقت حاضری لازم قرار دی جبکہ سلام بطریق اولیٰ

لازم ہوگا۔ البتہ مذکورہ حکمت کے پیشِ نظر کثرت کو مکروہ کہا۔ اصلاً حاضری اور سلام کے استحباب پر اتفاق ہے۔

قاضی عیاضؒ شیخ ابن حبیبؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب کوئی شخص مسجد نبوی میں داخل ہو تو وہ کہے:

بسم اللہ وسلام علی رسول اللہ السلام علینا من ربنا وصلی اللہ وملائکتہ علی محمد اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک واحفظنی من الشیطان الرجیم۔	اللہ کے نام کے ساتھ۔ اللہ کے حبیب پر اللہ کا سلام ہو اور ہم پر بھی رحمت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور پر۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما دے۔ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور شیطان رجیم سے مجھے محفوظ فرما دے۔

اس کے بعد ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز ادا کرے پھر قبر انور کے پاس بڑے ہی ادب اور تواضع کے ساتھ حاضر ہو۔ آپ پر صلوۃ و سلام پڑھے۔ آپ کی ثنا میں جو یاد ہو کہے پھر صاحبین کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ مسجد قبا اور احد کے شہداء کی خدمت میں جانا نہ بھولے۔

شیخ ابن قاسمؒ فرماتے ہیں، میں نے اہلِ مدینہ کو دیکھا کہ ان کا طریقہ یہ ہے:

اذا خرجوا منھا او دخلوھا اتوا القبر فسلموا	جب وہ سفر پر جاتے اور واپس آتے ہیں تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔

اور یہی امام مالک کی رائے ہے۔

شیخ الباجیؒ نے اہل مدینہ اور غیر اہلِ مدینہ میں تفریق کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

غیر اہل مدینہ کا مقصد فقط زیارت ہے ۔ اس لیے وہ ہر دفعہ سلام عرض کریں لیکن اہلِ مدینہ تو وہاں مقیم ہیں ان کا فقط یہ مقصد نہیں ۔

شیخ باجیؒ کا قول کہ غیر اہلِ مدینہ کا مقصد آپ کے مزارِ اقدس کی حاضری اور آپ کی خدمت میں سلام قابلِ توجہ ہے ۔

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ زیارت عین عبادت و قربت ہے مگر انہوں نے حسب عادت فتنے کے سدّباب کے لیے ایسی کثرت کو مکروہ قرار دیا ہے جو کسی قابلِ اعتراض بات کی طرف مقتضی ہو۔

باقی تینوں ائمہ ــــ امام اعظمؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمد زیارت اور اس میں کثرت کے استحباب کے قائل ہیں کیونکہ خیر میں کثرت خیر ہی ہوا کرتی ہے اور تمام ائمہ بشمول امام مالکؒ استحبابِ زیارت پر متفق ہیں ۔

شیخ ابو محمد عبدالکریم بن عطاء اللہ المالکیؒ مناسک (جس میں انہوں نے اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ میں مذہبِ مالک کی مشہور روایت ہی لوں گا) میں لکھتے ہیں :

جب حاجی حج اور عمرہ مکمل کر لے تو اب اسے چاہیے کہ زیارت مسجدِ نبوی آپ کی خدمت میں سلام، صاحبین کی خدمت میں سلام، جنت البقیع کی زیارت ، مزاراتِ صحابہ و تابعین کی زیارت اور مسجدِ نبوی میں نماز کے لیے جائے، استطاعت رکھنے والا شخص اسے ہرگز ترک نہ کرے ۔

شیخ العبدریؒ شرح رسالہ میں رقم طراز ہیں ، مسجد حرام یا مکہ کی طرف سفر کی نذر ماننے کی اصل شرع میں ہے کہ وہاں حج اور عمرہ کی ادائیگی ہوتی ہے ۔ قبرِ انور (جو کعبہ سے بھی افضل ہے) کی زیارت کے لیے سفر اور بیت المقدس کے لیے سفر کی نذر حالانکہ ان دونوں مقامات پر حج اور عمرہ نہیں ہوتا تو جب تینوں میں سے

کسی کی زیارت کی نذر مان لی جائے تو اس نذر کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔ کعبہ کے لیے متفق طور پر اور دوسرے دو مقامات کی نذر کے لزوم میں اختلاف ہے[1]

زیارتِ نبوی اور شیخ ابنِ قیم

ابنِ قیمؒ کے نزدیک زیارتِ نبوی افضل اعمال میں سے ہے یہ بات انہوں نے اپنے مشہور قصیدہ نونیہ میں بیان کی ہے۔ اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱۔ پس جب ہم مسجد نبوی میں پہنچ جائیں تو ہمیں پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنی چاہیئے۔

۲۔ ان میں ارکان کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام کے ساتھ خشوع اور حضورِ قلب کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔ پھر ہم قبرِ انور کی زیارت کے لیے چلیں اس طرح ادب کے ساتھ جیسے کوئی سہر کے بل جاتا ہے۔

۴۔ ہم قبرِ انور کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں کہ ہمارے ظاہر و باطن میں خضوع اور تذلل ہو۔

۵۔ گویا آپ قبرِ انور میں زندہ اور ناطق ہیں سامنے کھڑے ہونے والے سر منہ نیچے جھکائے ہوئے ہیں۔

۶۔ اس طرح آپ کی ہیبت و رعب طاری ہو کہ کھڑے ہونے والے پر کپکپی کا ایک سماں ہو۔

۷۔ آنکھوں سے آنسو کے چشمے پھوٹ پڑیں جو دیر تک خشک نہ ہونے پائیں۔

---

[1] شفاء السقام، ۷۲

۸۔ ہر مسلمان کو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت صاحبِ علم اور صاحب ایمان کی طرح باوقار ہونا چاہیئے۔

۹۔ آپ کی قبرِ انور کے پاس آواز ہرگز بلند نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی وہاں سجدہ کرنا ہے۔

۱۰۔ آپ کی قبرِ انور کا بیت اللہ کی طرح سات چکر کی صورت میں طواف نہیں کرنا۔

۱۱۔ پھر باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی جائے۔

۱۲۔ یہ طریقہ زیارت ہے اس شخص کے لیے جو شریعت اور ایمان کا دامن پکڑنے والا ہے۔

۱۳۔ زیارتِ نبوی افضل اعمال میں سے ہے اور یہ قیامت کے دن میزان میں کام آئے گی۔ [1]

امام ابنِ حجر مکیؒ اور زیارتِ نبوی

امام ابنِ حجر مکی شافعیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "الجوہر المعظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم" ہے۔ اس کتاب میں آپ لکھتے ہیں:

اے مسلمان اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے اپنی طاعت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات کا فہم اور رضا جوئی میں کوشاں فرمائے۔ آپ کی بارگاہ کی حاضری کتاب و سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو وہ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ	آپ کے پاس آجائیں۔ اللہ سے معافی

---

[1] قصیدہ نونیہ، ۱۸۱

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔	مانگیں اور رسول ان کی سفارش کردے تو وہ اللہ کو توّاب اور رحیم پائیں گے۔

اس آیت کریمہ نے امّت کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے، آپ کے پاس آکر گناہوں سے توبہ کرنے اور آپ کے گنہ گاروں کی سفارش کرنے کی خبر و تعلیم دی ہے اور یہ چیز وصال کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔ یہ آیت اس پر بھی دال ہے کہ گناہ گار اللہ تعالیٰ کو توّاب و رحیم تب ہی پائیں گے جب وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ کے پاس آکر اپنے گناہوں سے توبہ کریں گے اور آپ ان کے لیے بارگاہِ ایزدی سے ان کی سفارش فرمادیں گے۔

رہا معاملہ اللہ کی بارگاہ میں گناہ گاروں کے لیے حضور علیہ السلام کا بخشش مانگنا تو یہ نص قرآنی کے مطابق تمام مسلمان کو پہلے ہی حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔	اے محبوب مومن مرد اور مومن خواتین کے لیے دعائے بخشش کیجیے۔

صحیح مسلم میں بعض صحابہ سے یہی معنیٰ مروی ہے۔ پس گناہ گاروں کا آپ کی خدمت میں آجانا اور آکر اللہ کے حضور توبہ کرلینے کے ساتھ ہی وہ تینوں امور حاصل ہوجاتے ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں قبولِ توبہ اور حصولِ رحمت کا سبب ہیں، اور اس آیت "ولو انھم اذ ظلموا" میں اس بات پر کوئی اشارہ نہیں کہ آپ کی سفارش گناہ گاروں کی توبہ کے بعد ہی ہونی چاہیے بلکہ اس کا احتمال ہے۔ مذکورہ معنیٰ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ تقدم و تاخر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ گناہ گار آپ کے پاس حاضر ہو کر اور توبہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سائے میں آجائیں۔ یہ تمام گفتگو اس وقت ہے جب "واستغفر لھم الرسول" کا عطف "فاستغفروا اللہ" پر ہو۔ اگر "واستغفر لھم الرسول" کا عطف "جاءوک" پر مان لیں تو اب

اس معنی کی محتاجی نہیں رہتی۔ جس طرح اس صورت میں محتاجی نہیں رہتی جب ہم یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لیے سفارش فرمانا حالِ حیات کے ساتھ مقید نہیں جیسا کہ احادیث اس پر شاہد ہیں تو اب عطف " فاستغفروا اللہ " پر بھی ہو تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ آپ کی سفارش امت کے لیے بعد از وصال بھی ہے اور گناہ گاروں پر آپ کی شفقت و رحمت بھی ہر ایک پر واضح اور آشکار ہونے کی وجہ سے جو بھی آپ کی خدمت میں توبہ کرتے ہوئے آئے گا وہی آپ کی سفارش بھی پائے گا۔ اب یہ بات بہر حال ثابت ہو گئی کہ آیت میں بیان کردہ امور ثلاثہ ہر اس شخص کو حاصل ہوں گے جو آپ کے پاس توبہ کرتے ہوئے آیا خواہ آپ کی ظاہری حیات میں یا بعد از وصال۔ آیت مبارکہ کا نزول اگرچہ ظاہری حیات میں معین لوگوں کے لیے تھا لیکن حسب ضابطہ الفاظ کے عموم کے پیشِ نظر یہ حکم ہر اس شخص کو حاصل ہو گا جس میں آیت کی بیان کردہ علت پائی گئی خواہ ظاہری حیات ہو یا بعد از وصال۔ اسی لیے علماء امت نے آیت کریمہ کا حکم عام مانتے ہوئے کہا ہے کہ جو بھی شخص آپ کے مزارِ انور پہ حاضر ہو اس کے لیے اس آیت مبارکہ کا تلاوت کرنا مستحب ہے جس طرح امام عتبیؒ کے اس واقعہ میں مذکور ہے جسے مناسک میں تمام مذاہب اور مورخین نے نقل کیا ہے۔ لفظ " جاءوک " کا مقامِ شرط پر ہونا اس بات پر دال ہے کہ یہ حکم ہر ایک کیلئے ہے خواہ وہ قریب ہے یا بعید خواہ زیارت کے لیے، اسے سفر کرنا پڑے یا نہ کرنا پڑے۔ اس آیتِ مبارکہ سے بھی زیارتِ نبوی ثابت ہو رہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا	جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس
اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ	کے رسول کی ہجرت کے ارادے سے
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ	نکلا پھر اسے موت آ گئی تو اس کا اجر

اللہ کے ہاں ثابت ہوگیا۔

جو شخص علم کا ادنیٰ سا ذوق بھی رکھتا ہے وہ محسوس کرے گا کہ زیارتِ نبوی کے لیے آنے والا شخص یقیناً اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کی بعد از وصال زیارت کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے ظاہری حیات میں زیارت کی۔ ظاہری حیات کی زیارت تو اس آیت میں قطعاً داخل ہے۔ بعد از وصال کی زیارت بھی احادیث کی روشنی میں اس میں داخل ہے۔

زیارت کے ثبوت پر سنّت کا تذکرہ بعد میں کریں گے۔

قیاس سے زیارتِ نبویؐ کا ثبوت یوں ہے کہ احادیث صحیحہ میں زیارتِ قبور کا حکم موجود ہے تو آپ کی قبرِ انور تو دیگر قبور سے اولیٰ، اعلیٰ اور احق ہے بلکہ اس میں اور غیر میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بقیع اور شہدا احد کے پاس تشریف لے گئے تو آپ کا مزارِ اقدس تو حقوق و وجوب تعظیم کے لحاظ سے ان شہداء اور مدفون لوگوں سے کہیں اولیٰ ہے۔ زیارتِ نبویؐ کا مقصد تعظیم اور حصولِ برکت ہے بلکہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاضر ملائکہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں تو ہمیں برکت و رحمتِ عظیمہ کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

رہا اجماع کا معاملہ تو جتنے ائمہ اسلام آج تک ہو گزرے ہیں وہ تمام زیارتِ نبویؐ کے بارے میں متفق ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا یہ واجب ہے یا مستحب اکثر مندب کے قائل ہیں۔ فریقین کے نزدیک صرف آپ کی بارگاہ میں حاضری کی نیت سے سفر (جس میں اعتکاف اور مسجد نبوی میں نماز کا ارادہ نہ ہو) اہم خیر اور کامیاب ترین سعی ہے۔ اس لیے علماء نے کہا ہے کہ یہ حاضری واجب کے قریب ہے۔ بعض مالکیہ تو وجوب کے قائل ہیں۔ دیگر علماء اسے سنن میں سے قرار دیتے ہیں اور اس پر

احادیثِ صحیحہ میں تصریح ہے۔ اس میں شک وہی شخص کر سکتا ہے جس کا نورِ بصیرت بجھ چکا ہو۔ ان احادیث میں سے ایک میں

"من زار قبری وجبت له شفاعتی" "حلت له شفاعتی"

کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ ائمہ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام احادیث آپ کی زیارت پر دال ہیں خواہ آپ کی ظاہری حیات ہو یا بعد از وصال۔ مرد ہو یا عورت، قریب یا بعید۔ یہ احادیث آپ کی طرف سفر کی فضیلت پر بھی دال ہیں حتیٰ کہ خواتین کے لیے بھی یہ سفر مستحب ہے۔

امام الحافظ ذہبیؒ اور سفرِ زیارت نبویؐ

حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کو اس کمرے کے پاس کھڑے دعا اور آپ پر درود پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ کا مزار اقدس ہے۔ تو اس آدمی سے کہا کہ ایسا نہ کر کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری قبر انور کو میلہ نہ بناؤ اور نہ بناؤ گھروں کو قبور اور مجھ پر درود پڑھا کرو تم جہاں بھی درود پڑھو گے، تمہارا درود میری بارگاہ میں پہنچ جائے گا۔

یہ روایت مرسل ہے اور آپ نے اپنے فتویٰ میں جس چیز سے استدلال ہے وہ دلالت میں نافع نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کی جالیوں کے پاس مؤدب ہو کر آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام پڑھ رہا ہے اس کے لیے تو مبارک ہے کہ اس نے زیارت جیسا پاکیزہ عمل کیا۔ خضوع اور محبت میں ڈوبا رہا اور وہ ایک عبادت زائدہ بجالایا۔ کیونکہ زیارت کرنے والے کو دو اجر ملتے ہیں۔ ایک زیارت کا اجر اور ایک درود و سلام عرض کرنے کا اجر۔ دیگر مقامات پر درود پڑھنے والے کو فقط درود پڑھنے

کا اجر ہی ملتا ہے جس نے آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اس پر اللہ تعالےٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ لیکن جو شخص زیارت کے آداب بجا نہ لایا۔ قبر کو سجدہ کر دیا یا کوئی ایسا فعل کیا جو مشروع نہ تھا تو اس نے دونوں کام کیے اچھا بھی اور برا بھی۔ تو ایسے لوگوں کو نرمی کے ساتھ تعلیم دی جائے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔ خدا کی قسم کسی مسلمان کا بیقرار ہونا، چیخ و پکار کرنا، دیواروں کو چومنا اور خوب آنسو بہانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبّت کرنے والا ہے۔ پس آپ کی محبت ہی تو معیار اور اہلِ جنّت و اہلِ نار میں تفریق کرنے والی ہے۔ پس آپ کی قبر انور کی زیارت افضل امورِ خیر میں سے ہے۔

اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ " لاتشد الرحال " کے تحت انبیاء و اولیاء کے مزارات کی حاضری کی اجازت نہیں تو بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری اس حکم سے مستثنیٰ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی طرف سفر مستلزم ہے مسجد نبوی کے سفر کو۔ کیونکہ حاضری دخولِ مسجد کے بعد ہی ہوتی ہے اور مسجد نبوی کے لیے سفر بلا نزاع جائز ہے۔ پھر زائر تحیۃ المسجد ادا کرے اس کے بعد صاحبِ مسجد کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس نعمت سے مالا مال فرمائے (آمین) [1]

امام محمد بن یوسف الکرمانیؒ اور زیارتِ نبوی

شارح بخاری امام کرمانی " لاتشد الرحال " کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ استثناء مفرغ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ عام مقدر ماننا

---

[1] سیر الاعلام النبلاء، ۴: ۴۸۳، ۴۸۵

چاہیئے جو کہ لفظ موضع یا لفظ مکان ہے تو اب حدیث کا معنی ہوگا کہ ان مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا سفر جائز نہیں حتی کہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کی زیارت بھی منع ہوگی۔

اس کا جواب دیتے ہوئے امام کرمانیؒ فرماتے ہیں یہ بات درست ہے کہ مستثنیٰ منہ اعم ہونا چاہیئے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ نوع و وصف میں مستثنیٰ کے مناسب ہو مثلاً جب آپ کہتے ہیں "ما رأیت الا زیداً" اب تقدیراً عبارت یوں ہوگی "ما رأیت رجلاً او احدا الا زیداً" یہ نہیں ہوسکتی "ما رایت شیئا او حیوانا الا زیداً۔ اب اس مسلمہ اصول کے تحت عبارت حدیث یوں ہوگی "لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلاثۃ مساجد" یعنی ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ زیارتِ قبور زیرِ بحث ہی نہیں۔ ہمارے ہاں بلادِ شامیہ میں اس مسئلہ پر کئی مناظرے برپا ہوئے ہیں۔ طرفین میں سے ہر ایک نے اس موضوع پر رسائل لکھے ہیں۔ ہم یہاں اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔ الفاظِ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ المسجد الحرام۔ یہ لفظ ثلاثۃ سے بدل ہے۔ بعض نسخوں میں اسے مرفوع پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہوگا "الوسول" میں الف لام عہد خارجی ہے اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے۔ مسجدی کی جگہ مسجد الرسول کا لفظ تعظیم کے ساتھ ساتھ علتِ تعظیم پر بھی دال ہے۔

قولہ المسجد الاقصیٰ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے اور مسجد حرام کے درمیان طویل مسافت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کی جگہ زمین میں سب سے بلند اور آسمان کے قریب ہے۔

بقول زمخشری مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے کیونکہ اس کے سوا وہاں کوئی مسجد نہیں۔ المسجد الحرام کے اطلاقات مختلف ہیں۔ بعض اوقات اس سے مکہ

شہر مراد ہوتا ہے " من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ " بعض صورتوں میں تمام حرم مراد ہوتا ہے " فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا " اور بعض اوقات خود مسجد مراد ہوتی ہے۔ مذکورہ حدیث میں مسجد ہی مراد ہے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ " لا تشد الرحال " لفظاً خبر ہے مگر معنیً انشاء و ایجاب ہے۔ یعنی جب کسی انسان نے نذر مانی کہ فلاں بابرکت مقام پر نماز ادا کرے گا۔ اگر تو ان تین مساجد کے علاوہ کسی مقام و مسجد کی نذر ہے تو اس کا پورا کرنا اور اس کی طرف سفر کرنا لازم نہیں بلکہ انسان کو اختیار ہے چاہے وہ وہاں جائے چاہے نہ جائے۔ رہ گئیں یہ تین مساجد تو مسجد حرام کی طرف حج اور عمرہ کے لیے سفر کرنا واجب ہے۔ مسجد نبوی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری حیات میں ہجرت کے موقع پہ سفر فرمایا۔ یہ واجب علی الکفایہ ہے اور بیت المقدس کی طرف سفر مستحب ہے۔

بعض علماء نے معنیٰ حدیث یہ بیان فرمایا ہے کہ اعتکاف کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر جائز نہیں۔ بعض اسلاف کا یہ قول بھی ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف جائز ہی نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان مساجد کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

شیخ ابو محمد الجوینیؒ فرماتے ہیں کہ ان مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر کرنا مثلاً صالحین کی قبور کی طرف حرام ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ صالحین کے مزارات کی طرف سفر نہ حرام ہے اور نہ مکروہ باقی حدیث میں مراد یہ ہے کہ فضیلت تامہ صرف ان تین مساجد کی طرف سفر کرنے میں ہے [1]

---

[1] شرح الکرمانی علی صحیح البخاری، ۷: ۱۲

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور زیارتِ نبویؐ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ حدیث "لا تشد الرحال" کے تحت رقمطراز ہیں۔

امام کرمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس مسئلہ میں بہت مناظرے ہوئے اور طرفین نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے ہیں میرے نزدیک امام کرمانیؒ کا اشارہ شیخ تقی الدین السبکیؒ وغیرہ کی طرف ہے جنھوں نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے معاندین حافظ شمس الدین بن عبدالہادی وغیرہ کے خلاف لکھا ہے۔ ہمارے ہاں یہ بات بہت ہی مشہور ہے۔ حاصل یہ کہ انہوں نے ابن تیمیہ کو الزام دیا ہے کہ وہ رحمت دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لیے سفر کو حرام جانتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس کی خوب خبر لی اور یہ مسئلہ ابن تیمیہ کے ان مسائل میں سے ہے جن سے امت میں بدمزگی پیدا ہوئی۔ زیارتِ نبوی پر امت کا اجماع ہونے کے باوجود ابن تیمیہ نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان میں اسے ایک وہ عبارت ہے جو امام مالکؒ کے بارے میں منقول ہے۔

انه کره ان یقال زرت قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم۔	یوں کہنا کہ میں نے قبر انور کی زیارت کی امام مالک ناپسند کرتے۔

حالانکہ مالکی فقہاء نے اس کا بڑی صراحت کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بطور ادب ناپسند کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ امام مالک اصل زیارت کے مخالف تھے بلکہ وہ تو اسے افضل عبادت اور ایسا عمل جانتے جو قربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ باقی زیارت کی مشروعیت پر بلانزاع اجماع ہے۔ واللہ ھادی الی الصواب۔

بعض محققین نے فرمایا " الا الی ثلاثۃ مساجد " میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ وہ عام ہوگا یا خاص۔ اگر مستثنیٰ منہ عام مقدر مانا جائے تو عبارت یوں ہوگی۔ " لا تشد الرحال الی مکان فی ای امر کان الا الی ثلاثۃ " لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اس صورت میں تجارت، صلہ رحم، طلب علم تمام امور کے لیے سفر کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر مستثنیٰ منہ خاص مقدر مانا جائے تو پھر معنی درست ہوگا۔ " لا تشد الرحال الی مسجد للصلاۃ فیہ الا الی ثلاثۃ (ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر جائز نہیں۔ تو اب قبر انور اور دیگر صالحین کی قبور کی زیارت کے لیے منع سفر پر اس حدیث سے استدلال باطل ہوگا۔ واللہ اعلم!

شیخ سبکی الکبیر فرماتے ہیں ان تین مقامات کے علاوہ زمین کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس میں ذاتی فضیلت ہو جس کی خاطر سفر کیا جائے۔ فضیلت سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر کوئی حکم شرعی مرتب کیا ہو۔

اب ان تین کے علاوہ اگر کسی جگہ کی طرف سفر کیا جائے گا تو اس کی ذاتی فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ وہاں جہاد، حصول علم اور زیارت جیسے مندوبات یا مباحات کی خاطر ہوگا۔ بعض لوگوں پر یہ معاملہ ملتبس ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ان تین مساجد کے علاوہ ہر ایک کی زیارت منع ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ اصول نحو کے مطابق مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے۔ اب معنی یہ ہوگا:

لا تشد الرحال الی مسجد من	ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد
المساجد الا الی مکان ص	اور مکان کی طرف سفر نہ کرو۔
الامکنہ الا الی ثلاثۃ المذکورہ۔	

اب مثلاً زیارت اور حصول علم کے لیے سفر مکان کی طرف سفر ہی نہیں بلکہ اس مکان میں آباد شخصیت کی طرف سفر ہے لے

لے فتح الباری، ۳ : ۶۶

امام بدرالدین عینیؒ اور زیارتِ نبوی

امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینیؒ شرح بخاری عمدۃ القاری میں حدیث لاتشد الرحال پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ امام رافعیؒ نے قاضی ابن کج سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دے گا تو اس پر نذر کا پورا کرنا لازم ہے اور اگر اس نے اس کے علاوہ کسی دیگر مزار کی نذر مانی تو اسے اختیار حاصل ہے۔ شوافع میں سے قاضی عیاضؒ اور ابو محمد الجوینیؒ کہتے ہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ ہر قسم کا سفر تحت النہی داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اس پر امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ شوافع کے ہاں صحیح وہی ہے جو امام الحرمینؒ اور علماء محققین نے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سفر نہ حرام ہے اور نہ مکروہ۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث لاتشد الرحال لفظاً خبر ہے مگر معناً ایجاب ہے یعنی جب کسی انسان نے نذر مانی کہ فلاں مقام پر حصولِ برکت کے لیے نماز ادا کرے گا تو اگر ان تین کے علاوہ کوئی مقام ہے تو اس کا پورا کرنا لازم نہیں۔ رہ گئیں یہ تین مساجد تو مسجد حرام کی طرف حج اور عمرہ کے لیے سفر فرض ہے۔ مسجد نبوی کی طرف سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقعہ پر کیا یہ واجب علی الکفایہ ہے اور بیت المقدس کی طرف سفر مستحب ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اعتکاف کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کا سفر جائز نہیں۔ بعض اسلاف کا یہ بھی قول ہے کہ ان تین کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف جائز ہی نہیں۔ ہمارے استاد شیخ زین الدینؒ فرماتے تھے اس حدیث میں صرف مساجد کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی مساجد کے علاوہ کسی چیز کے لیے سفر مثلاً تجارت، سیر، زیارتِ صالحین، زیارتِ مزارات، رشتہ داروں و دوستوں

سے ملاقات کے لیے تو یہ نہی کے تحت داخل نہیں۔ بعض احادیث میں ہماری تائید صراحۃً موجود ہے۔ شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں میں نے سنا جب حضرت ابوسعید الخدریؓ کے پاس کوہ طور کے پاس نماز کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: رسالتمآب صلی اللہ کا ارشادِ گرامی ہے۔

لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا۔	کسی مسافر کے لیے ان تین مساجد ــــ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر جائز نہیں ہے۔

اس روایت کی سند حسن ہے اور شہر بن حوشب کی ائمہ کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے لے

ائمہ حنابلہ اور زیارتِ نبویؐ

شیخ ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن قدامہؒ لکھتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس کی زیارت مستحب ہے۔ امام دارقطنیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔	جس نے حج کیا اور بعد از وصال میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

لے عمدۃ القاری، ۷: ۲۵۴

دوسری روایت میں ہے : من زار قبری وجبت له شفاعتی ۔

امام احمد نے عبداللہ عن یزید بن قسیط کے حوالے سے سیدنا ابوہریرۃؓ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

ما من احد یسلم علی عند	جب بھی کوئی شخص میری قبر انور
قبری الا رد الله علی روحی	کے پاس درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ
حتی ارد علیه السلام	میری روح طیبہ مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتیٰ
	کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

امام عتبیؒ سے منقول ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ ۔ میں نے اللہ کا یہ فرمان سنا ہے : ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الآیہ ۔ میں گناہ گار ہوں توبہ کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں سفارش کے لیے حاضر ہوا ہوں ۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے :

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طیبهن القاع والأکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه	فیه العفاف وفیه الجود والکرم

اس کے بعد وہ اعرابی واپس لوٹ گیا ۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں سو گیا ۔ خواب میں میں نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا :

یا عتبی الحق الاعرابی	اے عتبی ! اس اعرابی سے فی الفور
فبشره ان الله قد غفر له	مل اور اسے بشارت سنا کہ اللہ تعالیٰ
[1]	نے اسے معاف کر دیا ۔

---

[1] المغنی لابن قدامہ ۳ : ۵۵۶

شیخ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن قدامہؒ حنبلی شرح الکبیر میں لکھتے ہیں:
حاجی کے لیے حج کے بعد قبر انور اور صاحبین کی قبور کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ جانا مستحب ہے[1]

پھر ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کرے۔
اے اللہ تیرا ارشاد ہے اور تیرا ارشاد حق ہے: ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک الآیۃ۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ کو اپنے رب کی بارگاہ مبارکہ میں شفیع بناتا ہوں۔ اے میرے رب جسطرح آپ ظاہری حیات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے والے کی بخشش فرماتے تھے، میری بھی مغفرت فرمادیں۔ اے اللہ آپ کی ذات کو شافعین میں اوّل اور اکرم الاولین والآخرین بنادے۔ برحمتک یاارحم الراحمین۔

پھر فرمایا حجرہ انور کی دیوار کو نہ مَس کیا جائے اور نہ اسے بوسہ دیا جائے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ شیخ الاثرمؒ لکھتے ہیں، میں نے اہل مدینہ کو حاضری دیتے ہوئے دیکھا کہ وہ قبر انور کو مَس نہیں کرتے۔ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ شیخ ابوعبداللہؒ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ ہاں منبر پاک کے بارے میں ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالقاریؒ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔

وھو یضع یدہ علی مقعد	آپ منبر کے اس مقام پر ہاتھ رکھتے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نشست
من المنبر ثم یضعھا علی وجھہ	فرماتے تھے۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے
[2]	پر مل لیتے۔

---

[1] الشرح الکبیر، ۳: ۴۹۵

شیخ منصور بن یونس البھوتی اپنی کتاب کشاف القناع میں لکھتے ہیں۔ جب حاجی حج سے فارغ ہو جائے تو اس کے لیے زیارتِ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زیارت قبورِ صاحبین مستحب ہے۔ امام دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ دوسری روایت میں ہے۔ " من زار قبری وجبت له شفاعتی " پہلی حدیث کے الفاظ کا راوی سعید ہے۔

شیخ ابن نصر اللہ کہتے ہیں: زیارتِ قبر انور کا استحباب اس کی طرف سفر کے استحباب پر دال ہے کیونکہ حج کے بعد بغیر سفر کے زیارت ممکن نہیں۔ پس یہ تصریح ہے اس بات کی کہ آپ کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے[1]

شیخ الاسلام محمد تقی الدین الفتوحی الحنبلی لکھتے ہیں، قبر انور اور قبور صاحبین کی زیارت مستحب ہے۔ زائر ان کی طرف متوجہ ہو کر سلام پڑھے پھر قبلہ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کر دعا کرے کہ حجرۂ انور بائیں طرف ہو جائے (یعنی اس کی طرف پشت نہ ہو) طواف حرام، جالیوں کو مس کرنا اور آواز کا بلند کرنا مکروہ ہے۔

شیخ مرعی بن یوسف الحنبلی لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور قبورِ صاحبین کی زیارت سنت ہے۔ آپ کی مسجد میں نماز مستحب ہے اس کا ثواب ہزار نماز کے برابر، مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نماز کے برابر اور بیت المقدس میں پانچ صد کے برابر ہے[2]

علامہ شمس الدین المقدسی محمد بن مفلح لکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

[1] کشاف القناع عن متن الاقناع، ۲: ۵۹۸

[2] دلیل الطالب، ۸۸

اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا، قبر انور کی زیارت اور قبر صاحبین کی زیارت مستحب ہے۔ سلام آپ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے نہ کہ قبلہ رُخ [1]

امام شوکانی اور زیارتِ نبوی

امام شیخ محمد بن علی الشوکانیؒ، کہتے ہیں کہ زیارتِ نبوی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ مندوب ہے۔ بعض مالکیہ، بعض ظاہریہ کے نزدیک یہ واجب ہے۔ احناف کے نزدیک یہ واجب کے قریب ہے۔ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ غیر مشروع ہے۔ بعض حنابلہ نے ان کی اتباع کی۔

اہلِ ندب کے دلائل

جو لوگ زیارت کو مندوب مانتے ہیں ان کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے: ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک۔ الآیۃ۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں وصال کے بعد زندہ ہیں۔ حدیث میں ہے:

الانبیاء احیاء فی قبورھم — تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں

امام بیہقیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلہ پر مستقل کتاب لکھی۔ الاستاذ ابو منصور البغدادی فرماتے ہیں کہ متکلمین محققین کی رائے یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال زندہ ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شہداء

---

[1] الفروع ۳/ ۵۲۳

قبور میں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہداء میں سے ہیں۔ جب آپ کا زندہ ہونا ثابت ہوگیا تو بعد از وصال آپ کی بارگاہ کی حاضری اسی طرح ہوگی جس طرح قبل از وصال تھی لیکن بعض روایات میں ہے کہ انبیاء تین دن، بعض کے مطابق چالیس دن سے زائد قبور میں نہیں رہتے بلکہ ان کو اٹھالیا جاتا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو آیت سے استدلال مناسب نہیں۔ اسی طرح یہ ان روایات کے بھی معارض ہے جن میں آپ نے فرمایا: مجھ پر میری روح لوٹادی جاتی ہے۔ ہاں یہ حدیث من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ اگر صحیح ہے تو اس مسئلہ میں حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

۲۔ دوسرا اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے: ومن یخرج من بیتہ مہاجرًا الی اللہ ورسولہ۔ الآیہ یعنی جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں آپ کی طرف ہجرت تھی بعد از وصال سفر زیارت بھی آپ کی طرف ہجرت ہے۔ لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ ظاہری حیات میں حاضری کے جو فوائد تھے بعد از وصال کہاں۔ مثلاً آپ کی ذات مبارکہ کی زیارت، احکام شرعیہ کی تعلیم، آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت وغیرہ

۳۔ احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ بعض تو وہ احادیث یعنی جن میں عمومی طور پر زیارت قبر کا تذکرہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حکم میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ ان کا ذکر باب الجنائز میں ہو چکا ہے۔ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جن میں زیارت قبور کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ثابت ہے۔ بعض احادیث ایسی ہیں جن میں خصوصاً آپ ہی کی قبر انور کی زیارت کا ذکر ہے۔

دار قطنی نے آل حاطب میں سے ایک شخص سے بیان کیا کہ حاطب نے یہ روایت بیان کی ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی

جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

اس کی سند میں مجہول شخص ہے، دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے بھی ایسی روایت کی ہے اور اسے ابویعلیٰ نے مسند میں اور ابن عدی نے کامل میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں حفص بن ابی داؤد ضعیف الحدیث ہے۔ امام احمد کی رائے یہ ہے کہ وہ صالح ہے۔ طبرانی نے اوسط میں سیدہ عائشہ سے بھی یہی روایت کی ہے۔ حافظ کے نزدیک اس کی سند میں مجہول شخص ہے۔ عقیلی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسے روایت کیا اور اس کی سند میں فضالہ بن سعد المازنی ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ابن عمرؓ سے مروی یہ روایت بھی ہے۔ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ اس کی سند میں موسیٰ بن الہلال العبدی ہے۔ ابوحاتم کے نزدیک یہ مجہول ہے۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی سند سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت صحت کے درجہ پر فائز ہے مگر اس کی سند میں ایسی شی ہے جو دل میں کھٹکتی ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ عقیلیؒ کہتے ہیں کہ حدیث موسیٰ صحیح نہیں اور نہ موسیٰ کی اتباع کی جائے گی اور اس مسئلہ میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں۔ امام احمد کے نزدیک موسیٰ پر کوئی طعن نہیں۔ مسلمہ بن سالم نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس کی سند سے طبرانی میں موجود ہے۔ موسیٰ بن ہلال نے عبیداللہ بن عمر عن نافع سے روایت کی اور وہ ثقہ اور رجال صحاح میں سے ہے۔ ضیاء المقدسی، بیہقی، ابن عدی، ابن عساکر کے نزدیک موسیٰ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے اور عبداللہ ضعیف ہے لیکن ابن عدی نے اس کی توثیق کی ہے۔ ابن معین کا قول ہے، اس پر کوئی طعن نہیں۔ مسلم نے اس سے روایت لی ہے۔ اس حدیث کو ابن السکن، عبدالحق اور تقی الدین السبکی نے صحیح قرار دیا ہے۔

ابن عدی، دارقطنی اور ابن حبان کے ہاں حضرت ابن عمرؓ سے حدیث ان الفاظ میں منقول ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی	جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

اس کی سند میں نعمان بن شبل ضعیف ہے۔ عمران بن موسیٰ نے اس کی توثیق کی ہے۔ دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث پر طعن نہیں ابن نعمان پر طعن ہے۔ اسے بزار نے بھی روایت کیا۔ اس کی سند میں ابراہیم الغفاری ضعیف ہے۔ بیہقی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی۔ اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

شیخ ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

من زارنی بالمدینة محتسبًا کنت له شفیعًا و شهیدًا یوم القیامة	جس نے شہر مدینہ میں رضائے الٰہی کی خاطر میری زیارت کی میں روز قیامت اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔

اس کی سند میں سلیمان بن زید الکعبی ہے جسے ابن حبان اور دارقطنی نے ضعیف قرار دیا۔ ابن حبان نے ثقات میں اسے ذکر کیا ہے۔ ابوداؤد طیالسی کے نزدیک یہ حدیث حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ اس کی سند میں مجہول شخص ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ابوالفتح الازدی سے روایت کرتے ہیں۔

من حج حجة الاسلام وزار قبری وغزا غزوة وصلی فی بیت المقدس لم یسأله فیما افترض علیه	جس نے فریضہ حج ادا کیا، میری قبر انور کی زیارت کی۔ کسی غزوہ میں شریک ہوا۔ بیت المقدس میں نماز ادا کی اسے فرائض کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔

سیدنا ابوہریرۃ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت مروی

ہے ، مسند فردوس میں سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے :

من حج الی مکہ ثم قصدنی	جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد
فی مسجدی کتبت لہ	میں میری زیارت کے لیے آیا اس کے
حجتان مبرورتان	اعمالنامے میں دو مبرور حجوں کا ثواب
	لکھ دیا جاتا ہے ۔

ابن عساکر نے سیدنا علیؓ سے روایت کی ہے :

من زار قبر رسول اللہ	جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
صلی اللہ علیہ وسلم کان	قبر انور کی زیارت کی وہ آپ کے پڑوس
فی جوارہ	میں ہوگا ۔

اس کی سند میں عبداللہ بن ہارون بن عنبرہ ہے جس کے بارے میں ائمہ نے گفتگو کی ہے ۔

اس بارے میں سب سے اصح روایت وہ ہے جسے ابوداؤدؒ نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ۔

ما من احد یسلم علی الا رد	جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام پڑھتا
اللہ علی روحی حتی ارد علیہ	ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا
السلام ۔	دیتے ہیں حتی کہ میں اس کا جواب دیتا
	ہوں ۔

امام بیہقیؒ نے ابتداء باب میں یہی حدیث ذکر کی ہے لیکن اس سے قبر انور پر حاضری کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ عام ہے ۔ حافظؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اکثر ان احادیث کے متون موضوع ہیں ۔

زیارتِ نبوی کا ثبوت جماعتِ صحابہ سے بھی منقول ہے ۔ ابن عساکر نے سندِ

جید کے ساتھ سیدنا بلال کی زیارت کا تذکرہ کیا۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں ابن عمرؓ، امام احمد نے ابوایوب انصاریؓ، قاضی عیاض نے حضرت انسؓ، امام بزار نے حضرت عمرؓ اور دارقطنی نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے لیکن سیدنا بلال کے علاوہ کسی کے سفرِ زیارت کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں ان کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ملک شام میں داریا کے مقام پر تھے۔ خواب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا:

ما هذه الجفوة يا بلال	اے بلال اتنی بے وفائی؟ کیا تیرا
اما ان لك ان تزورني؟	میری ملاقات کو جی نہیں چاہتا؟

ابن عساکر نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔

اہلِ وجوب کے دلائل

جو لوگ وجوب زیارت کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

من حج ولم يزرني فقد جفاني	جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جفا حرام ہے لہٰذا زیارت واجب ہے تاکہ انسان حرام کا مرتکب نہ ہو۔ جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جفا کا معنی جس طرح ترکِ صلہ اور سختی طبیعت ہوتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق ترکِ مندوب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من بدا فقد جفا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ماقبل گفتگو کی روشنی میں واضح ہے کہ تنہا اس حدیث سے اس طرح کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

عدم جواز کے قائلین

جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل لا تشد الرحال اور حدیث لا تتخذوا قبری عیدًا ہے۔ امام عبدالرزاق نے اسے روایت کیا۔[1]

ائمہ شوافع اور زیارتِ نبوی

۱۔ امام ابو اسحاق شیرازیؒ اپنی کتاب المھذب میں لکھتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت مستحب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ اسی طرح آپ کی مسجد میں نماز ادا کرنا بھی مستحب ہے۔ آپ کا ارشاد عالی ہے:

صلاة فی مسجدی ھذا	میری مسجد میں نماز کا ثواب دیگر
تعدل الف صلاة فیما	مساجد کے لحاظ سے ہزار نماز کے
سواہ من المساجد[2]	برابر ہے۔

۲۔ امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النوویؒ شرح المھذب میں لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت اہم قربات اور کامیاب ترسی میں سے ہے۔ جب حجاج حج اور عمرہ سے فارغ ہوں تو ان کے لیے سخت مستحب ہے کہ وہ مدینہ منورہ زیارت کے لیے جائیں۔ زائر زیارت کے ساتھ تقرب، آپ کی طرف سفر اور مسجد نبوی میں نماز کی نیت کرے۔

---

[1] نیل الاوطار، ۵: ۱۰۳ - ۱۰۱ [2] المھذب مع المجموع، ۸: ۲۷۲

اسی طرح کتاب المنہاج میں رقم طراز ہیں کہ حج سے فراغت کے بعد آبِ زمزم پینا اور زیارت نبوی کے لیے جانا مستحب ہے۔ [۱]

۲۔ امام جلال الدین محمد بن احمد المحلیؒ شرح المنہاج میں امام نوویؒ کی بات کو ثابت کرتے ہوئے حدیث بیان کرتے ہیں: من حج ولم یزرنی فقد جفانی. اسے ابن عدی نے الکامل میں نقل کیا ہے۔ دار قطنی نے یہ حدیث روایت کی ہے:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ [۲]	جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

فتح الوہاب میں امام ذکریا انصاری، اسی طرح ابن حجر ہیتمی شرح المنہاج میں لکھتے ہیں: زیارت نبوی سنت ہے بلکہ واجب ہے۔ اس میں تنازعہ کرنے والا شخص گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ میں نے اسے دلائل کے ساتھ الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم میں تحریر کیا ہے۔ اور یہ حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" صحیح ہے۔ [۳]

اسی طرح امام شمس الدین محمد بن احمد ابو العباس الرملی نے شرح المنہاج [۴] میں اسی امام محمد بن احمد الخطیب الشربینی نے لکھا ہے آپ کی قبر انور کی زیارت افضل امورِ خیر میں سے ہے اگرچہ وہ حج یا عمرہ کرنے والا نہ ہو۔ [۵]

۱۔ المنہاج مع شرح المحلی، ۲: ۱۲۵

۲۔ شرح المحلی، ۲: ۱۲۵

۳۔ تحفۃ المحتاج، ۲: ۱۴۴

۴۔ نہایۃ المحتاج، ۳: ۲۱۹

۵۔ مغنی المحتاج، ۱: ۵۱۲

شیخ ابن تیمیہ اور زیارتِ نبوی

ان کے نزدیک زیارت نبوی، زیارت مسجد کا عین ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہیں الگ الگ نہیں۔ پہلے انہوں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ فقط آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے مسجد کے بغیر سفر کرنا بدعت ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ معترض نے انبیاء کی قبور کی طرف سفر کو عبادت تصور کر رکھا ہے۔ جب اس نے علماء کی تصریحات دیکھیں کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت مستحب ہے تو اسی سے اخذ کر لیا کہ جس طرح آپ کی قبر انور کے لیے سفر جائز ہے اسی طرح دیگر قبور کی طرف بھی جائز ہوگا۔ ایسے لوگوں کی گمراہی کے چند اسباب ہیں۔

۱۔ آپ کی طرف سفر آپ کی مسجد ہی کی طرف سفر ہے اور مسجد کی طرف سفر نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

۲۔ یہ سفر مسجد ہی کی طرف ہوتا ہے۔ قبل از وصال اور بعد از وصال، حجرہ انور میں آپ کے تشریف فرما ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ پس یہ سفر مسجد ہی کی طرف ہوا خواہ وہاں مزار اقدس ہو یا نہ ہو۔ پس اس سفر کے ساتھ اس سفر کو کیسے ملایا جا سکتا ہے جو محض کسی قبر کی طرف ہو پھر آگے چل کر کہا آپ کی مسجد کی طرف سفر ہی کو آپ کی زیارت کا سفر کہا جاتا ہے اس پر تمام ادوار کے لوگوں کا اتفاق ہے۔ باقی قبور کی طرف سفر تو یہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے ثابت نہیں بلکہ یہ تبع تابعین سے ثابت ہے پھر آگے لکھتے ہیں۔

تمام مسلمان آپ کی مسجد کی طرف تو سفر کرتے ہیں لیکن قبور انبیاء مثلاً قبر موسیٰ، قبر خلیل علیہما السلام کی طرف سفر نہیں کرتے اور کسی صحابی سے منقول نہیں کہ انہوں نے قبر خلیل کے لیے سفر کیا ہو حالانکہ صحابہ اکثر طور پر بیت المقدس جایا کرتے تھے وہ سفر جو مسجد

نبوی کی طرف کیا جاتا ہے جسے بعض لوگ زیارتِ قبرانور کا سفر کہہ دیتے ہیں اس سفر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جو قبور انبیاء کی طرف کیا جاتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کی گفتگو سے نہایت ہی اہم فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی زائر یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ قبرانور کی زیارت کے لیے سفر کرے اور پھر مسجد نبوی میں نماز کی برکات، ریاض الجنہ کی زیارت سے مشرف نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لیے زائر سفر کرے لیکن زیارت نبوی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ آپ کی قبر انور اور صاحبین کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض نہ کرے۔ شیخ نے اسی معنی کی طرف ان عبارات سے اشارہ کیا ہے۔

۱۔ فکیف یجعل السفر الی مسجد الرسول الذی یسمیہ بعض الناس الزیارۃ	مسجد رسول کی طرف سفر جسے بعض لوگ سفر زیارت نبوی کہتے ہیں اس کو دیگر قبور کے سفر کی طرح کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔
۲۔ ان السفر الیہ انما ھو سفر الی مسجدہ۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر مسجد نبوی کی طرف ہی سفر کہلاتا ہے۔
۳۔ ان السفر الی مسجدہ الذی یسمی السفر لزیارۃ قبرہ ھو ما اجمع علیہ المسلمون۔	وہ سفر جو آپ کی مسجد کی طرف کیا جاتا ہے جسے سفر زیارت کہا جاتا ہے اس پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

یہ رائے نہایت ہی عمدہ و نفیس ہے۔ اس نے امت کی بہت بڑی مشکل کو حل کر دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار برپا ہے۔ ایک دوسرے کو اسی وجہ سے کافر گردانتے ہوئے دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم اسلاف کے متبع ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنے دور کے عظیم سلفی ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلیں۔ لوگوں کے مقاصد اور نیات میں عذر تلاش کریں اور ان کے ساتھ

حسنِ ظن رکھیں تاکہ مسلمانوں کی اکثریت دخولِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں جگہ پائے۔

یہی بات حق ہے۔ اسی پر ہم صدق دل سے اعتقاد رکھتے ہیں خواہ ہم اس کا اظہار کریں یا نہ کریں۔ اگر کوئی ہم سے یہ کہتا ہے کہ میں زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کر رہا ہوں تو اس کا مقصد واقعۃً یہی ہوتا ہے کہ اس میں مسجد نبوی بھی شامل ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں مسجد کی زیارت کے ارادے سے سفر کر رہا ہوں تو یہ قبر انور کی طرف بھی سفر ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسجد اور قبر انور میں اتصال و ارتباط کی وجہ سے ہر کوئی اپنے مقصود کی تصریح کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ باقی قبر انور سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ قبر انور کی طرف سفر کرنے والا درحقیقت آپ ہی کی طرف سفر کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ قبر بذاتِ خود نہ مقصود ہے اور نہ اس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ ہم تو حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور انہی کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں اور آپ کی زیارت کے ذریعے اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ اس لیے تمام زائرین پر لازم ہے کہ اپنے الفاظ کی تصحیح کر لیں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو اور یہ کہیں:

نحن نزور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نشد الرحل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں اور ہم آپ کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے فرمایا تھا:

اکرہ للرجل ان یقول زرت قبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	میں زرت قبر الرسول کہنا پسند نہیں کرتا۔

علماء مالکیہ نے یہی تفسیر بیان کی ہے کہ آپ تعبیر لفظی میں بھی ادب کا خیال رکھتے تھے۔

اگر یہ سفر محض قبر کے لیے ہو تو ریاض الجنہ میں اسی طرح ازدھام نہ ہو جس طرح ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ مسجد نبوی کا دروازہ کھلتے ہی لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اتنی کوشش کرتے ہیں کہ قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ یہ لوگ جو مسجد میں نماز اور ریاض الجنہ میں پہلے جگہ پانے کی کوشش کرنے والے ہیں وہی تو ہیں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔

تحقیق مفید

علامہ الشیخ عطیہ محمد سالم صاحبِ تکملہ اضواء البیان

مفسر قرآن علامہ شیخ محمد الامین الشنقیطی نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام اضواء البیان ہے۔ وہ مکمل نہ کر پائے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اس کے بعد ان کے ایک عظیم شاگرد شیخ عطیہ محمد سالم مدظلہ (جو مدینہ منورہ کے قاضی ہیں) نے اس کی تکمیل کی ہے۔ شیخ عطیہ اس تکملہ میں لکھتے ہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام کے معاصرین کو ان کے ساتھ اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کا نہ مقام تھا اور نہ مجال، لیکن ان معاصرین کے اندر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت بے پناہ تھی اس لیے انہوں نے ان پر وہ حکم لگایا جو ان کے کلام کی وجہ سے لازم آرہا تھا۔ حالانکہ انہوں نے اس کا التزام نہیں کیا تھا۔

وہ گفتگو یہ ہے:

لا یکون شد الرحال لمجرد — یہ سفر محض زیارت کے لئے نہیں

الزيارة بل تكون للمسجد	بلکہ اس میں مسجد کی نیت بھی ضروری
من اجل الزيارة عملاً بنص	ہے تاکہ حدیث رسول پر عمل ہو جائے۔
الحديث۔	

لوگوں نے ان کے خلاف وہ بات کہہ دی جس کی انہوں نے ہرگز تصریح نہ کی تھی اگر ان کے کلام کو نہی کے بجائے نفی پر محمول کر لیا جائے تو موافقت ہو جاتی کیونکہ شیخ نے آپ کی زیارت سے نہ منع کیا ہے اور نہ ہی آپ کی خدمت میں سلام سے۔ بلکہ اسے انہوں نے فضائل اور قربات میں سے قرار دیا ہے۔ چونکہ حدیث میں شد رحال (سفر) کا ذکر فقط مسجد کے لیے ہے اس لیے انہوں نے حدیث کے پیش نظر کہا کہ سفر مسجد کی زیارت کے لیے ہو اور اس کے ساتھ زیارت اور سلام بھی[1]

اس کے بعد شیخ عطیہ نے ابن تیمیہ کی وہ تمام عبارات نقل کیں (جو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں) اور کہا:

فدل كلامه رحمه الله	یہ عبارات اس بات پر صراحۃً دال
ان زيارة القبر والصلاة	ہیں کہ زیارت قبر انور اور مسجد نبوی
فى المسجد مرتبطان ومن	میں نماز دونوں میں اتصال ہے جو
ادعى انفكاكهما عملاً فقد خالف	عملاً ان کی جدائی کا دعویٰ کرے گا اس
الواقع واذا ثبت الرابطة	نے خلاف واقع بات کی جب ان کے
بينهما انتفى الخلاف وزال	درمیان اتصال وارتباط ثابت ہو گیا
موجب النزاع والحمد	تو اختلاف ختم اور نزاع کا سبب بھی
لله رب العالمين [2]	زائل۔

---

[1] اضواء البیان، ۸: ۵۸۶

ایک اور مقام پر قبورِ صالحین کی زیارت کے لیے سفر کے دوران قصر نماز پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ شنقیطی لکھتے ہیں اس بارے میں ائمہ حنابلہ کے چار اقوال ہیں۔ ان میں سے تیسرا یہ ہے:

تقصر الی قبر نبینا علیہ	قبرِ انور کی زیارت کرنے والا نماز میں
الصلاۃ والسلام [1]	قصر کرے۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ انتہائی صراحت ہے کہ علماء کے نزدیک واقع میں زیارت اور مسجد نبوی میں نماز میں افتراق ہے ہی نہیں۔ رہا جاہل کا معاملہ جو صرف قبرِ انور کی نیت کرتا ہے۔ مسجد نبوی میں نماز تو وہ بھی ادا کرے گا۔ اس کو نماز اور زیارت کا ثواب ملے گا جو بغیر علم کے کر چکا۔ اس پر عتاب نہیں اجر حاصل، گناہ ختم۔

اس گفتگو سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قبرِ انور کی زیارت کا ارادہ کرنے والا شخص اجر و ثواب سے محروم ہرگز نہیں ہو گا تو ایسے شخص کے حق میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ بدعتی یا گمراہ یا مشرک ہے۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

امام کمال الدین بن الھمامؒ اور زیارتِ نبویؐ

امام ابن ھمام المتوفی ۸۶۱ھ کتاب الحج کے آخر میں لکھتے ہیں المقصد الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زیارتِ قبرِ انور افضل مندوبات میں سے ہے۔ مناسک المکثر اور شرح المختار میں ہے کہ یہ استطاعت رکھنے والے کے لیے واجب کے قریب ہے۔

---

[1] اضواء البیان، ۸ - ۵۹۰

دارقطنی اور بزار نے یہ فرمانِ نبوی روایت کیا ہے :

من زار قبری وجبت له شفاعتی	جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

دارقطنی نے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بھی تحریر کیا ہے ۔

من جاء زائرًا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقًا علی ان اکون شفیعًا له یوم القیامه	جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہ تھی تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ روزِ قیامت اس کا شفیع بنوں۔

دارقطنی نے یہ بھی روایت کیا :

من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی	جس نے حج کیا اور بعد از وصال میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

آدابِ حاضری کے بارے میں لکھتے ہیں : پھر زائر قبر انور کے پاس آئے ۔ حجرۂ انور کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کرے ۔ فقیہ ابواللیث سے جو مروی ہے کہ حاضری کے وقت زائر قبلہ رخ ہو غلط ہے کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے :

من السنة ان تأتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم من قبل القبله و تجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ۔	سنت طریقہ یہ ہے کہ زائر حاضری کے لیے اس طرح آئے کہ پشت قبلہ کی طرف اور چہرہ قبر انور کی طرف ہو۔

اس کے بعد امام ابن ھمامؒ فرماتے ہیں کہ زائرؔ آپ کے سامنے آپ کو وسیلہ بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ کریم میں دعا کرے۔ سب سے اہم حسنِ خاتمہ، اللہ و رسول کی رضا اور مغفرت کی دعا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر آپ سے ان جیسے الفاظ سے شفاعت کی درخواست کرے۔

یا رسول اللہ اسألکؐ الشفاعۃ	یارسول اللہ آپ سے شفاعت کا
والتوسل بکؐ فی ان اموت	سوال ہے اور میں آپ کو وسیلہ بناتا
مسلمًا علی ملتکؐ و سنتکؐ	ہوں اس بات میں کہ میری موت آپ
	کی ملت اور سنت پر ہو

اور اس طرح کے کلمات سے گذارش کرے جن میں شفقت و مہربانی کی درخواست ہو۔ پھر ہر روز جنت البقیع میں قبورِ صحابہ و تابعین کی زیارت کرے۔ جمعرات کی صبح شہداءِ احد کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ سب سے پہلے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا چاہیئے اس کے بعد احد پہاڑ کی بھی زیارت کی جائے۔ حدیث صحیح میں ہے : احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ ابن ماجہ میں ہے :

انہ علی ترعۃ من ترع
الجنۃ وان عیرا علی ترعۃ
من ترعہ النار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا :

اشھد انکم احیاء عند	میں گواہ ہوں کہ تم اللہ کے ہاں زندہ
اللہ فزوروھم وسلموا	ہو اے لوگو ان کی زیارت کرو ان

علیهم فوالذی نفسی بیدہ	کو سلام دو۔ قسم ہے مجھے اس ذات
لا یسلم علیهم احد الا ردوا	کی جس کے قبضہ قدرت میں میری
علیه السلام الی یوم القیامة	جان ہے ان پر قیامت تک جو بھی
	سلام کہے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

پھر جب زائر گھر لوٹنے کا ارادہ کرے تو آپ کی خدمت میں حاضری دے۔ سلام عرض کرے اور اپنے اور اپنے والدین اور دوست و احباب کے لیے دعا کرے [1]

المحدث الشیخ حسن العدوی المالکی اور زیارتِ نبوی (المتوفی ۱۳۰۳ھ)

آپ اپنی تصنیف مشارق الانوار میں حاضری کے بارے میں لکھتے ہیں آپ کی قبر انور کی زیارت اعظم قربات مقبول ترین طاعت اور اعلیٰ درجات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ زائر کو چاہیئے کہ وہ ہر ممکن خشوع و خضوع کے ساتھ حاضری دے۔ سلام دیتے وقت اعتدال سے کام لے۔ نہ آواز زیادہ بلند ہو اور نہ بالکل خفی۔ زائر کو یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ حاضری قبلہ کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ اگر صاحبین کے مبارک قدموں کی طرف سے ہو تو یہ ادباً زیادہ بہتر ہے۔ حاضری کے وقت یوں کھڑا ہو کہ پشت قبلہ کی طرف اور منہ آپ کی جانب ہو۔ ابو جعفر المنصور عباسی کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

أأستقبل رسول الله صلی الله	میں حاضری کے وقت دعا کرتے منہ
علیه وسلم وادعوام استقبل	کس کی طرف کروں کعبہ کی طرف یا آپ

---

[1] فتح القدیر

القبلة وادعوا ؟ — کی طرف ؟

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

لم تصرف وجهك عنه صلى الله عليه وسلم وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى عز وجل يوم القيامة . — تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے منہ کو پھیرتا ہے حالانکہ آپ قیامت کے روز تیرے اور تیرے والد حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔

اس طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرے کہ جیسے حالتِ حیات میں آپ کے سامنے حاضر ہے۔ ادب، خشوع و خضوع اور تواضع کا پیکر بن جائے۔ آپ کی ہیبت و جمال کی وجہ سے آنکھیں جھکی ہوئی ہوں، اور دل میں یہ محسوس کرے کہ آپ میرے حاضر ہونے اور سلام عرض کرنے کو اس طرح سن رہے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں سنتے اور دیکھتے تھے۔

اذ لا فرق بين موته و حياته فى مشاهدة لا مته و معرفة احوالهم و نياتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلك عندى جلى لا خفاء فيه — امت کا مشاہدہ، ان کے احوال، نیات عزائم، تصورات و خیالات کی معرفت آپ کو آج بھی اسی طرح ہے جس طرح ظاہری حیات میں تھی۔ یہ بات میرے نزدیک واضح ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

ليس من يوم الا و يعرض على النبى صلى الله عليه وسلم اعمال امته غدوة وعشية — کوئی دن ایسا نہیں جس دن صبح و شام آپ کی خدمت اقدس میں امت کے اعمال پیش نہ ہوتے ہوں پس آپ

فیعرفھم بسیماھم واعمالھم	کو چہروں اور ان اعمال کی وجہ سے
فلذلک یشھد علیھم	پہچانتے ہیں اس بنا پر آپ ان کے
	گواہ ہوں گے۔

آپ کے چہرۂ اقدس کی صورت اپنے ذہن میں جمائیے۔ اپنے دل میں آپ کے مقام عالیہ کے جلال و ہیبت کو محسوس کرتے ہوئے حضور قلب، جھکی ہوئی آنکھوں، پست آواز اور سکونِ اعضاء کے ساتھ عرض کرے: السلام علیک یا رسول اللہ!

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت حاتم الاصم رضی اللہ عنہ آپ کی قبر انور کے پاس یوں عرض کر رہے تھے:

یا رب انا زرنا قبر نبیک فلا	اے میرے رب ہم تیرے محبوب نبی
ترد نا خائبین۔	کے مزار کی زیارت کے لیے آئے ہیں
	ہمیں نامراد واپس نہ لوٹا۔

آواز آئی اے حاتم!

ما اذنالک فی زیارۃ حبیبنا	ہم نے اس وقت تک زیارت کی
الا وقد قبلنا فارجع انت و	اجازت ہی نہیں دی جب تک ہم نے
من معک من الزوار مغفور	اسے قبول نہ کیا تھا تو اور تیرے تمام
لھم۔	زائرین رفقاء اس حال میں لوٹ رہے
	ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہے۔

پھر صاحبین کی خدمت میں سلام کر کے واپس آپ کی خدمت میں آئے۔ پھر توجہ کرتے ہوئے اللہ کریم سے آپ کے وسیلہ جلیلہ سے یہ دعا کرے کہ وہ توبہ نصوح بنا دے۔

یہ آیات مبارکہ، احادیث واضحہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال و تصریحات اعلانیہ طور پر زیارت نبوی کے سنت، مستحب ہونے پر شاہد عادل ہیں۔

ان میں آپ کی حاضری کے لیے سفر کے بارے میں اتنی ترغیب وشوق ہے کہ جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی تحریف وتبدیلی کا کوئی ایسا دروازہ کھلا چھوڑا ہے جس پر بدعت کی بنیاد رکھی جا سکے۔

یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہ	اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے
وَاٰمِنُوْا بِہٖ	کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمائے اور ہمارے سینوں کو بیماری سے شفا دے۔

الشیخ الامام عبد القادر جیلانی الحنبلی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۵۶۱)

آپ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین (ابن تیمیہ کی فقہ حنبلی میں سند اس کتاب کی طرف لوٹتی ہے) میں آداب زیارت نبوی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر زائر قبر انور کے پاس اس طرح حاضر ہو کہ قبلہ اور حجرہ انور مقابل ہوں۔ پشت قبلہ کی طرف ہو۔ قبر انور کی طرف منہ اور منبر مبارک بائیں طرف رکھ کر سلام عرض کرے: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر کہے

اللّٰھم انی اتوجہ الیک بنبیک علیہ	اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوں
السلام نبی الرحمۃ یارسول اللّٰہ	تاکہ وہ معاف فرما دے میرے گناہ
انی اتوجہ الی ربی لیغفرلی ذنوبی	اے اللہ میں تجھ سے اس محبوب کا
اللھم انی اسئلک بجقہ ان تغفرلی وترحمنی	واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ مجھے
	معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما!

امام نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶) کی زیارت نبوی کے بارے میں تفصیلی گفتگو

آپ نے اپنی کتاب المناسک کا چھٹا باب قبر انور کی زیارت اور اس کے آداب

میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے اسماء مبارکہ متعدد ہیں۔ جن کو شمار کرتے ہوئے ہر ایک کی وجہ تسمیہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

جب حجاج اور عمرہ کرنے والے لوگ مکہ سے واپس لوٹیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے شہر مدینہ کی طرف جائیں۔ کیونکہ یہ اعظم امورِ خیر اور کامیاب ترین مساعی میں سے ہے۔

امام بزار، دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ جس شخص نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔

آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں پھر زائر قبر انور کے پاس اس طرح حاضر ہو کہ قبلہ کی طرف پشت اور حجرہ انور کی طرف منہ ہو۔ مقام ہیبت وجلال کے ادب میں آنکھیں جھکی ہوئی ہوں۔ دل علائق دنیا سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے مقامات عالیہ اور محبت سے سرشار ہو یوں محسوس کرے کہ آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ پھر سلام عرض کرے۔ آواز بلند نہ کرے۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے عرض کرے: السلام علیک یا رسول اللہ۔ اگر کسی دوست نے سلام پہنچانے کا کہا ہو تو یوں کہے السلام علیک من فلاں۔ پھر سابقہ جگہ لوٹ کر آپ کی طرف متوجہ ہو کر آپ کو اپنے لیے خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہوئے شفاعت کی درخواست کرے۔ اس سلسلہ میں وہ طریقہ گذارش سب سے احسن ہے جو ہمارے بزرگوں نے امام عتبیؒ سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے سلام عرض کیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے اللہ کا یہ ارشادِ عالی سنا ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك۔ الآیۃ۔ میں بھی آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتے

ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کو رب کریم کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه	فیه العفاف وفیه الجود والکرم
انت الشفیع الذی ترجی شفاعته	علی الصراط اذا ما زلت القدم
وصاحباک فلا انساهما ابدا	منی السلام علیکم ما جری القلم

پھر وہ اعرابی لوٹ گیا۔ مجھے نیند نے غلبہ کیا۔ میں نے خواب میں آقا علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ارشاد فرمایا: اے عتبی اس اعرابی کو جا کر خوش خبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: زائر کے لیے شہداء احد کے مزارات کی زیارت بھی مستحب ہے۔ پھر جب زائر شہر مدینہ سے واپسی کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی میں جائے۔ دو رکعت نماز ادا کرے، دعا کرے، حاضری دے اور سلام عرض کر کے واپس لوٹے۔

علماء ہندوستان اور سفر زیارت نبوی

علماء دیوبند سے جب یہ سوال ہوا کہ زیارت نبوی کے لیے سفر کرنا کیسا ہے تو انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ ہم وہ سوال اور جواب دونوں من و عن نقل کر کے آخر میں ان علماء کے نام بھی ذکر کریں گے۔

سوال: سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لیے سفر کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا زائر آپ کی زیارت کی نیت سے سفر کرے یا مسجد کی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے؟ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ شہر مدینہ کی طرف سفر کرنیوالے کو مسجد نبوی کی ہی نیت کرنی چاہیئے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومنہ تستمد العون والتوفیق حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

ہمارے علماء کے ہاں حضور سید المرسلین (روحی فداہ) کی قبر انور کی زیارت اعظم قربات، اہم حصولِ ثواب، کمال درجات کے حصول کا ذریعہ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ اس کے لیے سفر اور مال خرچ کرنا پڑے، وقتِ سفر آپ کی خدمت میں حاضری کی نیت کی جائے گی۔ ہاں اس کے ساتھ مسجد نبوی اور دیگر مقامات اور مزارات کی نیت بھی کر لی جائے بلکہ اولیٰ یہ ہے جو امام ابن ہمام نے کہا کہ وقت سفر صرف آپ کی زیارت کی نیت کی جائے۔ پھر جب وہاں پہنچ جائے گا تو مسجد کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں آپ کی تعظیم اور اجلال کا پہلو ہے اور یہ اس حدیث کے بھی موافق ہے جس میں آپ نے فرمایا:

من جاءنی زائراً لا تحملہ	جو شخص میری زیارت کے لیے آیا
حاجۃ الا زیارتی کان	اور اسے کوئی حاجت نہ تھی تو مجھ پر
حقاً علی ان اکون شفیعاً	حق ہے کہ میں روز قیامت اس کا
یوم القیامۃ۔	شفیع بنوں۔

اس طرح عارفِ کامل ملا جامیؒ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے صرف آپ کی زیارت کی نیت سے ہی سفر کیا۔ یہی بات مذہب اہل سنت ہے۔

رہا معترضین کا یہ کہنا کہ وقتِ سفر صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہیئے کیونکہ حدیث میں ہے لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ آیا ہے تو یہ ان کی بات اور اس پہ یہ استدلال دونوں باطل ہیں کیونکہ حدیث میں منع پہ کوئی دلیل نہیں بلکہ اگر صاحبِ شعور وعلم حدیث پر غور کرے تو اس پہ واضح ہو جائے گا کہ یہ حدیث جواز پہ دال

ہے۔ کیونکہ حدیث میں جس (علت) فضیلت کی وجہ سے تمام مساجد اور مقامات میں سے ان تین کا انتخاب کیا گیا ہے وہ علت آپ کے روضۂ اقدس میں موجود ہے کیونکہ وہ روضۂ پاک جسے آپ کا جسدِ اطہر مس کر رہا ہے وہ ہر شی سے بلکہ کعبہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ اس بات کی تصریح تمام فقہاء نے کی ہے تو جب خاص فضیلت کی وجہ سے مساجد کا استثناء موجود ہے تو روضۂ انور کا استثناء بطریق اولیٰ ہوگا۔ اس پر تفصیلی گفتگو مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے رسالے زبدۃ المناسک فی فضل زیارۃ المدینۃ المنورہ میں کی ہے۔ وہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔ اسی طرح شیخ المشائخ مولانا مفتی صدرالدین دہلویؒ نے اپنے رسالے "احسن المقال فی حدیث لاتشد الرحال" میں اس موضوع کو خوب نبھایا ہے۔

علماء کے نام

۱۔ مولانا رشید احمد گنگوہی ۲۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۳۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی
۴۔ مولانا میر احمد حسن حسینی ۵۔ مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی ۶۔ مولانا اشرف علی تھانوی
۷۔ مولانا عبدالرحیم رامپوری ۸۔ مولانا محمد حسن دیوبندی ۸۔ مولانا قدرت اللہ
۹۔ مولانا کفایت اللہ ۱۰۔ مولانا محمد یحییٰ سہارنپوری

اور اس کی تائید اس وقت کے مکی علماء نے کی۔

شیخ محمد سعید بن محمد (مفتی شافعیہ)۔ شیخ رشید احمد۔ شیخ محمد عابد بن حسین

اسی طرح ان مدنی علماء کے دستخط بھی موجود ہیں:

شیخ احمد بن اسماعیل البرزنجی، شیخ احمد الجزائری، شیخ عمر حمدان

علماء ازہر اور شام کے مشائخ کی بھی یہی رائے ہے۔

باب (۷)

قبر انور اور اسلاف امت کا حاضر ہو کر سلام عرض کرنا

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عمل

یہ بات شہرت پا چکی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شام سے قاصد روانہ کرتے تھے اور اسے کہتے

سلم لی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	جا کہ میری طرف سے میرے پیارے آقا علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کر۔

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے واپس آتے :

اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابابکر الصدیق السلام علیک یا ابتاہ۔	تو قبر انور کے پاس حاضر ہوتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ آپ پر سلام اے ابوبکر آپ پر سلام۔ اے ابا جان آپ پر سلام !

مؤطا میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر انور کے پاس حاضر ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے۔

شیخ ابن قاسم اور قعنبی کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شیخین کے لئے دعا کرتے تھے۔

ابن عون سے مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت نافع سے پوچھا کہ کیا ابن عمر قبر انور پر سلام کرتے تھے ؟

انہوں نے فرمایا ، ہاں !

رایتہ مائۃ مرۃ او اکثر	میں نے سو سے زائد دفعہ دیکھا ہے

من مائة مرة کان یاتی	آپ قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر
علی القبر فیقوم عندہ فیقول	حاضری دیتے ہوئے کہتے، حضور پہ
السلام علی النبی السلام علی	سلام، ابوبکر پر سلام اور میرے والد
ابی بکر السلام علی ابی۔	پر سلام۔

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت کعب الاحبار سے فرمایا کیا آپ میرے ساتھ شہر مدینہ جا کر قبر انور پر سلام عرض نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا:

نعم یا امیر المؤمنین	اے امیر المؤمنین ضرور۔ جب شہر
ولما قدم عمر المدینہ اول	مدینہ آئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی
ما بدا بالمسجد وسلم علی	میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا قبر انور کے پاس رونا

امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو دیکھا:

وھو یبکی عند قبر رسول	کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و	کے پاس رو رہے ہیں اور کہہ رہے
ھو یقول ھھنا تسکب العبرات	ہیں۔ یہاں آنسو بہاؤ۔ میں نے رسالت مآب
سمعت رسول اللہ صلی اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا میری قبر اور
علیہ وسلم ما بین قبری و	منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں
منبری روضۃ من ریاض الجنۃ	سے ایک باغ ہے۔

لہ شعب الایمان، ۹۹/۸

حاشیہ میں علامہ ندوی نے تحریر کیا ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔
اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند جلد ۳ صـ۳۸۹، ابویعلیٰ نے مسند جلد ۳ صـ۳۱۹ ح ۱۷۸۴،
بزار نے مسند میں علی بن زید بن جدعان عن محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے۔
امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

من السنة ان یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلہ۔	سنت یہ ہے کہ آپ کی قبر انور کے پاس قبلہ کی طرف سے آیا جائے۔

امام احمد نے اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ قبر انور کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں۔ مروان کہنے لگا یہ کیا؟ آپ نے فرمایا میں اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہوں، کسی پتھر کے ساتھ لپٹا ہوا نہیں ہوں۔

الشفاء میں ایک شخص سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس حاضری کے لیے آئے۔

فوقف فرفع یدیہ حتی ظننت انہ افتتح الصلاۃ فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم انصرف	کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھائے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ آپ نے نماز شروع کی ہے۔ آپ نے سلام پڑھا اور لوٹ گئے۔

مسند بزار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے منبر کے پاس آئے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا:

قائم یبکی عند قبر رسول اللہ صلی علیہ وسلم	آپ قبر انور کے پاس کھڑے رو رہے ہیں۔

حافظ ابوذر ہروی کتاب السنۃ کے آخر میں مصعب کے حوالے سے نقل کیا ہے شیخ دراوردی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر الصادق کو دیکھا،

جاء فسلم علی رسول اللہ	آپ نے حضور علیہ السلام کی خدمت
صلی اللہ علیہ وسلم ثم انثنی	عالیہ میں سلام عرض کیا۔ پھر واپس ہوئے
فسلم علی ابی بکر و عمر	اور شیخین کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کیونکہ آپ نے ان لوگوں کی تکذیب فرمائی جو شیخین کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

دارقطنی نے عبداللہ جعفر کے فضائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔

فبکی حیث نظر الی بیت	تو فاطمہ کا گھر دیکھ کر خوب روئے
فاطمہ فاطال البکاء ثم	پھر قبر انور کی طرف گئے وہاں بھی
انصرف الی قبر النبی صلی	خوب روئے پھر کہنے لگے اے
اللہ علیہ وسلم فبکی فاطال	میرے بھائیو! تم دونوں پر سلام ہو
البکاء عندہ ثم قال وعلیکما	تم دونوں ہادی اور ہدایت یافتہ تھے
السلام یا اخوی ورحمۃ اللہ	تم دونوں دنیا سے منہ موڑ کر
قد کنتما ھادیین مھدیین	رخصت ہوئے۔
خرجتما من الدنیا خمیصین۔	

الشفاء میں اسحاق بن ابراہیم الفقیہؒ سے منقول ہے کہ ہمیشہ سے حجاج کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ حج کے بعد مدینہ منورہ میں جاتے ہیں تاکہ مسجد نبوی میں نماز، ریاض الجنہ کی زیارت، آپ کے منبر پاک، قبر انور، بیٹھنے کی جگہ، وہ مقامات جنہیں آپ نے مس

فرمایا۔ وہ جگہیں جنہوں نے آپ کے تلووں کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ ستون جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے، وہ جگہ جہاں جبریل وحی لے کر آتے تھے، ان کی زیارت کر سکیں۔ اور آپ کی زیارت کا قصد کرنے والے صحابہ اور ائمہ مسلمین کی زیارت سے مشرف ہو سکیں۔

قاصد کے ذریعے سلام بھجوانا

امام بیہقیؒ نے شعب میں حاتم بن مروان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں ایک قاصد روانہ کرتے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ان کا سلام عرض کرے۔

حضرت ابوسعید المہری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام گیا۔ آپ خلیفہ وقت تھے۔ جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا

ان لی الیک حاجۃ اذا	مجھے آپ سے نہایت ضروری کام ہے۔
اتیت المدینۃ ستری	جب آپ شہر مدینہ جائیں اور قبر انور
قبر النبی صلی اللہ وسلم	پر حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
فاقرئہ منی السلام۔	کی خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کر دیں۔

شیخ محمد بن اسمٰعیل بن ابی فدیک کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات عبداللہ بن جعفر سے کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے فلاں نے بتایا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز شام سے آپ کی خدمت اقدس میں قاصد کے ذریعے سلام عرض کرتے تھے۔[1]

---

[1] الجامع لشعب الایمان، ۸ : ۱۰۰

امام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم (متقدمین میں سے ہیں، مناسک (جس میں انہوں نے صحیح روایات کا التزام کیا ہے) لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ قاصد بھیجتے تھے تاکہ ان کا سلام رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرے۔ امام موصوف کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے۔

قبرِ انور سے اذان و سلام کی آواز

امام الحافظ ابو محمد عبداللہ الدارمیؒ نے اپنی کتاب سنن دارمی (جو امہات کتبِ حدیث میں سے ہے) میں سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور جماعت نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ ان دنوں مسجد میں ہی رہے۔

وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمہ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1]

انہیں نماز کے وقت کا علم نہ ہوتا مگر بوقت نماز قبر انور سے اذان کی آہستہ آہستہ آواز آتی۔

یہ روایت شیخ محمد بن عبدالوہاب نے احکام تمنی الموت[2] میں اور صاحب قاموس امام مجدالدین نے الصلات والبشر میں بھی نقل کی ہے[3]

شیخ ابراہیم بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کیا۔ اس سے فراغت کے بعد میں مدینہ منورہ حاضر ہوا:

---

[1] سنن دارمی، ۱: ۴۴

[2] مجموعہ مؤلفات، ۳: ۴۷

[3] الصلات والبشر، ۱۵۴

فتقدمت الی قبر النبی	میں نے قبر انور کے پاس حاضر
صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت	ہوکر سلام عرض کیا۔ میں نے حجرہ
علیہ فسمعت من داخل	انور سے یہ آواز سنی :
الحجرۃ و علیکؐ السلام !	وعلیکؐ السلام !

امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ شیخ سلیمان بن سحیم سے نقل کرتے ہیں کہ میں خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ جو لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سلام عرض کرتے ہیں ،

اتفقہ سلامھم ؟ قال نعم	کیا آپ ان کا سلام سنتے ہیں ؟ فرمایا
وارد علیھم	ہاں جواب بھی دیتا ہوں ۔

محقق الندوی نے اس روایت کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند حسن ہے۔[1]

مذکورہ واقعات کی ابن تیمیہ سے تائید

شیخ ابن تیمیہ نے ان تمام واقعات کی تائید کرتے ہوئے قبر انور سے اذان وسلام کی آواز کے بارے میں لکھا کہ یہ بت پرستی اور قبر پرستی کے زمرے میں نہیں آتا ۔

لایدخل فی ھذا الباب ما	بت پرستی کے زمرے میں یہ واقعات
یروی من ان قومًا سمعوا	نہیں آتے کہ لوگ آپ کی قبر انور اور
رد السلام من قبر النبی	دیگر صالحین کی قبور سے سلام کا جواب
صلی اللہ علیہ وسلم اوقبور	سنتے ہیں اس طرح سعید بن المسیب
غیرہ من الصالحین و ان	نے حرہ کے ایام میں آپ کی قبر انور

[1] الجامع لشعب الایمان ، ۸ : ۱۰۰

سعید بن المسیب کان یسمع سے اذان کی آواز سنی۔
الاذان من القبر لیالی الحرۃ ونحو ذلک۔ [1]

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں اس طرح کے تمام کرامات اور خوارق عادات کا حکم یہی ہے جو قبورِ انبیاء وصالحین سے صادر ہوتی ہیں: مثلاً نزولِ انوار، نزولِ ملائکہ، شیاطین اور درندوں کا ان سے دور رہنا، آگ سے ان قبور اور ان کے پڑوس کا محفوظ رہنا، اپنے پڑوس میں مدفون میت کی شفاعت کرنا، ان کے پڑوس میں تدفین کا مستحب ہونا، ان کی قبور کے پاس انس ومحبت اور سکون کا ماحول، ان کی توہین کرنے والوں پر عذاب کا مسلط ہونا۔ یہ تمام باتیں حق ہیں اور ہماری بحث سے خارج ہیں۔ قبور انبیاء وصلحاء کو اللہ کی طرف سے جو کرامت ورحمت نصیب ہوتی ہے اسی طرح اس کے ہاں ان کی جو حرمت وکرامت ہے اس کا مخلوق تصور بھی نہیں کرسکتی۔ لیکن یہ مقام تفصیل نہیں [2]

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، ۳۷۳

باب (۸)

لَا تَجْعَلُوا قَبْرِی عِیدًا

اور

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِی وَثَنًا

کی

تشریح

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تجعلوا بیوتکم قبورًا	اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، میری
ولا تجعلوا قبری عیدًا د	قبر کو میلہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود پڑھو
صلوا علی فان صلاتکم	تمہارا درود میرے پاس پہنچتا
تبلغنی حیثما کنتم [1]	ہے تم جہاں بھی ہو۔

اس کے راوی عبداللہ بن نافع الصائغ کے بارے ائمہ حدیث کی مختلف آراء ہیں۔ امام احمد، ابوحاتم کے نزدیک ضعیف ہیں، یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے۔ ابوزرعہ کے نزدیک ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں [2]

مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اور اس میں حفص بن ابراہیم الجعفری ہے، ابن ابی حاتم نے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان پر جرح نہیں کی بقیہ تمام رواۃ ثقہ ہیں [3]

حافظ زکی الدین المنذریؒ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو قبر انور کی زیارت کثرت کے ساتھ کرنے کی طرف راغب کیا ہے۔ یہ نہ ہو کہ اسے کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے۔ بس بعض

---

[1] ابوداؤد [2] مجمع الزوائد، ۳ : ۳

[2] مختصر ابوداؤد للمنذری، ۲ : ۴۴۷

اوقات میں کرلی جیسے عید سال میں دو دفعہ آتی ہے ۔

بعض ائمہ نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ زیارت کے لیے کسی دن کو اس طرح مخصوص نہ کرلیا جائے کہ زیارت فلاں دن ہی کی جائے گی جس طرح عید کا دن مخصوص ہے ۔ زائر کو چاہیئے کہ اسے جب بھی فرصت ملے حاضری دے ۔ یہ معنی امام تقی الدین السبکیؒ نے کیا ہے ۔

بعض علماء نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ اس میں زیارت کے موقعہ پر سوئے ادب سے بچنے کا حکم ہے کہ اس طرح لہو و لعب سے کام نہ لیا جائے جس طرح عید کے موقعہ پر کیا جاتا ہے بلکہ آدابِ زیارت کا خیال رکھتے ہوئے، آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا جائے، وہاں دعا کی جائے اور یہ امید رکھی جائے کہ آپ نظرِ شفقت فرماتے ہوئے دعا سے اور سلام کے جواب سے نوازیں گے ۔

یہ تاویل و معنیٰ معتبر ہے کیونکہ اہلِ کتاب اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبور کی زیارت کے موقعہ پر لہو، زینت اور لعب سے کام لیتے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو لہو و لعب سے بچنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم زیارت کے لیے آؤ تو بخشش طلب کرتے اور توبہ کرتے ہوئے آؤ، وصال کے بعد بھی اس طرح زیارت کرو جس طرح تم قبل از وصال کرتے تھے ۔

یہ بات واضح رہے کہ آپ کی بارگاہ کی حاضری سراپا خیر و سعادت ہے اور خیر میں کثرت خیر ہی ہوتی ہے ۔ لہٰذا زائر پر لازم ہے کہ وہ آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے لہو و لعب سے بچے ۔ مصنّف عبدالرزاق میں جو روایت مروی ہے کہ حسن بن حسنؓ نے بعض کو قبرِ نبوی کے پاس دیکھا اور ان کو منع کرتے ہوئے اپنے جد امجد علیہ السلام کا یہ فرمان سنایا لا تجعلوا قبری عیدًا (میری قبر کو میلہ نہ بنانا) اس میں بھی بے ادبی سے منع کیا گیا ہے ۔ یہ روایت بھی اس بات کی مؤید ہے کہ زیارت منع

نہیں بلکہ وقتِ زیارت لہو ولعب منع ہے۔ شیخ الاسلام تقی الدین السبکیؒ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں سے کسی کا زیارت مبارکہ سے منع کرنا اس لیے بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ تمام دیگر امور کی زیارت پر متفق ہیں۔

محی سنّت قاطع بدعت شیخ ابن الحاجؒ (یہ ابن تیمیہ کے معاصر اور ان کے چند سال بعد وصال پانے والے ہیں) المدخل (فصل فی زیارۃ القبور) میں رقمطراز ہیں:

حضرات انبیاء کرام، رسل عظام علیہم السلام کی بارگاہ نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ زائر کو چاہیئے کہ جب وہ کسی دور جگہ سے ان کی زیارت کے لیے آئے تو ان کی بارگاہ کی ہی نیت کرے۔ جب ان کی خدمت میں پہنچ جائے تو اپنے اندر ذلّت، انکساری، مسکنت، فقر، فاقہ، ضرورت وحاجت، اضطرار اور خضوع پیدا کرے اپنے دل اور اس کی توجہ کو ان کی طرف اس طرح متوجہ کرے کہ وہ دل کی آنکھ سے انہیں دیکھ رہا ہے نہ کہ ظاہری آنکھ سے کیونکہ ان کے جسم اطہر نہ پرانے ہوتے ہیں نہ ان میں کوئی تبدیلی آتی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے پھر ان کی خدمت میں درود پڑھے صحابہ کے لیے رضائے الٰہی اور تابعین کے لیے رحمت الٰہی کی دعا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مقدس میں مقاصد کے حصول اور گناہوں کی مغفرت کے لیے ان کو وسیلہ بنائے اور ان سے مدد طلب کرے۔ ان سے اپنی حاجتوں کے بارے میں سوال کرے۔ اس بات کا اپنے اندر جزم پیدا کرے کہ ان کی برکت سے دعا مقبول ہوتی ہے اور ان کے بارے میں اپنے حسنِ ظن کو قوی رکھے کیونکہ یہ لوگ اللہ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس سنت ہے کہ وہ ان کے ہاتھوں اور سبب سے لوگوں کی حاجتیں پوری فرماتے ہیں۔ جو شخص ان تک پہنچنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ کسی دوسرے کے ذریعے ان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اپنی ضروریات، مغفرتِ ذنوب، سترِ عیوب کا ذکر کرے اس کا کام ہو جائے گا کیونکہ

یہ کریم لوگ ہیں اور کریم کسی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے نہ اس شخص کو جو ان کے ساتھ توسل کرے اور نہ اس کو جو ان کا قصد کرے اور نہ اسے جو ان کی پناہ لے یہ کلام بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تھا۔

فصل، رہا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ کا معاملہ تو اس میں مذکورہ تمام آداب میں اضافہ ضروری ہے مثلاً ہم نے پہلے انکساری کا ذکر کیا ہے تو یہاں یہ انکساری دوگنا ہونی چاہیئے۔ کیونکہ آپ ایسے شافع ہیں جن کی شفاعت رد نہیں ہوتی۔ آپ کا قصد کرنے والا، آپ کی خدمت میں حاضری دینے والا، آپ سے مدد طلب کرنے والا، الغرض کوئی خالی نہیں جاتا۔ کیونکہ آپ دائرہ کمال کے قطب اور مملکتِ الٰہیہ کے دولہا ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:

جس شخص نے بھی آپ سے توسل کیا، مدد طلب کی، اپنی حاجات کے بارے میں گذارش کی اسکی دعا کبھی رد نہیں ہوئی، نہ وہ ناامید ہوا۔ اس پہ تجربہ، مشاہدہ اور آثار گواہ ہیں۔ آپ کی زیارت کے وقت تمام آداب کا خیال رکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ ہمارے علماء و مشائخ رحمہم اللہ نے آداب بیان کرتے ہوئے کہا زائر کو چاہیئے کہ وہ محسوس کرے کہ میں اسی طرح آپ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں جس طرح ظاہری حیات میں۔ کیونکہ آپ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں یعنی امت کے مشاہدے ان کے احوال، نیات، عزائم اور ان کے تصورات آپ پر واضح ہیں، ان میں کوئی خفا نہیں۔ پس آپ سے توسل تمام خطاؤں، کوتاہیوں، غلطیوں کے بوجھ ختم کرنے کا عظیم ذریعہ ہے۔ کیونکہ آپ کی شفاعت کی عظمت و برکت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ کوئی گناہ سے اس سے بڑا نہیں۔

مبارک ہو اس شخص کو جس کو زیارت حاصل ہو گئی اور اس نے آپ کو بارگاہ الٰہی میں اپنا شفیع بنایا، اور جو زیارت کے لیے نہ جا سکا اور سلام بھجوا دیا۔ اے

اللہ ہمیں آپ کی حرمت وعزت کے وسیلہ سے آپ کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔ آمین یارب العلمین۔ جو شخص اس کے خلاف اعتقاد رکھے گا وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔

شیخ ابن الحاج رحمہ اللہ کی تمام گفتگو پڑھنے کے بعد غور کرو یہ کتنی پیاری گفتگو ہے اور یہ اس شخص کی گفتگو ہے جس نے ساری زندگی سنت کے احیاء اور بدعت کو ختم کرنے میں وقف کر رکھی تھی خصوصاً ان کے یہ دو اقوال قابل غور ہیں: ایک یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس پر علماءِ امت کا اجماع ہے اور دوسرا یہ کہ جو شخص اس کے خلاف اعتقاد رکھے گا وہ محروم رہے گا۔

اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد کی تشریح

امام احمد نے ان الفاظ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

اللّٰھم لا تجعل قبری وثناً	اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ
لعن اللہ قوماً اتخذوا قبور	بنانا۔ اس قوم پر اللہ نے لعنت کی جس نے
انبیاءھم مساجد [1]	اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں اسے مرسلاً روایت کیا ہے [2] اس کی سند میں اسحاق بن ابی اسرائیل ہے۔ اس میں ائمہ نے کلام کیا ہے۔ باقی تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

امام زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ان علماء کے ہاں صحیح ہے جو ثقہ کی مراسیل کے ساتھ استدلال کرتے ہیں۔ اور ان علماء کے ہاں بھی صحیح ہے جو مسند سے استدلال کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مؤطا میں عمر بن محمد نے اسے مسنداً روایت کیا ہے۔ اور یہ شخص ان رواۃ میں سے ہے جس کی زیادتی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ عقیلی کے ہاں اس حدیث پر شاہد بھی ہے [3]۔ یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ اس بات پر عہد صحابہ سے علماء امت کا اتفاق ہے کہ قبر انور

حجرہ مبارک کے اندر ہے اور یہ جگہ مسجد میں داخل ہے۔ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آپ کی قبر انور شرک اور بت پرستی سے محفوظ ہے کیونکہ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں اس کی دعا کی اور اس بارگاہ میں آپ کی دعا یقیناً مستجاب ہے۔ آپ کی دعا ہے :

" اللھم لا تجعل قبری " اس کے تمام طرق سے مروی الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا جو معنیٰ سامنے آتا وہ یہ ہے کہ قبر یا صاحبِ قبر کی تعظیم کی خاطر قبر کے اوپر یا قبر کی طرف نماز ادا کرنا منع ہے۔ کیونکہ یہی سابقہ امم میں شرک، قبور اور اہلِ قبور کی عبادت کا ذریعہ بنا۔ شارع نے اس پر نہی وارد کر کے امت پر اس راستے کو ہی بند کر دیا تاکہ امت سابقہ اُمم کی طرح ان برائیوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ آج مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو قبر کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی طرف نماز ادا کرتا ہو۔

امت کے اولیں لوگوں نے نہایت ہی احتیاط سے کام لیا (اللہ تعالےٰ ان کی سعی قبول فرمائے) جس حجرہ انور میں آپ اور آپ کے صاحبین کے مزارات مبارکہ علیہ ہیں اس کو مربع شکل میں نہیں بنایا تاکہ بغیر ارادے کے بھی حالت نماز میں اس کا استقبال نہ ہو سکے بلکہ اسے ایسی صورت و ہیئت میں بنایا کہ نماز میں ایسی حالت پیدا بھی نہ ہو وہ حصہ جو نمازیوں کے لیے قبلہ کی طرف آتا تھا اسے نہایت ہی تنگ بنایا۔ اگرچہ حجرہ انور کے ہوتے ہوئے یہ استقبال حرام نہ تھا مگر احتیاط اور کمالِ ورع کے پیشِ نظر ایسا کر دیا گیا۔ اس مقام پر تدفین کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اشارہ موجود ہے۔ بزارؒ نے سند صحیح اور طبرانیؒ نے مرفوعاً روایت کیا۔

ما بین قبری و منبری	میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی قطعہ
روضۃ من ریاض الجنۃ	جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔

اس حدیث میں " بیت " کی جگہ " قبر " کا لفظ ہے جس کے ذریعے آپ نے

امت کو آگاہ فرمادیا کہ مسجد میری قبر انور کے پاس ہوگی اور امت کو اس مسجد کی زیارت اور اس میں نماز کی ترغیب دی ۔ قبر کی وجہ سے مسجد کو چھوڑ دینے یا اس کے گرانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس بات کی تصریح فرمائی ۔

ان الصلاۃ فیہ افضل من	مسجد نبوی میں نماز باقی مساجد کی ہزار
الف صلاۃ فیما سواہ ۲۱	نماز سے افضل ہے مسجد حرام کے
المسجد الحرام ۔	علاوہ ۔

بلکہ وہ حصہ مسجد جو آپ کی قبر انور سے آپ کے منبر تک ہے اسے جنت کے باغوں میں ایک باغ قرار دیا ۔ جب مسجد کی توسیع کرتے ہوئے امہات المؤمنین کے حجروں کو مسجد میں شامل کیا گیا تو وہ حجرہ انور جس میں آپ اور آپ کے صاحبین تشریف فرما ہیں مسجد نبوی میں شامل ہوگیا ۔ اس وقت موجود تمام صحابہ اور تابعین نے اسے پسند کیا اور حجرہ انور کو مسجد میں شامل کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سے صحابہ، فقہاء، تابعین اور ان کے بعد ائمہ اربعہ، ان کے اساتذہ و مشائخ تمام زیارت کے لیے اپنے اپنے وطن سے اسی مبارک مسجد میں حاضر ہوتے ہیں ۔

باب (۹)

وقتِ حاضری کھڑے ہونے کا طریقہ

سابقہ ادوار میں لوگ ریاض الجنہ میں کھڑے ہو کر آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا کرتے تھے جب مسجد کی توسیع ہو گئی، تمام حجرے مسجد میں شامل ہوئے تو اب زائرین سلام کے لیے قبلہ کی طرف سے حاضر ہوتے ہیں ان کا چہرہ قبر انور کی طرف اور پشت کعبہ کی طرف ہوتی ہے۔

مشہور مؤرخ و محدث علامہ جمال الدین محمد المطری المدنی "کتاب التعریف" میں لکھتے ہیں کہ آج لوگ جس جگہ کھڑے ہو کر آپ کی خدمتِ عالیہ میں سلام عرض کرتے ہیں یہ اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا صحن ہے کیونکہ آپ کی ازواج مطہرات کے حجرے مغرب کی جانب چھوڑ کر مسجد کے اردگرد تھے۔ مسجد میں حجرات داخل ہونے سے پہلے تمام زائرین ریاض الجنہ کی طرف سے سلام عرض کرتے اور اس طرح کھڑے ہوتے کہ ان کی پشت ریاض الجنہ اور ستونِ توبہ کی طرف ہوتی اور چہرہ اس ستون کی طرف ہوتا ہے جس میں لکڑی کا صندوق بنا ہوا ہے (یہ ستون حجرۂ انور کی اس مغربی دیوار میں تھا جسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بنایا تھا) امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ سلام کے لیے حاضر ہوتے تو اس ستون کے پاس کھڑے ہوتے جو ریاض الجنہ کے ساتھ متصل ہے اور چہرہ اس ستون کی طرف کرتے جو صندوق سے متصل ہے۔ آپ کی خدمت مبارکہ اور آپ کے صاحبین سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور فرماتے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ اقدس ہے۔

پھر جب آپ کا گھر اور آپ کی ازواج کے حجرے مسجد میں شامل کر لیے گئے تو زائرین سلام عرض کرنے مواجہ شریف میں اس طرح حاضر ہوتے ہیں کہ ان کی پشت قبلہ کی طرف ہوتی ہے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرتے وقت پشت کا قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہے جس طرح خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین اور دیگر خطباتِ مسنونہ میں ہے۔ خلفاء عباسیہ میں سے منصور ایک دن سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا وہاں امام مالک رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ منصور نے آپ سے پوچھا اے مالکؒ میں دعا کرتے وقت چہرہ کدھر کروں؟ آپ کی طرف یا قبلہ کی طرف؟ آپ نے فرمایا:

لم تصرف وجهك عنه؟ وهو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله عزوجل يوم القيامة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کس طرح چہرہ پھیر سکتا ہے؟ حالانکہ آپ اللہ کی بارگاہ میں تیرے اور تیرے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز وسیلہ ہیں۔

شیخ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ آپ کے چہرہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو کر حاضری دے تو اسے چاہیئے کہ اس قندیل کے نیچے کھڑا ہو جو قبر انور کے پاس قبلہ کی جانب ہے۔

شیخ امین الدین ابوالیمن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے استاذ ابوعمر واور اس دور کے دیگر مکی علماء کہا کرتے تھے کہ زائر کو قبر انور کے پاس قبلہ کی جانب سے حاضر ہو کر چار گز کے فاصلہ پر اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے کہ قندیل اس کے سر پر ہو۔ آنکھیں مقام ہیبت و جلال کی وجہ سے جھکا کر سلام عرض کرے اور آواز بلند نہ کرے۔ ابن وہب، امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سلام اور دعا کے لیے حاضر ہو تو:

یقف و وجهه الی القبر	کھڑے ہوکر حاضری دے اس طرح
ویدنو ویسلم ولا یمس	کہ چہرہ قبر انور کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی
القبر بیدہ ۔[1]	طرف ۔قریب ہوکر سلام عرض کرے
	اور قبر انور کو مس نہ کرے ۔

مؤطا میں یحییٰ بن یحیی اللیثیؒ سے امام مالکؒ کا یہ عمل منقول ہے کہ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور آپ کے صاحبین سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھی ۔

امام نوویؒ کے رؤوس المسائل میں حافظ ابوموسیٰ الاصفہانیؒ سے مروی ہے کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے :

اذا اراد الرجل ان یأتی قبر	جب کوئی شخص آپ کی خدمتِ اقدس
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	میں حاضری دے تو اسے قبلہ کی طرف
فیستدبر القبلة ویستقبل	پشت اور چہرہ آپ کی طرف کرنا چاہیے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	پھر سلام عرض کرے اور دعا کرے ۔
و یصلی علیه ویدعوله	

شیخ ابن یونسؒ نے ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ زائر جب دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرلے تو پھر قبلہ کی جانب سے حاضر ہوکر روضۂ اقدس کے قریب ہوکر آپ کی خدمت میں سلام عرض کرے لیکن سکون و وقار کی کیفیت ہو کیونکہ آپ زائر کے سلام کو خود سنتے ہیں اور سامنے کھڑے ہونے کو خود ملاحظہ فرماتے ہیں ۔اس کے بعد سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرے ۔

شیخ ابراہیم الحربیؒ اپنے " مناسک " میں آداب زیارت بیان کرتے ہوئے

---

[1] الشفاء ۲ : ۸۶

لکھتے ہیں زائر اپنی پشت قبلہ کی طرف اور چہرہ قبر انور کی طرف کرے۔

مسند ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میں ابوالقاسم امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب السختیانیؒ میرے سامنے حاضری کے لیے آئے:

فدنا من قبر النبی صلی	آپ کی قبر انور کے قریب ہوئے تو
اللہ علیہ وسلم فاستدبر	پشت قبلہ کی طرف کر لی اور چہرہ آپ
القبلة واقبل بوجهه الی	کی طرف۔ اور وہ تکلف سے بالاتر
القبر وبکی بکاء غیر متباك	ہو کر خوب روئے۔

حضرت مجدالدین فیروز آبادیؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

قدم ایوب السختیانی وانا	حضرت ایوب السختیانی حاضری کے
بالمدینة نقلت لانظرن	لیے آئے تو میں مدینہ منورہ میں تھا
ما یضع فجعل ظهره مما	میں نے چاہا کہ دیکھوں یہ حاضری
یلی القبلة ووجهه مما یلی	کے وقت کیا کرتے ہیں پس انہوں
وجه رسول اللہ صلی	نے پشت قبلہ کی طرف اور چہرہ آپ
اللہ علیه وسلم وبکی	کی طرف کیا اور خوب آنسوؤں سے
غیر متباك	روئے۔

اس کی تائید وشہادت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے شیخ ابوذر الہروی نے اپنی سنن "فی بیان الایمان والاسلام" میں درج کیا ہے کہ شیخ حماد بن زیدؒ نے ابوحنیفہ کو اپنے شیخ حضرت ایوب السختیانیؒ سے ایک حدیث بیان کی تو امام ابوحنیفہ نے ان سے عرض کیا:

فحدثك ایوب وبکی	آپ کو حضرت ایوب السختیانیؒ نے

حدیث بیان کی ہے اور رو پڑے۔

پھر کہنے لگے :

ما ذکرت ایوب السختیانی	میں جب بھی حضرت ایوب سختیانیؒ کا
الا بکیت فقد رأیته قبر	ذکر کرتا ہوں تو رو پڑتا ہوں میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیه	انہیں قبر انور کا ادب کرتے ہوئے
وسلم شیئاً ما رأیته من	جس طرح دیکھا ہے کسی کو نہیں
احد۔	دیکھا۔

یہ روایات اس قول کے منافی ہیں جو فقیہ ابواللیثؒ نے اپنے فتاوٰی میں امام اعظم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ زائر سلام عرض کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے۔ اور احناف میں سے شیخ السروجی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک زائر قبلہ رخ رہے۔ شیخ کرمانی کہتے ہیں کہ زائر آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہو اور اس کا وقوف قبر اور منبر کے درمیان قبلہ رخ ہونا چاہیئے۔

شوافع کے نزدیک حاضری کے وقت زائر کی پشت قبلہ کی جانب اور چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہونا چاہیئے۔ امام ابن حنبل کا یہی قول ہے۔ احناف کے ستون امام ابن ھمامؒ بیان کرتے ہیں شیخ ابواللیثؒ نے امام صاحب کا جو قول نقل کیا وہ مردود ہے کیونکہ آپ کی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے۔

من السنة ان تأتی قبر النبی	سنت یہ ہے کہ قبر انور کے پاس قبلہ
صلی اللہ علیه وسلم من	کی جانب سے اس طرح آیا جایا کریں
قبل القبلة وتجعل ظهرك	کہ زائر کی پشت قبلہ کی طرف اور چہرہ
الی القبلة وتستقبل القبر	قبر انور کی طرف ہو۔ پھر عرض کیا جائے

بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته۔

السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شیخ ابن الجمانہؒ کی کتاب "المسند الکبیر" میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ زائر سلام کے لیے آپ کے سر اقدس کے پاس چار گز دیوار سے دور اس طرح کھڑا ہو کہ پشت قبلہ کی طرف اور چہرہ آپ کی جانب ہو شیخ کرمانیؒ نے دیگر احناف کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ سلام کرتے وقت قبلہ رخ ہونا چاہیئے مگر ان کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں پس اس پر عمل و اعتماد کر دجو میں نے نقل کیا ہے۔ اس میں تردد کی کوئی گنجائش بھی نہیں کیونکہ میت کا معاملہ زندہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور زندہ کو سلام اس کی طرف رخ کر کے ہی کیا جاتا ہے۔ علقمہ القردی الکبیر کے حوالے سے جو پیچھے گذرا ہے کہ بیت کے مسجد میں داخل ہونے سے قبل لوگ بیت کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ اس کا سبب واضح ہے کہ اس وقت مواجہ شریف میں حاضری دشوار تھی لہذا کچھ زائرین دروازے کی طرف سے اور کچھ سر اقدس کی جانب سے حاضری دیتے تھے جیسا کہ شیخ المطریؒ کے حوالے سے آیا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس ستون کے پاس کھڑے ہوتے تھے جو ریاض الجنہ کے ساتھ متصل ہے اور حجرات کے مسجد میں داخل ہونے سے قبل اسلاف یہیں کھڑے ہو کر حاضری دیتے تھے۔ ریاض الجنہ کی طرف پشت کرتے اور وہ ستون جس میں صندوق ہے اس کی طرف چہرہ کرتے اور جب حجرے مسجد کا حصہ بن گئے تو زائرین مواجہ شریف میں حاضری دینے لگے۔

شیخ ابن زبالہ، سلمہ بن وردانؒ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جب آپ سلام عرض کرنے حاضر ہوتے تو آپ

کے سامنے کھڑے ہوتے [1]

قبرِ انور کے پاس سے گزرنے کا ادب

علماء امت نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خیر کا ارادہ، فضل میں ترغیب اور ادب سے خود کو مزین کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ جب بھی قبرِ انور کے پاس سے گزرے خواہ مسجدِ نبوی کے باہر ہو کھڑے ہو کر سلام عرض کرے۔

شیخ ابو حازمؒ بیان کرتے ہیں، ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ ابو حازمؒ کو فرما رہے ہیں تو ہمارے پاس سے گزر جاتا ہے کھڑے ہو کر سلام نہیں کہتا۔

اس کے بعد ابو حازم نے گزرتے ہوئے سلام عرض کرنا کبھی ترک نہیں کیا۔

ابن رشد مالکیؒ جامع البیان میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ سے سوال ہوا کہ آپ کی قبر انور کے پاس سے گزرنے والے شخص پر ہر دفعہ سلام عرض کرنا لازم ہے۔ آپ نے فرمایا:

نعم اری ذلک علیہ کما	میرے نزدیک اسے ہر دفعہ سلام
موبہ وقد اکثر الناس	عرض کرنا چاہیئے اور لوگوں کی اکثریت
من ذلک۔	کا یہی عمل ہے۔

لیکن جب کوئی پاس سے نہیں گزرا تو اس پر سلام لازم نہیں (اللھم لا تجعل قبری وثنا) بلکہ اسے اختیار حاصل ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

یستحب الاکثار من الزیارۃ	کثرت کے ساتھ زیارت مستحب ہے۔

---

[1] الخلاصہ، ۱۱۲

وان یکثر الوقوف عند اهل الخیر والفضل [1] — اور اہل خیر و فضل کے ہاں آنا جانا بھی۔

شیخ عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز رات کے آخری حصہ میں مسجد نبوی آتا۔ سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا۔

---

[1] الاذکار للنووی، باب زیارۃ القبور

باب (۱۰)

زیارتِ نبوی اور الفاظ سلام

حاضری کے وقت سلام کے لیے اگرچہ کوئی الفاظ مقررہ نہیں جن الفاظ میں بھی محبت کے ساتھ سلام عرض کر دیا جائے، جائز ہے لیکن ہم یہاں بعض اسلافِ امت کے سلام تحریر کر رہے ہیں۔ یہ اس لیے بھی کہ ہم ملاحظہ کریں کہ ہمارے اسلاف آپ کی بارگاہ میں کس ذوق و شوق سے حاضری دیتے اور کس طرح ادب و تعظیم بجا لاتے ہوئے آپ کی خدمت میں صلاۃ و سلام عرض کرتے۔

السلام علیک یارسول اللہ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں اور سلام، آپ کی آل پر جو طیب و طاہر ہے یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ	کی خدمت میں آ جائیں، اللہ سے اپنے
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول کریم
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔	اس پر سفارش کر دیں تو وہ اللہ کو توّاب
	و رحیم پائیں گے۔

یارسول اللہ! میں نے اپنے نفس پر کثیر ظلم کیے ہیں۔ اپنی جہالت اور غفلت کے سبب کبائر کا مرتکب ہوں۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں، آپ کے دامن میں پناہ کا طلب گار ہوں، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ سے گذارش ہے کہ میرے رب کے ہاں میری سفارش فرمائیے! آپ کی ذات شفیع المذنبین ہے، رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول اور صاحبِ عزت ہیں۔ میں اپنی خطاؤں کا اعتراف اور گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں۔ اللہ

کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بنانے والا ہوں۔ آپ کی ذاتِ اقدس کو اس کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں اور میں معاف فرمانے والے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف فرمادے۔ مجھے آپ کے طریقے اور محبت میں موت دے۔ آپ کی امت میں میرا حشر فرمائے مجھے اور میرے ساتھیوں کو حوض کوثر نصیب ہو۔ بغیر کسی ذلت اور رسوائی کے اے رب العالمین کے محبوب، اے شفیع المذنبین، میرے شفاعت فرماد یجئے۔ میں آپ کی خدمت اور قرب میں حاضر ہوں، آپ کے دروازے پر پڑا ہوں۔ میں اپنے رب کریم سے امید وار ہوں شاید وہ اپنے بندے پر رحم فرمائے۔ اگرچہ بندہ برا ہے۔ اور معاف کردے اسے جو اس نے زیادتیاں کی ہیں، باقی زندگی گناہوں سے پاک کردے آپ کی برکت اور شفاعت سے یا خاتم النبیین یا شفیع المذنبین ــ اشعار

آپ گناہ گاروں کے شفیع ہیں اور میری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ اے صاحبِ فضل میں آپ سے امید وار ہوں کہ آپ میری شفاعت فرمائیں گے۔ آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور کوئی پناہ گاہ نہیں۔ میری آپ کے سوا، اے میری امید اے میرے پریشان حال! مہمان و لاغر ہوں مسافر ہوں۔ آپ کے در پر پڑا ہوں۔ اے عرب کے سردار آپ کی پناہ طلب کرنے والا ہوں۔ اے مہمانوں کی عزت کرنے والے، اے زمانے والوں کے مددگار، فقراء کے معاون اور طلب و قصد کا مقصود یہ وہ مقام ہے جس کی راہیں تنگ ہو چکی ہیں۔ آپ کی بارگاہ کی امید ہے سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں گویا ہوا:

اے اللہ یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ۔ شیطان تیرا دشمن۔ اگر تو نے مجھے

معاف فرمادیا تیرا حبیب خوش ہو جائے گا اور تیرا بندہ کامیاب اور تیرا دشمن آگ میں جل جائے گا اور اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا، تیرا حبیب پریشان ہوگا، تیرا دشمن خوش ہوگا اور تیرہ بندہ ہلاک ہو جائے گا۔ تو اس سے بڑھ کر لچ پال ہے کہ تیرا حبیب پریشان۔ تیرا دشمن خوش اور تیرا بندہ تباہ ہو جائے۔ اے اللہ عرب کے کریم لوگوں کا طریقہ ہے اگر ان میں سے کوئی سردار فوت ہو جائے تو اس کی قبر کے پاس غلاموں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ یہ ذات سید العالمین ہے۔ مجھے ان کی قبر انور کے صدقے گناہوں سے آزاد فرمادے۔ اصمعیؒ کہتے ہیں میں نے اسے کہا اے عربی بھائی تیرے حسن سوال کے پیشِ نظر میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرماتے ہوئے تجھے گناہوں سے آزاد فرمادے گا۔[1]

اگر زائر کے لیے کسی وجہ سے زیادہ دیر کھڑا ہونا دشوار ہو تو بیٹھ جائے۔ کثرت کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ قرآن کی تلاوت کرے۔ ان آیات اور سور کا انتخاب کرے جو صفاتِ ایمان اور معانی توحید کی جامع ہوں۔

شرح المھذب میں ابوموسیٰ اصبھانیؒ سے منقول ہے کہ زائر کو اختیار ہے چاہے کھڑے ہو کر حاضری دے چاہے بیٹھ کر جس طرح ظاہری حیات میں انسان دوسرے کے پاس جاتا ہے۔ بعض اوقات بیٹھ جاتا ہے اور بعض اوقات کھڑے ہو کر ملاقات کرتا ہے۔

حاضری کے وقت امام نوویؒ کا سلام

السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا نبی اللہ ۔ اے مخلوق سے منتخب

---

[1] الجوہر المنظم

آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ کی مخلوق میں سے سب سے افضل آپ پر سلام ہو۔ السلام علیک یا حبیب اللہ۔ السلام علیک یا نذیر۔ السلام علیک یا بشیر۔ اے سراپا پاکیزگی آپ پر سلام ہو۔ السلام علیک یا طاہر۔ اے نبی رحمت آپ پر سلام ہو۔ اے امت کے نبی آپ پر سلام۔ اے ابوالقاسم آپ پر سلام۔ اے رب العالمین کے رسول آپ پر سلام۔ اے رسولوں کے سربراہ اور انبیاء کے خاتم آپ پر سلام۔ اے تمام مخلوق سے بہتر آپ پر سلام۔ اے روشن پیشانی والوں کے قائد آپ پر سلام۔ آپ پر سلام، آپ کی اہل بیت، ازواج مطہرات، ذریت اور تمام آپ کے صحابہ پر سلام۔ آپ پر سلام۔ باقی انبیاء اور تمام صلحا بندوں پر سلام یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا فرمائے جو اس نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف سے عطا فرمائی ہے۔

آپ پر اللہ کا سلام ہو۔ جب کوئی زائر آپ کا ذکر کرے اور کوئی غافل آپ کے ذکر سے غفلت کرے۔ اللہ کا ایسا سلام ہو جو سب سے افضل، اکمل اور اطیب ہو جو مخلوق میں سے کسی پر نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول اور مخلوق سے منتخب ہیں اور اس بات کی بھی میں گواہی دیتا ہوں آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا، امانت کا حق ادا کر دیا، امت کی ہر طرح آپ نے رہنمائی فرمائی اللہ کی راہ میں اس طرح کوشش و جہاد کیا کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ اے اللہ آپ کو مقام وسیلہ و فضیلت اور مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ آپ کو وہ درجہ عطا فرما جو سائلین کے سوال کی انتہا ہو اے اللہ اپنے پیارے بندے اور رسول نبی امی حضرت محمد پر رحمتیں نازل فرما آپ کی آل، ازواج اور ذریت پر بھی اس طرح جس طرح سیدنا ابراہیم اور ان کی آل پر نازل کی ہیں۔ نبی امی حضرت محمد پر اپنی برکات کا

نزول فرما۔ آپ کی آل، ازواج، ذریت پر بھی جسطرح تو نے سیدنا ابراہیم اور آپ کی آل پر برکات کا نزول فرمایا۔[1]

حاضری کے وقت امام غزالیؒ کا سلام

السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ (تین دفعہ) السلام علیک یا رسول رب العالمین، السلام علیک یا خیر الخلائق اجمعین، السلام علیک یا سید المرسلین و خاتم النبیین، السلام علیک یا امام المتقین، السلام علیک یا قائد الغر المحجلین۔ السلام علیک ایہا المبعوث رحمۃ للعالمین (جن کو رحمت بنا کر بھیجا گیا) السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک یا حبیب اللہ، السلام علیک یا خیرۃ اللہ (اللہ کے محبوب) السلام علیک یا صفوۃ اللہ! (اللہ کا انتخاب) اے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمانے والے آپ پر سلام۔ سلام ہو آپ پر اے وہ شخصیت جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے انک لعلیٰ خلق عظیم اور بالمؤمنین رؤف رحیم سے کی ہے۔ سلام ہو آپ پر اے وہ ذات جس کے سامنے پتھروں نے اللہ کی تسبیح بیان کی۔ کھجور کا تنا فراق میں رو دیا۔ سلام آپ پر وہ ذات جس کی اطاعت اور جس کی خدمت میں صلوۃ و سلام عرض کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا، آپ پر سلام ہو۔ باقی انبیاء و مرسلین پر، اللہ کے صالح بندوں پر، اللہ کے مقرب فرشتوں پر۔ آپ کی آل، ازواج مطہرات امہات المومنین اور آپ کے تمام صحابہ پر سلام ہو۔ کثرت کے ساتھ دائماً ہو جس طرح رب کریم کی رضا اور پسند ہے۔ ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر جزا دے جو اس نے دیگر امتوں کی طرف سے ان کے انبیاء و رسولوں کو دی۔ آپ پر اللہ کا افضل و اکمل، اطیب و ازکیٰ سلام ہو، بیں اللہ

---

[1] الایضاح للنووی، ۴۹۵

کے ایک ہونے اور آپ کے نبی، رسول اور مخلوق میں سب سے بہتر ہونے کی گواہی دیتا ہوں، اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچا دیا۔ امانت ادا کر دی۔ امت کی رہنمائی فرمائی، ظلمت کو آپنے دور فرما دیا، حجت قائم فرما دی، اللہ کی راہ میں جد و جہد کا حق ادا کر دیا۔ دلائل کو واضح فرما دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ	اے لوگو تمہارے پاس تم میں سے
أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ	رسول آئے ہیں، تمہاری ہر مشقت ان
حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ	پر گراں گزرتی ہے۔ وہ مومنوں کے
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔	لئے حریص اور رؤف و رحیم ہیں۔

یا رسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔ ملائکہ اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق کا سلام ہو۔ اے اللہ، آپ کو مقام وسیلہ اور فضیلت اور مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرما رکھا ہے آپ کو وہ درجہ عطا فرما جس سے بڑھ کر سوال نہ کیا جا سکے۔ اے ہمارے رب، ہم ایمان لاتے ہیں اس تمام پر جو تو نے نازل فرمایا۔ ہم نے رسول کی فرمانبرداری کی ہم کو شاہدین کے ساتھ لکھ لے۔ میں ایمان لایا اللہ پر فرشتوں پر تمام کتب پر، روز قیامت پر، خیر و شر کی تقدیر پر۔ اے اللہ مجھے اس پر ثابت قدم رکھ۔ اس سے منہ پھیرنے والا نہ بنا۔ ہمارے دلوں میں ہدایت کے بعد زیغ پیدا نہ کر اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو عطا فرمانے والا ہے۔ اے اللہ اپنے پیارے بندے اور رسول نبی امی پر رحمتیں نازل فرما۔ آپ کی آل، ازواج، ذریت پر، کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم و بارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید۔

جو شخص اس کو یاد نہ کر سکے یا وقت کم ہو تو اس میں سے بعض حصہ پڑھ لے۔
کم از کم یہ ضرور پڑھے :

السلام علیکَ یا رسول اللّٰہ

حاضری کے وقت امام مطرّیؒ کا سلام

السلام علیک خاتم النبیین یا شفیع المذنبین ۔ السلام علیک یا امام المتقین ۔ السلام علیک یا قائد الغر المحجلین (روشن پیشانی والوں کے قائد) السلام علیک یا رسول رب العالمین۔ السلام علیک یا من امنہ اللّٰہ علی المومنین (مومنین کے لیے ذریعۂ حفاظت) السلام علیکم یا طٰہٰ ۔ السلام علیک یا لٰیس ۔ آپ پر سلام ہو اور آپ کی پاکیزہ آل پر ۔ آپ پر سلام اور آپ کی ازواج مطہرات پر (جو مومنوں کی مائیں ہیں)۔ آپ پر سلام اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ۔ اللّٰہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو بہتر بدل عطا فرمائے ۔ اور آپ پر اللّٰہ تعالیٰ افضل صلوٰت کا نزول فرمائے ۔

اگر وقت میں گنجائش ہو تو یہ خوبصورت سلام پڑھے ۔

سلام آپ پر جس کی بزرگی کی شعاعیں ہمیشہ سے چمک رہی ہیں ، سلام آپ پر جس کے عطیات بارش کی طرح برس رہے ہیں ۔

سلام آپ پر جس کے انوار ہر بلندی پر ظاہر ہیں ۔ سلام آپ پر جس کے آثار ہر بلندی پر غالب ہیں ۔

سلام آپ پر جو ہر شرف بلند کا ثمر ہے ۔ سلام آپ پر جو دائمی بزرگی کا حامل ہے ۔

سلام آپ پر جو شرف اعلیٰ کا جوہر ہے ۔ سلام آپ پر جو لاحق مشکلات کے حل کا واسطہ ہے ۔

سلام آپ پر جو انبیاء کے امام ہیں ۔ سلام آپ پر جو اصفیاء میں سے منتخب ہیں ۔

سلام آپ پر جس کی وجہ سے کائنات کو وجود ملا۔ سلام آپ پر جو کرم و سخاوت کا سرچشمہ ہیں۔

سلام آپ پر جو خاندان لوئی کے موتی ہیں۔ سلام آپ پر جو خاندانِ قصی کی عزت ہیں۔

سلام آپ پر جو مکارم اخلاق کا چشمہ ہیں۔ سلام آپ پر جو کریموں کا سہرا ہیں۔

اے صاحبِ حمد آپ پر سلام ہو۔ اے ابوالقاسم آپ پر سلام ہو۔

سلام آپ پر جس کا جلال عظیم ہے۔ سلام آپ پر جس کی آیات غالب ہیں۔

سلام آپ پر جس کے معجزات ظاہر ہیں۔ سلام آپ پر، اللہ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو۔

تمام تعریف اس رب کریم کی جس نے آپ کے دیدار سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا اور مجھے آپ کے روضۂ پاک کی زیارت کا شرف بخشا اور میرے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ میں آپ کی زیارت کر کے دنیوی و اخروی کامیابی پاؤں اور آپ کے شہر میں داخل ہو کر ہمیشہ کے لیے سعادت حاصل کر لوں۔

اشعار

آپ کی نبوت کی برکت سے فضل و حکمت کے چشمے جاری ہیں۔

اس مزار مقدس کا کیا مقام ہے جس کے ساتھ محبوب و طاہر نبی کا جسم متصل ہے۔

آپ کے انوار بلند ہیں۔ ان کی بزرگی و شرف روشن ہے اور ان کے کرم کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ کی ذات پر اللہ کی رضا کے چشمے پھوٹ پڑے اور ازل میں قرب کا راز آپ پر کھولا گیا۔

آپ کے نور کی برکت سے ہر وجود کو روشنی ملی ہے۔ آپ اس وقت بھی آدمیت کا فخر تھے جب عدم میں تھے۔

آپ سراپا بلندی ہیں اور کمال کا راز ہیں۔ نبوت کا فخر اور لوح و قلم کا نور ہیں۔

آپ کی ظاہری حیات لوگوں میں ایسے تھی کہ آپ کے صدقے میں قحط ختم ہوتے بارش ہوتی، دریا بہتے۔

اے طٰہٰ چمک دار پیشانی والے، اے ایسے منتخب موتی جس کی چمک نون و قلم میں ہے۔

آپ کا تشریف لے جانا ہم پر نہایت ہی شاق ہے۔ یہ ایک ایسا دکھ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

اب آپ کی قبر انور کے سوا ہمارے پاس کوئی نجات دہندہ نہیں اور یہ ہی ہر ایک کا ملجا ہے۔

ہماری سواریوں کی دوڑ آپ تک تھی، یہ ایسی جگہ آئی ہیں، یہاں رحمت کا چشمہ تمام کائنات کو سیراب کر رہا ہے۔

ہم یہاں کی مٹی کو اس میں رہنے والے کی وجہ سے چومتے ہیں۔ آپ کے ہر قدم کا نشان بوسہ گاہ ہے۔

آقا یہ تیری شفقتیں ہیں جن کی بارش نے ہمیں ڈھانپ رکھا ہے۔ فقر و عدم کی تاریکیوں میں آپ ہی مددگار ہیں۔

اگرچہ ہماری خطاؤں نے ہمیں ہلاکت کے گڑھے کے درمیان پھینک دیا۔

لیکن آپ تو تمام مخلوق کی پناہ گاہ ہیں۔

جب ہاتھ خالی ہوں گے اور پھسل پھسل کر قدم سفید ہو جائیں گے تو ایسے موقعہ پر مجھے آپ کی شفاعت کافی ہوگی۔

آپ کی معافی کے بارے میں مشہور ہے کہ جب تمام ملائکہ اپنی سرد سامانی کے ساتھ آجائیں گی تو یہ کام آئے گی۔

آپ پر عرش والے کا سلام ہو۔ آپ کی ثنا خوانی تمام امم کی زبان نہیں کر سکتی۔ اس مزار مقدس۔ اس گھر اور حجرہ انور اور اس حرم پر خوشبوؤں کے پیدا کرنے والے کا پاکیزہ سلام ہو۔

شیخین کی خدمت میں امام مطرّیؒ کا سلام

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ : اے سید المرسلین کے خلیفہ آپ پر سلام۔ آپ پر سلام جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مرتدین سے دین کو محفوظ فرمایا۔ آپ پر سلام جس نے بغیر کسی توقف کے ایمان قبول کیا۔ سلام ہو آپ پر جس کو دنیا اپنی زینت کی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ سلام ہو آپ پر جس نے اللہ کی ذات اور اس کے رسول کی راہ میں تمام مال خرچ کر دیا۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے اللہ اور رسول کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ سلام ہو آپ پر جس کو سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت نصیب رہی۔ اے افضل الخلفاء آپ پر سلام ہو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ : السلام علیک یا امیر المومنین۔ آپ پر سلام جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تقویت دی۔ آپ کی ذات کے ساتھ چالیس مسلمانوں کا عدد پورا ہوا۔ سلام آپ پر جس نے اسلام کو وہ قوت دی کہ اس کے ستون نہایت ہی مضبوط و مستحکم ہوئے۔ شہر اور ممالک فتح ہوئے۔ سلام آپ پر جس نے راہِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ سلام آپ پر جس راستے پر آپ چلتے شیطان آپ کے خوف سے وہ راستہ ترک کر دیتا۔ اے امت کے محدث آپ پر سلام ہو، آپ کی زبان سے حق صادر ہوتا ہے۔ السلام

علیک یا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ دونوں حضور علیہ السلام کے بہترین خلیفہ تھے ۔ آپ کے راستے پر چلے ۔ آپ کی شریعت کو مضبوط و مستحکم کیا ۔ تم دونوں آپ کے خلیفہ صدق ، امام عدل و حق تھے ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حضور علیہ السلام ، اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزا عطا فرمائے ۔ صدیقین و اولیاء کے منازل میں اعلیٰ و اشرف درجہ عطا فرمائے ۔ خلفاء انبیاء کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ اس زیارت و حاضری اور محبت کو ہمارے لیے نافع بنائے ۔ ہمارا حشر حضور علیہ السلام اور تم دونوں اور تمام محبت کرنے والوں کے ساتھ ہو ۔ السلام علیکما ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؛

شیخین کی خدمت میں وقتِ حاضری یہ الفاظ بھی کہے جا سکتے ہیں

شیخ الخضراویؒ نے نفحات الرضا والقبول میں یہ کلماتِ سلام تحریر کیے ہیں :

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ ، اے وہ ذات جس نے اللہ کے دین کے حقوق ادا کیے ۔ آپ سب سے بڑھ کر سچے ہیں ، اسلام کا سرمایہ اور فخر ہیں ، حضور علیہ السلام کی امت کی طرف سے آپ کو اللہ تعالیٰ بہتر جزا عطا فرمائے خصوصاً ان ایام کے حوالے سے جو بڑے ہی سخت تھے ۔ آپ جب اہلِ نفاق اور اہل ردۃ کے خلاف جہاد میں مصروف رہے ۔ اے وہ ذات جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں فنا ہو گئی حتیٰ کہ فنا کے آخری درجے کو حاصل کر لیا ۔ اے وہ ذات جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ثانی اثنین اذھما فی الغار	دوسرے میں سے وہ دوسرا ہے ۔
اذ یقول لصاحبہ لا تحزن	جب وہ غار میں تھے جس وقت فرمایا
ان اللہ معنا ۔	آپ نے اپنے صاحب کو نہ ڈر یقیناً

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

میں آپ کے سامنے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے برگزیدہ آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں اور میں تمام ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لائے۔ اللہ کے ہاں میری آپ اس دن گواہی دیں جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد ہاں جسے اللہ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد زائر امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دے اور عرض کرے۔ سلام ہو آپ پر اے حق وصواب کہنے والے۔ اے محراب میں شہادت پانے والے۔ اے وہ ذات جس نے اللہ کے دین کو مستحکم کیا۔ اے وہ ذات جس کے حق میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

اے وہ ذات جو اللہ کے دین اور غیرت میں شدید تر ہیں۔ اے وہ ذات جس کے حق میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس راہ پر عمر چلتے ہیں شیطان وہ راستہ اختیار نہیں کرتا۔ میں آپ کے سامنے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے برگزیدہ آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اللہ کے ہاں میری گواہی دینا۔ اس روز قیامت، جب کوئی مال اور اولاد نفع نہیں دے گی مگر جسے اللہ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔ شیخین کی حاضری کے بعد سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی جائے۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق آپ کا مزار عالی بھی آپ کی جالی مقدس کے اندر ہی ہے اگرچہ مختار یہی ہے کہ آپ بقیع شریف میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کی ذاتِ اقدس کو آپ کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وسیلہ بنایا جائے پھر پہلی جگہ

حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور کہے الحمد للہ رب العالمین اللھم صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب صادق میں آپ کے بارے میں فرمایا ہے : ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک اور میں آپ کے پاس حاضر ہوں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں ۔ پھر وہ اشعار پڑھے جو اعرابی نے پڑھے تھے ۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء القبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

وصاحبان فلا انساھما ابدا منی السلام علیکم ما جری القلم

اس کے بعد تجدید توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں اس کی قبولیت کے لیے دعا کرے ۔

آیت مذکورہ کی تلاوت کے بعد یہ بھی عرض کرے ۔ یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں زائر بن کر آئے ہیں تاکہ آپ کے حق کی ادائیگی ، آپ کی زیارت سے برکت اور اپنے ظاہری و باطنی گناہوں میں آپ کو شفیع بنائیں ۔ آپ کے سوا ہمارا کوئی شافع نہیں جس سے امید ہو اور آپ کے دروازے کے علاوہ ہمارا کوئی در نہیں ۔ ہماری بخشش کے لیے اپنے رب کے ہاں دعا و شفاعت فرمائیے اور اللہ کی بارگاہ میں یہ عرض کرے کہ میرے سمیت تمام زائرین پر کرم فرما اور روز قیامت صالحین اور علماء عاملین کے ساتھ حشر فرما ، پھر ریاض الجنۃ میں خوب دعا و نماز ادا کرے اور منبر پاک کے پاس قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرے ۔ اسی طرح ان ستونوں کے پاس جو آپ کی ظاہری حیات کے آثار ہیں ۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک برکت و فضل کا ذریعہ ہے ۔

شیخ حبیب علی بن محمد الحبشیؒ کا سلام

بسم اللہ الرحمٰن ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ اے اللہ صلوٰۃ وسلام نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے فیض کا مرکز اوّل ہے اور جو تیرے فضل سے سب سے زیادہ تیرا پیارا حبیب ہے۔ آپ پر فضل نازل فرما۔ آپ کی آل، صحابہ، متبعین اور آپ کی امت پر فضل فرما جب تک ان کا وصال ہے تجھ سے اور تو ان پر متوجہ ہے اور وہ تیری طرف، ان کی حاضری ہے آپ کی بارگاہ میں۔ ایسی صلوٰۃ جس کے ذریعے ہمیں آپ کا مشاہدہ نصیب ہو۔ ہم اس کے ذریعے تیرے حضور سے تیری ذات تک رسائی پائیں۔ ہم کھڑے ہیں اے اللہ تیرے لیے اور تیرے محبوب کے لیے ادب وافر کے ساتھ۔ تیری اور تیرے محبوب کی ظاہری و باطنی مدد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اے اللہ ہم تیرے اس عظیم مقام اور محترم گھر کی زیارت اور تیرے نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری بہت سی امیدیں ہیں جو ہم نے تیرے وسیع فضل کے پیش نظر باندھ رکھی ہیں۔ ہمارے بہت سے مطالب ہیں جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں لیکن تجھ سے مخفی نہیں۔ تیری ذات سب سے بڑا مقصود ہے۔ ہر جود و کرم والے سے تیری ذات زیادہ کریم ہے۔ ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ تو ہماری درخواست ضرور قبول فرماتے ہوئے ہمارے مطالب پورے فرمائے گا بوسیلہ اپنے حبیب و صفی سیدنا و حبیبنا و شفیعنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بوسیلہ اپنے انبیاء و رسل اور صالحین۔ اب ہمیں اس مقام سے خالی ہاتھ واپس نہ فرما۔ ہم حاضری دینے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں تمام کی امیدیں اپنی رحمت واسعہ کی برکت سے پوری فرما۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو قریب کر دے، ہمارے مریضوں کو شفا دے، ہمارے

مصیبت زدہ کو آزادی عطا فرما، ہر ایک کی مشکل کو آسان فرما۔ ہمیں اپنی بارگاہ سے ایسا علم عطا فرما جو نافع ہو، ایسا عمل عطا فرما جو مقبول ہو، ایسی معرفت عطا فرما جس میں ادب ہو اور ہر لحظہ ہمیں آداب عبودیت کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ مجھے کلیتہً اپنی ذات کی طرف متوجہ فرما اور میری تمام توجہات اپنی ذات کی طرف فرما، اپنے غیر سے مجھ کو محفوظ فرما۔ ایسے لوگوں کے دیوان میں مجھے کر دے جن سے تو محبت کرتا ہے۔ اور وہ تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھ سے غیر کا حجاب دور فرما دے۔ مجھے اپنے محبوب و اخیار بندوں کی راہ پر گامزن فرما۔ اے اللہ میری روح پر وہ فیضان عطا فرما جو تو نے اس امت کے روحِ کامل پر فرمایا۔ مجھ سے ہر ظلمت دور فرما دے۔ جو میں نے زیادتیاں کیں معاف فرما دے اور جو میں لایا ہوں اس پر کرم فرما دے۔ میری نیت پر گرفت نہ فرما۔ اور مجھے اپنے لطفِ خفی کے وسیع سائے میں جگہ عطا فرما۔ میرے عیوب چھپا دے۔ میرے شک کو زائل کر دے۔ میرے غم دور فرما دے۔ میرے سینے کو صاف فرما۔ میرے روگ کو دور فرما اور جو تو پسند کرتا ہے اس کے ساتھ میری آنکھوں کو ٹھنڈا فرما۔ مجھے زہد کامل، ورع کامل، علم کامل، نور کامل، فہم کامل اور توجہ کامل عطا فرما۔ مجھ پہ مہربانی کی نظر فرما۔ اپنے جود کامل اور عطا شامل کو میری طرف متوجہ فرما۔ اے اللہ میرے اور تیرے حبیب المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو دوری ہے اسے ختم فرما۔ مجھے اور آپ کو یہاں اور وہاں ظاہراً باطناً جمع فرما دے۔ اے اللہ مجھے اپنی اور آپ کی محبت سے نواز۔ اپنا اور اپنے حبیب کے قرب سے حصہ وافر عطا فرما۔ اے اللہ میرا دل تیری محبت کا دعویدار ہے۔ میرا روح تیرے قرب کا مشتاق ہے۔ دعویٰ کو حقیقت بنا دے اور مجھے اپنے قرب کے سیدھے راستے پہ گامزن فرما۔ اے اللہ تو نے اپنی محبت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو علامت بتایا ہے، میرے اندر تیری توفیق کے بغیر اس کی طاقت نہیں

آپ کی اتباع کی مجھے توفیق عطا فرماتا کہ میں بھی حقیقۃً تیرے محبّین میں شامل ہو جاؤں۔
یاارحم الرّاحمین آمین یارب العالمین!

شیخ القشاشیؒ کا سلام

عارفِ کامل امام احمد بن محمد القشاشیؒ لکھتے ہیں کہ مواجہہ شریف میں ان کلمات کے ساتھ سلام عرض کیا جائے۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور زائر یہ محسوس کرے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم میرے سلام کا جواب عنایت فرمائیں گے۔ اگرچہ ظاہراً محسوس نہ ہو لیکن ایمان بالغیب سے یقیناً غائب کا حصول ہو جاتا ہے۔ پھر ان کلمات کے ساتھ سلام عرض کرے۔

السلام علیک یااول، السلام علیک یاآخر، السلام علیک یاباطن، السلام علیک یاظاہر۔ آپ پر وہ سلام ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اوّل و آخر اور ظاہر و باطن میں نازل فرمایا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مذکورہ کلمات کے ساتھ جبریل امین آپ کو سلام کہتے ہیں یہ میں نے اپنے شیخ سے سنا تھا۔ پھر میں نے اسے امام سیوطیؒ کی کتاب "الخصائص الکبریٰ" میں پایا۔ پھر یہ پڑھے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم ان اللہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیما۔ پھر ستر دفعہ کہے صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ! ایسے کہنے والے کے لیے وہاں مقرر فرشتہ کہتا ہے: اے فلاں بن فلاں تجھ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور آج تیری ہر حاجت پوری ہو گی، ابن ابی ذئیک سے اسی طرح مروی ہے۔ اب جو پسند ہو اللہ سے مانگے۔ والدین، مشائخ، اولاد، محبین اور اپنے علاقے و وطن کے لیے بھی دعا کرے کیونکہ حاضری کا وقت قبولیت کا موقعہ ہوتا ہے۔ جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے

سے فارغ ہو جائے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ آپ کی ذات کو اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں وسیلہ بنایا جائے۔ کیونکہ آپ اللہ اور اس کے رسول کے ہاں صاحب مرتبہ وجاہ ہیں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضری دی جائے اور ان کو بھی وسیلہ بنایا جائے۔ پھر زائر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اقدس کے سامنے آجائے جو اس وقت اللہ کی جانب سے ذہن میں آئے عرض کرے ورنہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا یہ تمام یا اس میں سے بعض پڑھ لے۔[1]

وقتِ حاضری آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا مقام

امام بیہقیؒ ابن ابی فدیک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے دور کے مشائخ سے سنا ہے کہ جس زائر نے آپ کی قبر انور کے پاس یہ آیت تلاوت کی: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اس کے بعد ستر دفعہ یہ کلمات کہے صلی اللہ علیک یا محمد! اس پر وہاں مقرر فرشتہ کہتا ہے کہ اے فلاں تیری ہر حاجت پوری ہوگی۔

شیخ تدوی نے حاشیہ میں اس روایت کے بارے میں کہا کہ اسے امام السلمیؒ نے تاریخ جرجان میں نقل کیا ہے۔[2]

مزارِ نبوی پر ملائکہ کی حاضری

امام بیہقیؒ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] الدرۃ الثمینۃ فیما لزائر النبی الی المدینۃ، ۲۹

[2] الجامع شعب الایمان، ۸: ۱۰۲

ما من نجم فجر یطلع
الا نزل سبعون الفا من
الملائکۃ حتی یحفوا
بالقبر یضربون باجنحتھم
و یصلون علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم حتی اذا
امسوا عرجوا وھبط مثلھم
فصنعوا مثل ذلک حتی اذا
انشقت الارض خرج فی
سبعین الفا من الملائکۃ
یوقرونہ [1]

ہر طلوع فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے
آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
قبر انور کا احاطہ کر لیتے ہیں اور درود
وسلام عرض کرتے ہیں۔ جب شام
ہوتی ہے تو وہ واپس چلے جائیں گے۔
اور دیگر ستر ہزار کا گروہ آجاتا ہے۔ یہ
ملائکہ کی حاضری ہر روز ہوتی ہے حتی
کہ جب قیامت برپا ہوگی تو اس وقت
بھی آپ ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں
باہر تشریف لائیں گے۔

یہ حافظ اسمٰعیل القاضی نے فضل الصلوٰۃ علی النبی میں بھی روایت کی ہے۔

جواب سلام کا احساس

زائر کو چاہیئے کہ وہ نہایت ہی ادب، تواضع، خضوع اور زاری کے ساتھ بار بار سلام عرض کرے شاید اللہ تعالیٰ کسی سلام کے جواب میں آپ سے سلام کے جواب کا سماع عطا فرماوے اگر ظاہراً سماع نہ بھی ہو تو یہاں ایمان بالغیب رکھنا چاہیئے۔

شیخ القشاشیؒ لکھتے ہیں کہ جب زائر دوبارہ آپ کے سامنے کھڑا ہو یہاں آپ کی نظر رحمت و شفقت نصیب ہو اور سلام کا جواب بھی۔ جب زائر یہ کہہ رہا ہو

---

[1] سنن دارمی، ۱: ۴۴۴ ۔ شعب الایمان، ۸: ۱۰۲

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ پس زائر کو چاہیئے کہ اس پر اضافہ نہ کرے ہاں اگر طبیعت مجبور ہو تو پھر الگ بات ہے پس ادب ، احترام ، خشوع و خضوع کے ساتھ یہی کلمات السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا رہے ۔ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کے جواب کا سماع بھی عطا فرمائے گا اور اگر سماع نہیں تو زائر کو اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کہنے والے کا جواب ضرور عنایت فرماتے ہیں ۔ اس لیے کہ ابتداً سلام کہنا سنت ہے مگر اس کا جواب واجب ہے ۔ پس آپ اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ رہتے ہیں ۔ اور یہ تمام اس لیے ہے کہ باری تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اسی لیے حدیث قدسی ہے :

سبقت رحمتی غضبی — میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے
وکتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ [1] — اور تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے ۔

---

[1] الدرۃ الثمینۃ ، ۲۷

باب (۱۱)

حقیقت زیارتِ نبوی
اور
فوائد زیارتِ نبوی

عارف کامل شیخ احمد المعروف القشاشیؒ لکھتے ہیں کہ زیارت سے مراد شرعاً یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ کی حاضری، مسجد نبوی، شہر مدینہ کی زیارت، اس میں قیام، آپ کی خدمت میں سلام، حصول شفاعت کے لیے آپ کا بارگاہِ الٰہی میں توسل تاکہ زائر کو اس بات کی خوش خبری حاصل ہو جائے کہ اس کا خاتمہ ایمان و اسلام پہ ہوگا۔ یہی زیارت ہے۔ خواہ زائر یہ چیز ذاتی طور پہ کرے یا غیر کے ذریعے۔ شرعی ثبوت کی وجہ سے اس زیارت کے لیے اجارہ بھی جائز ہے اور ثبوت شرعی پر اقوال و افعال رسول شاہد ہیں۔ مثلاً آپ کا اہل بقیع کے ہاں جانا ان کو سلام کہنا، ان کے لیے دعا فرمانا۔ پس یہی تو زیارت ہے کہ زائر کا مزور کے پاس، قریب اور دور سے آنا خواہ زائر خود آئے۔ یا کسی کو اجرت پر یا تبرعاً بھیجے حج کی طرح کیونکہ زیارت معروف ہے اور حدیث میں ہے۔ ہر معروف پر عمل صدقہ ہے۔ مزور پر سلام حالتِ حیات و ممات میں اور اس کے لئے دعا اور اس کے ساتھ توسل ہر ایک کے حسبِ حال ہوتا ہے۔

امام احمد بن حجر المکی اپنی کتاب الجوہر المنظم میں لکھتے ہیں کہ زیارت کے لئے وہی شرائط ہیں جو حج کے لیے استطاعت کے شرائط ہیں۔ جب صاحب استطاعت نے آپ کی طرف سفر کیا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اپنی یا جس نے بھیجا ہے اس کی ذات کے لیے بخشش کی درخواست کی تو وہ زائر قرار پائے گا۔

یہی زیارت ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول نے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ زیارت کے لیے کسی کو اجرت پر بھی روانہ کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے علماء نے اسے صحیح کہا۔ مالکی علماء میں سے سرکردہ شیخ الاصبغیؒ نے اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

ما من احد یمر بقبر الرجل	جو شخص کسی ایسے صاحب قبر کے
کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم	پاس سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں
علیہ الا عرفہ ورد علیہ	پہچانتا تھا تو جب وہ سلام دیتا ہے
السلام۔	تو صاحب قبر اسے پہچان کر اس کے
	سلام کا جواب دیتا ہے۔

جب ہر مسلمان کا یہ حال ہے تو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کا کیا مقام ہوگا؟

سلام عرض کرنے والا، اسلام پر موت اور اللہ کے ہاں آپ کا قرب کیوں نہیں پائے گا؟

آپ کے درِ اقدس پر حاضری دینے والا یوں محسوس کرے کہ وہ اسلام پر موت اور میدانِ حشر میں شفاعت کو حاصل کر چکا ہے کیونکہ یہ مغفرت صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو آپ کے در پر حاضری دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کو معاف نہیں کرتے، بخشش صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا تمام حالات میں پوری فرماتے ہیں۔ اور زائر کی حاضری اور آپ کے دامنِ رحمت میں دخول نصاً ہے۔ غیر کو یہ مقام حاصل نہیں ہاں قیاس کیا جا سکتا ہے۔

فوائدِ زیارت

امام احمد بن حجر الہیثمیؒ نے اپنی کتاب الجوہر المنظم میں ایک فصل قائم کی جس میں انہوں نے زیارت کے فضائل اور فوائد پر گفتگو کی ہے۔ اس میں انہوں نے دلائلِ واضحہ سے ثابت کیا ہے کہ زیارتِ نبوی مشروع و مطلوب ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب ترین سعی، افضل قربات، افضل الاعمال اور تمام عبادات میں نہایت ہی مبارک عبادت ہے۔ البتہ زیارت اپنے ثمرات اور ثواب و درجات میں ہر ہر متقی کے حسب حال مفید ہے۔ آنے والے دلائل پر غور کرنے والا ہر شخص محسوس کرے گا کہ زیارتِ نبوی کے عظیم فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ زائرِ مخلص اعلیٰ مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر میٹھے چشمے پر وارد ہو جاتا ہے۔ سب سے زیادہ نفع وصلہ پالیتا ہے۔

سابقہ گفتگو میں ایسی احادیث گزر چکی ہے جن میں زائر کے لیے بہت سی عظیم نعمتوں کا ذکر آیا ہے۔ ہم استحضار کے لیے یہاں ان کا ذکر مع تشریح کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من زار قبری وجبت له شفاعتی، وجبت کا معنی یہ ہے کہ زائر کے ساتھ شفاعت کا ایسا وعدہ ہو گیا جس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ آپ کے ارشادِ گرامی میں عمومی شفاعت کا ذکر اس بات پر دال ہے کہ اس شخص کے عمل کے مطابق ہی شفاعت ہو گی۔ مثلاً انعامات کا اضافہ، روزِ قیامت وہاں کی ہولناکیوں میں تخفیف، ان لوگوں میں شامل ہونا جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

جنت کے درجات میں بلندی، مشاہدۂ حق میں اضافہ یا اس کے علاوہ دیگر ایسی کرم نوازیاں جو کسی آنکھ نے نہ دیکھیں، کسی کان نے سنی نہیں اور کسی بشر کے دل میں ان کا تصور بھی نہیں۔ یہ تمام معاملہ اس وقت ہے جب حدیث میں ایسی شفاعت کا ذکر ہو جو غیر زائر کے لئے نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس شفاعت سے مراد وہی

ہو جو غیر زائر کو بھی حاصل ہوگی مگر زائر کے لیے شفاعت کا ذکر امتیاز اور تقویت کے لیے ہوگا۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ زائر اس زیارت کی برکت سے ان لوگوں میں شامل ہو جائے جن کو شفاعت حاصل ہوگی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس شخص کی موت اسلام پر ہوگی۔ اب اس حدیث میں یہ شرط عائد کرنا کہ زائر مسلمان ہو تب یہ شفاعت ہوگی درست نہیں۔ کیونکہ اسلام تنہا شفاعت کے حصول کے لیے کافی ہے۔ اس کے ساتھ زیارت کے تذکرے کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ شفاعتی (میری شفاعت) میں شفاعت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف فرما کر واضح فرما دیا کہ یہ شفاعت نہایت ہی عظیم ہوگی۔ کیونکہ شفاعت کی عظمت، عظمتِ شافع سے ہے۔ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر عظیم کوئی نہیں۔ اسی طرح آپ کی شفاعت بھی دیگر کی شفاعت سے عظیم ہوگی۔

آپ کے یہ ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ من زرانی بعد موتی فکانما زرانی فی حیاتی۔

جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

۲۔ من جاءنی زائرًا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقًا علیّ ان اکونَ شفیعًا یوم القیامة۔

جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اس کے علاوہ اس کا اور کوئی مقصد نہ تھا مجھ پر اس کا حق ہے کہ روزِ قیامت اس کی شفاعت کروں۔

۳۔ من جاءنی زائرًا کان له حقًا علی اللہ عزوجل ان اکون له شفیعًا یوم القیامة

جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر یہ انعام ہے کہ میں روزِ قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔

باقی یہ عظیم فائدہ آپ کی شفاعتِ عظمیٰ کے ذریعے اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب زائر کی نیت میں خلوص و پاکیزگی ہو یعنی اس کا مقصد کوئی ایسی چیز نہ ہو جو زیارت کے منافی ہو۔

زیارت کا ایک عظیم فائدہ

زیارت کے فوائد میں سے ایک عظیم فائدہ یہ ہے کہ حاضری دینے والا جب آپ کی خدمت اقدس میں قبر انور کے پاس صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سماع حقیقی یعنی کسی واسطہ کے بغیر سنتے اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اور ذاکر کے لیے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے؟ بخلاف اس شخص کے جو دور سے صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے۔ تو یہ آپ کی خدمت میں فرشتے کے ذریعے پیش ہوتا ہے۔ اس پر متعدد احادیث شاہد ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند جید کے ساتھ یہ حدیث غریب منقول ہے:

من صلی علیّ عند	جو شخص مجھ پر میری قبر انور کے پاس
قبری سمعتہ ومن	درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا
صلی علیّ من	ہوں اور جو دور پڑھتا ہے میں اسے
بعید اعلمتہ۔	جانتا ہوں۔
۲ من صلی علیّ عند	جو شخص مجھ پر میری قبر انور کے قریب
قبری سمعتہ ومن	درود پڑھتا ہے میں اسے خود سنتا
صلی علیّ نائیاً	ہوں اور جو دور کسی مقام پر پڑھتا
وکل اللہ بہ ملکاً یبلغنی	ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک
یکفی امر دنیاہ وآخرتہ	فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو اسے میری

وکنت له یوم القیامة شفیعًا۔

خدمت میں پہنچادیتا ہے اور یہ درود اس آدمی کے دنیوی واُخروی زندگی کے لیے کافی ہے اور میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔

۳۔ ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل الله به ملکا یبلغنی

جو شخص میری قبر انور کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتہ اسے میری بارگاہ میں پہنچادیتا ہے۔

۴۔ اکثروا الصلوٰة علی فان الله وکل بی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال ذلك الملك یا محمد ان فلان بن فلان صلی علیك الساعة

مجھ پر کثرت سے درود پڑھو اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور کے پاس فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جب کوئی امتی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے یارسول اللہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا اس وقت آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے۔

اس روایت کی سند میں ضعف ہے مگر دیگر شواہد اسے قوی کر دیتے ہیں۔

۵۔ ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام۔

جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

یہ روایت حسن ہے بلکہ امام نووی اور دیگر محدثین کے ہاں یہ صحیح ہے۔

۶۔ ان اقربکم منی یوم القیامة

قیامت میں ہر جگہ میرے قریب وہ

فی کل موطن اکثرکم علی صلاۃ فی الدنیا

شخص ہوگا جو دنیا میں تم میں سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۷۔ من صلی علی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ مائۃ مرۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم یوکل اللہ بذلک ملکاً یدخلہ فی قبری کما تدخل علیکم الھدایا۔ یخبرنی بمن صلی علی باسمہ ونسبہ الی عشیرتہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء

جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اور رات میں سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائیں گے ان میں سے ستر اخروی اور تیس دنیوی ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو تمہارا درود لے کر میرے پاس اس طرح آتا ہے جس طرح کوئی تمہارے پاس تحائف لے کر آتا ہے اور وہ مجھے عرض کرتا ہے کہ اس درود پڑھنے والے کا یہ نام ہے۔ یہ نسب ہے۔ اور یہ خاندان ہے پھر میرے پاس موجود سفید صحیفے میں اس کو محفوظ کرلیتا ہے۔

ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

ان علمی بعد الموت کعلمی فی الحیاۃ

میرا علم بعد از وصال بھی اسی طرح ہے جس طرح قبل از وصال تھا۔

۸۔ من صلی علی بلغتنی صلاتہ وصلیت

جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے مجھے اس کا درود پہنچتا ہے میں اس کے

علیه وکتب له سوی	لیے دعا کرتا ہوں اس کے علاوہ
ذلك عشر حسنات	اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی
	جاتی ہیں۔

اس روایت کے ایک مجہول راوی کے علاوہ تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

۹۔ من افضل ایامکم یوم	ایام میں افضل جمعہ کا دن ہے۔
الجمعة فیه خلق آدم و	اس میں آدم پیدا ہوئے۔ اسی میں ان
فیه قبض وفیه النفخة	کا وصال ہوا۔ اسی میں صور پھونکا جائے
وفیه الصعقة فاکثروا	گا۔ اسی میں قیامت برپا ہوگی۔ اس
علی من الصلوة	دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔
فیه فان صلاتکم معروضة	کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھ پر پیش کیا
علی قالوا یا رسول اللہ و	جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول
کیف تعرض صلوتنا علیك	اللہ! وصال کے بعد ہمارا درود کیسے
و ارمت ؟ قال ان اللہ	پیش ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا:
عزوجل حرم علی الارض	اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام
ان تاکل اجساد الانبیاء۔	کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔

اسے ابن حبان ابن خزیمہ اور حاکم نے اپنی اپنی صحاح میں درج کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں بخاری کی شرائط موجود مگر انہوں نے تخریج نہیں کی۔ امام نوویؒ نے اذکار میں اسے صحیح قرار دیا۔ امام عبدالغنیؒ اور منذریؒ نے اسے حسن کہا۔ ابن دحیہؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس کے ہر طبقہ کے رواۃ عادل ہیں۔ بعض علماء نے علت خفی کی وجہ سے اسے منکر یا غریب قرار دینے میں جلدی کی ہے۔ امام دارقطنی نے اس کی تردید کی ہے۔

۱۰۔ اکثروا من الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ وان احدلن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حتیٰ یفرغ منھا

جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو کیونکہ وہ فرشتوں کی حاضری کا دن ہوتا ہے۔ جو کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے راوی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ:

وبعد الموت فقال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی یرزق۔

وصال کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا کھانا حرام فرمادیا ہے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رزق پاتا ہے۔

یہ روایت منقطع ہے مگر اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں:

رزق پانے سے مراد ان معارفِ ربانیہ، مراتب رحمانیہ کا پانا ہے جو آپ کے مقام کے شایان شان ہیں اور آپ اپنی قبر انور میں اسی طرح متلذذ ہوتے ہیں جس طرح ظاہری حیات میں اس لیے کہ یہ آپ کی روح مبارکہ کی غذا ہے۔ لفظ رزق سے اس طرف اشارہ ہے کہ باطنی نعمتیں بھی آپ اسی طرح پاتے ہیں جس طرح ظاہری نعمتیں قبل از وصال اور بعد از وصال پاتے ہیں۔

طبرانی میں ہے:

۱۱۔ لیس من عبد یصلی علی الا

جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے

بلغنی صوتہ قلنا یا رسول اللہ و بعد وفاتک ؟ قال و بعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۔	اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وصال کے بعد بھی ؟ فرمایا وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا کھانا حرام فرما دیا ہے ۔

یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کا سلام حساً سنتے ہیں ۔ ان کے حواس ظاہری و باطنی بعد از وصال بھی اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح قبل از وصال کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کرامۃً ملائکہ کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر غذا حسی (کھانے پینے) کا محتاج نہیں بنایا ۔

۱۲ ۔ محدثین کی ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی ہے ۔

ان للہ ملکاً اعطاہ اسماع الخلائق ھو قائم علی قبری اذا مت فلیس احد یصلی علی صلاۃ الا قال یا محمد صلی علیک فلان ابن فلان فیصلی الرب تبارک و تعالیٰ علی ذلک الرجل لکل واحدۃ عشرا	اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت ہے وہ میری قبر انور کے پاس حاضر رہتا ہے ۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا سلام عرض کرتا ہے ۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں :

ھو قائم علی قبری حتی تقوم	قیامت تک وہ فرشتہ میری خدمت

الساعة فليس احد من امتي يصلي علي صلاة الا قال يا احمد فلان ابن فلان باسمه واسم ابيه يصلي عليك كذا وكذا وضمن لي الرب ان من صلى علي صلاة صلى الله عليه عشرًا وان زاد زاده الله۔

میں حاضر رہے گا جب بھی کوئی امتی مجھ پر درود پڑھے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ کی خدمت میں صلوۃ وسلام عرض کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا اور اگر بندہ اضافہ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرمائیں گے۔

یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

ان الله وكل بقبري ملكًا اعطاه اسماع الخلائق لا يصلي علي احد الى يوم القيامة الا بلغني باسمه واسم ابيه هذا فلان ابن فلان قد صلى عليك۔

اللہ تعالیٰ نے میری خدمت میں ایک ایسا فرشتہ مقرر فرمایا ہے جسے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت دی ہے۔ قیامت تک جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھے گا اسے وہ میری خدمت میں پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے یہ سلام عرض کیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

انی سألت ربي عز وجل ان لا يصلي علي واحد منهم

میں نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود

صلاۃ الا صلی علیہ عشر امثالھا وان اللہ عزوجل اعطانی ذلک۔

پڑھے اس پر تو دس رحمتیں نازل فرما اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مرتبہ عطا فرما دیا۔

ان تمام روایات کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جنہیں امام بخاریؒ نے کمزور اور ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

آپ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا پیش ہونا

اس بارے میں احادیث مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ جب کوئی شخص درود وسلام پڑھتا ہے اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، بعض میں کہا کہ جمعہ کے دن اور بعض میں روز قیامت پیش کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی منافات یا تعارض نہیں اس لیے کہ یہ پیش کرنا متعدد دفعہ ہو سکتا ہے۔ جس طرح بارگاہِ خداوندی میں اعمال کا پیش کیا جانا متعدد دفعہ ہے۔ مثلاً ہر روز، ہر سوموار کی رات، ہر جمعرات، شعبان کی نصف رات اعمال پیش ہوتے ہیں۔

حاضر وغائب کا سلام آپ کی خدمتِ اقدس میں

مذکورہ احادیث میں سے بعض میں آیا ہے کہ جب کوئی دور سے سلام عرض کرتا ہے تو اسے فرشتے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور قبرِ انور کے پاس پڑھا جانے والا سلام آپ خود سنتے ہیں اور بعض روایات میں قبرِ انور کے پاس پڑھے جانے والے سلام کے بارے میں بھی یہی ہے کہ فرشتے پیش کرتے ہیں۔ بظاہر ان میں تعارض ہے لیکن ان کے درمیان تطبیق وموافقت یوں ممکن ہے کہ زائر کا صلوٰۃ وسلام آپ بلاواسطہ سنتے ہیں مگر اس کی اہمیت اور قدر ومنزلت کے پیشِ نظر فرشتے بھی اس خدمت

کو بجالاتے ہیں۔

امام نوویؒ سے یہ سوال ہوا کہ ایک شخص نے حلف اٹھایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا سلام آپ سنتے ہیں تو میری بیوی کو تین طلاقیں ایسی صورت میں معاملہ کیا ہوگا؟ امام نوویؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں شک ہے۔ لہٰذا وہ فتویٰ کی رو سے حانث نہ ہوگا مگر احتیاط و تقویٰ کے پیش نظر وہ حانث ہو جائے گا اور تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

بعض احادیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے صلوٰۃ و سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ زائر ہو یا غیر زائر۔ لہٰذا صرف زائر کے ساتھ اختصاص کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:

ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فیسلم علیہ الا عرفہ و رد علیہ السلام۔	جو شخص کسی ایسے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرا جسے وہ پہچانتا تھا تو وہ گزرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے۔

اگر آپ کا سننا اور جواب دینا صرف زائر کے ساتھ ہی مخصوص ہو تو پھر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے؟ حدیث مذکورہ نے واضح کر دیا ہے کہ یہ مقام تو ہر صاحب قبر مومن کو حاصل ہے۔

امام ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں:

اذا جاز ردہ صلی اللہ علیہ وسلم جاز ردہ علی جمیع من یسلم علیہ من جمیع الآفاق من امتہ	جب زائر کا جواب دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو پھر ہر امتی کے سلام کا جواب بھی ممکن ہے خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں رہتا ہو۔

اس گفتگو کے بعد تو یہ بات مسلّم ہو گئی کہ زائر کا صلوٰۃ وسلام آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس سنتے ہیں۔ البتہ غیر زائرین کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے جو زائرین کو حاصل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب زائرین تک پہنچا دیتا ہے۔ اب جس مسلمان کو ان دونوں کا یا ایک کا علم ہو گیا ہے وہ زیارت میں تاخیر اور حاضری میں سستی ہرگز نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم استطاعت کے باوجود کوئی مسلمان اس حاضری میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ البتہ وہ شخص محروم رہے گا جس پر خیرات وحسنات کے دروازے بند اور اعظم ذریعہ قربات سے محرومی کی مہر لگ چکی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و احسان سے ایسی محرومی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

باب (۱۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں کیونکہ رات، دن کے کسی لمحہ کا، صلوۃ وسلام سے خالی ہونا محالِ عادی ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو آپ کے شایانِ شان رزق دیا جاتا ہے۔ آپ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جسدِ اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی۔ اس بات پر پوری امتِ مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ اسی طرح علماء، مؤذنین اور شہداء کے بارے میں بہت سے اہلِ کشف کا قول ہے کہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ ان کے اجسام متغیر نہیں ہوئے۔ جیسا کہ صحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابوجعفر اور حضرت عمر بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں احد میں شہید ہوئے۔ چھیالیس سال کے بعد ان کے مزارات سیلاب کی وجہ سے کھلے۔

فوجدا لم یتغیرا وکان	تو ان کے اجسام میں کوئی تغیر نہ تھا۔
احدھما جرح فوضع یدہ	ان میں سے ایک کے جسم پر زخم تھا۔
علی جرحہ فدفن وھو	جس پر انہوں نے ہاتھ رکھا ہوا تھا۔
ذلک فاذا میطت یدہ من	اس حالت میں ان کو دفن کر دیا گیا
جرحہ ثم ارسلت فرجعت	تھا۔ اب کسی شخص نے ان کا ہاتھ
کما کانت۔	زخم سے ہٹایا تو وہ ہاتھ لوٹ کر پھر
	زخم پر چلا گیا۔

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شہر مدینہ کے لیے نہر کھدوائی۔ یہ تقریباً احد

کی جنگ کے پچاس سال بعد کا واقعہ ہے ۔

نقل الموتیٰ اصابت المسحاۃ	اور وہاں مدفون اشخاص کو دوسری
قدم سیدنا حمزۃ عم رسول	جگہ منتقل کیا تو جگہ کھودتے ہوئے،
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور علیہ السلام کے چچا سیدنا حمزہ
فسأل منها الدم ۔	رضی اللہ عنہ کے قدم پر کدال لگا جس کی
	وجہ سے زندہ انسان کی طرح خون بہ نکلا

ہاں قرآن کریم کی نص کے پیش نظر شہدا کی حیات دیگر اولیا سے قوی مگر انبیاء سے کم ہوگی اور حیات میں تفاوت و اختلاف معنوی ثمرات کی بنا پر ہی ہوگا، بعض ائمہ امت نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی باقی تمام سے ممتاز ہے حتیٰ کہ اس پر بعض دنیوی احکام بھی جاری ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ چھوڑا وہ اسی حالت میں باقی تھا جو آپ کی ظاہری حیات میں تھا اس میں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے اہل اور خدام پر خرچ کرتے تھے۔

یہ واضح رہے کہ موت، حیات کاملہ و دائمہ کے لیے مانع نہیں بن سکتی۔ امام بیہقیؒ نے حیاتِ انبیاء پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس میں ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔ جن کا اوپر ذکر ہوا اور یہ حدیث صحیح بھی ذکر کی۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم	حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور
یصلون	میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔

اس کی تائید یہ حدیث مسلم بھی کرتی ہے:

مررت بموسیٰ لیلۃ اسری	میں موسیٰ کے پاس معراج کی رات سرخ
بی عند الکثیب الاحمر	ٹیلے کے پاس سے گزرا۔ آپ اپنی قبر میں
وھو قائم یصلی فی قبرہ	نماز ادا کر رہے تھے۔

یہ دعویٰ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے غلط ہے۔ حدیث کا بقیہ حصہ اس کا رد کرتا ہے جس میں ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ان کے بال قدرے گھنگریالے تھے۔ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا وہ عروہ بن مسعود کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ان کی مشابہت میرے ساتھ تھی۔ پھر نماز کا وقت آگیا میں نے تمام کی امامت کروائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء سے بیت المقدس میں ملاقات ہوئی۔ دوسری میں ہے کہ جماعتِ انبیاء کی ملاقات آپ سے آسمانوں پر ہوئی آپ سے انہوں نے گفتگو کی۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا پھر بیت المقدس میں پھر آپ نے آسمانوں پر دیکھا۔ انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر موجود ہونا عقلاً جائز ہے اور حدیث میں بھی اس کا تذکرہ آیا۔ یہ تمام روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال زندہ ہیں۔

حدیث میں رأیتنی کا لفظ ان لوگوں کا رد ہے کہ جو معراج کو جسمانی نہیں مانتے۔ بلکہ اسے خواب قرار دیتے ہیں علاوہ ازیں انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

اور شہداء کی برزخی زندگی نص قرآن سے ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں نے تصریح کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم درجہ شہادت پر فائز ہوئے اس کی تائید آپ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے مرضِ وصال میں فرمایا:

ما زالت اکلة خیبر تعاودنی	خیبر کے مقام پر کھائے ہوئے زہریلے
حتی کان الان قطع ابھری۔	لقمہ کا اثر میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا حتیٰ
	کہ اس وقت وہ میرے جگر کو کاٹ رہا ہے۔

اگرچہ وہ ایسا زہر تھا جو انسان کو فی الفور ہلاک کر دے مگر آپ پر اس نے اس وقت اثر نہ کیا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ وقت وصال اس کا اثر اس لیے ظاہر ہوا تاکہ آپ کو دونوں درجے (درجہ نبوّت اور درجہ شہادت) عطا کئے جائیں۔ اگرچہ شہادت کسی معرکہ میں نہیں ہوئی مگر زہر جو آپ کے وصال کا سبب بنا وہ کافر کا ہی دیا ہوا تھا باقی معرکہ میں قتل صرف احکام دنیوی کے اجراء کے لیے ضروری ہے۔ شہید آخرت مثلاً غریق۔ مبطون وغیرہ کو حیات حاصل ہے یا نہیں؟ اس بارے میں توقف ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک شہداء کی حیات حقیقی ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حیات صرف روح کو حاصل ہوتی ہے دوسرا قول یہ ہے روح وجسم دونوں کے لیے ہے یعنی ان کے اجسام گلتے نہیں۔ ظاہری زندگی کی طرح کچھ علامات باقی رہتی ہیں۔ مثلاً بدن کا تازہ رہنا، خون کا جاری ہونا، اور یہ لوگوں کا مشاہدہ بھی ہے جس طرح سابقہ گفتگو میں گزر چکا اور یہ قول کہ ان کی ارواح کو ان کے اجسام میں لوٹا دیا جاتا ہے اور وہ ان میں قیامت تک رہتی ہیں۔ علماء نے رد کر دیا ہے کیونکہ یہ احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہے۔ احادیث میں روح سے مراد نطق ہے۔ جیسا کہ ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حضور علیہ السلام دائماً زندہ ہیں لیکن اس سے دائمی نطق لازم نہیں آئے گا بلکہ یہ صرف اس وقت ہوگا جب کسی امتی نے صلوۃ وسلام عرض کیا۔ کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام مزارات میں زندہ اور نماز ادا کرتے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ وہ نماز اسی طرح ادا کرتے ہیں جس طرح دنیا میں ادا کرتے تھے، روح اور نطق کے درمیان علاقہ تلازم ہے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ردِ روح کا معنی یہ ہے کہ تدفین کے بعد روح کو لوٹا دیا گیا تاکہ آپ سلام کہنے والوں کا جواب دیں اور پھر وہ آپ کے جسدِ اطہر میں دائماً باقی

ہے یہ نہیں کہ اسے لوٹایا گیا پھر ردِ سلام کے وقت واپس کی پھر لوٹا لیا۔ اس سے تھوڑے سے وقت میں تعدد حیات و وفات لازم آتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اگر اس میں تکرار آتا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہاں نہ نزع ہے اور نہ مشقت، امام سبکیؒ کی رائے یہ ہے کہ ممکن ہے رد سے مراد ردِ معنوی ہو وہ اس طرح کہ آپ کی روح طیبہ اس جہاں سے غیر متوجہ ہو کر بارگاہِ الٰہیہ میں متوجہ ہو جب کوئی صلوٰۃ وسلام عرض کرے تو اس وقت آپ کی روح کو اس عالم کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ صلوٰۃ وسلام تو تمام وقت کو محیط ہے۔ اس لیے کہ امورِ آخرت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں اور احوالِ برزخ احوالِ آخرت کی طرح ہوتے ہیں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ روح سے مراد آپ کی خدمت میں مقرر شدہ فرشتہ ہے۔ شیخ ابن العماد کا قول ہے کہ ممکن ہے روح سے مراد یہاں سرور و خوشی ہو کیونکہ مجازاً اس پر اطلاق ہوتا ہے۔ بعض اسلاف کا کہنا یہ ہے جب یہ بات مسلمہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو آپ پر سلام ان الفاظ سے نہیں کہنا چاہیئے "علیہ السلام" "علیک السلام" کیونکہ ان الفاظ کو اموات کا سلام کہا گیا۔ حالانکہ تمام کتب میں سلام ان ہی الفاظ میں ہے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے علیک السلام یارسول اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کلمات نہ کہہ کیونکہ یہ تو اموات کا سلام ہے۔ امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا علیک السلام یارسول اللہ (تین دفعہ) آپ نے فرمایا: یہ مُردوں کا سلام ہے۔ تم میں سے جب کوئی اپنے مسلم بھائی سے ملے تو یوں کہے السلام علیک ورحمۃ اللہ اس کے بعد آپ نے اس شخص کا جواب دیا۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ (تین دفعہ) لیکن یہ قول صحیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً علیک السلام فرمایا ہے جس سے

واضح ہو رہا ہے کہ یہ سلام صحیح و درست ہے۔ باقی ابتداءً سلام کہنے اور اس کا جواب دینے میں کسی غرض کی خاطر تبدیلی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اموات کو ان کلمات میں سلام فرمایا: السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔ باقی علیکم السلام اموات کا سلام ہے کا یہ معنی ہے کہ یہ عادت جاہلیت تھی یا یہ مردہ دل پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا ہر حال میں السلام علیکم کہنا افضل و بہتر ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا میت۔

واضح رہے کہ صحیح ابن حبان کی یہ روایت حیات انبیاء کے منافی نہیں کہ بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق دیا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عظام (ہڈیاں) تھیں۔ آپ انہیں مصر سے بیت المقدس جاتے ہوئے ساتھ لے گئے یہ اس لیے منافی نہیں کہ یہاں عظام سے تمام بدن مراد ہے یا جسم میں روح کا مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے جو عدم احساس محسوس کیا اس بنا پر عظام کہا اور خاتون کو یہ علم نہ ہو کہ انبیاء کے اجسام دوسروں کی طرح نہیں ہوتے۔ یہ روایت بھی حیات انبیاء کے منافی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اکرم علی ربی من ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث۔	میں اپنے رب کے ہاں اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ مجھے میری قبر میں تین دن کے بعد چھوڑ دیا جائے۔

وہ اس لیے کہ امام بیہقی فرماتے ہیں اگر یہ روایت درست ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء اپنے مزارات میں تین دن تک دیگر مصروفیات میں ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بارگاہِ خداوندی میں نماز ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں آچکا ہے کہ انبیاء قبور میں زندہ اور نماز ادا کرتے ہیں۔ ایک حدیث (جو کہ ثابت نہیں ہے) میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے مزارات میں چالیس دن سے زائد نہیں رہتے لیکن وہ بارگاہِ خداوندی میں نماز ادا

کرتے ہیں قیامت تک۔ یہ خبر اس اثر کے لیے سند ہے جو ابن المسیبؒ سے منقول ہے جب آپ نے لوگوں کو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کوئی نبی چالیس دن سے زائد زمین میں نہیں رہتا۔ اس قول کی کوئی اصل نہیں۔ اسی لیے علماء نے اس کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف اس بات پر اجماع ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور قریب و بعید شخص کا ان کو سلام عرض کرنا سنت ہے۔ خود حضرت ابن المسیبؒ سے منقول ہے جب یزید نے مدینہ شریف کا محاصرہ کر لیا اور اہل مدینہ کو قتل کرنا شروع کیا تو کئی دن تک مسجد نبوی میں نماز ادا نہ کی گئی اور میں مسجد نبوی میں تھا۔

وما کنت اعلم دخول الاوقات	نماز کے اوقات کا مجھے علم نہ ہوتا تھا۔
الا بسماع الاذان والاقامة	مگر آپ کی قبر انور سے اذان و اقامت
من داخل القبر المکرم	کی آواز سن کر محسوس کر لیتا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد عالی بھی ایسی روایات کی تردید کرتا ہے۔

میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نہایت ہی قابل توجہ ہے۔ جب آپ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر لیا تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ ملک شام چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا:

لم افارق دار هجرتی ومجاورة	میں اپنی ہجرت کا مقام اور رسول
رسول الله صلی الله علیه	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس چھوڑ
وسلم۔	کر نہیں جا سکتا۔

ہم نے اس موضوع پر اس لیے تفصیلاً گفتگو کی ہے کیونکہ زائر کے لیے یہ نعمت عظیمہ ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضری کے وقت اس بات کو جانتا ہو کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم زندہ ہیں۔ میری آواز سنتے ہیں۔ میرے توسل اور سوال سے آگاہ ہیں۔ آپ کی سفارش سے رب کریم اپنی رضا اور دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرماتے ہیں۔

اب زائر کے لیے اس فائدہ سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس تحفۂ عظیم سے بڑھ کر کونسا انعام ہو سکتا ہے؟ اب تو آپ کی زیارت کا ارادہ مستحکم کر لینا چاہیے۔ تاکہ ہر قسم کی خیرات و حسنات اور فوائد حاصل کیے جائیں۔ اس مقدس مقام کی برکت سے حصولِ مقصد، قبولیتِ سوال، اصلاحِ احوال، اہلِ کمال کے لباس کامل کے لیے سعی، غلطیوں و کوتاہیوں کے ازالے، اخلاق و صفات میں جو میل کچیل در آئی ہو اس کی طہارت کا بہتر انتظام کر لیا جائے۔

اے اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمارے لیے یہ زیارت ثابت فرما اور رکاوٹیں دور فرما تاکہ ہم بھی زائرین میں شامل ہو جائیں۔ آمین!

اب ہم پانچ ایسے موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جن کا زیارت سے گہرا تعلق ہے:

۱۔ زیارتِ نبوی اور دعا

۲۔ زیارتِ نبوی اور توسّل

۳۔ زیارتِ نبوی اور مناسک

۴۔ زیارتِ نبوی اور شفاعت

۵۔ زیارتِ نبوی اور اجارہ

باب (۱۳)

زیارتِ نبوی اور دعا

علماء امت نے بیان کیا ہے کہ جو شخص زیارتِ نبوی کیلئے حاضری دے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ دعا کے لیے قبر انور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے خیر و فضل کی دعا کرے۔ قبلہ کی طرف رخ لازم نہیں اور اس عمل سے نہ وہ بدعتی بنتا ہے نہ گمراہ اور نہ مشرک۔ علماء نے اس بارے میں جو تصریحات کی ہیں ان میں سرفہرست وہ واقعہ ہے جو امام مالکؒ اور ابو جعفر منصور کے درمیان ہوا۔ ابو جعفر منصور سے آپ نے فرمایا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کر اللہ تعالیٰ نے حضور کے ادب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" اور آواز پست رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا "ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ"، حجروں کے باہر سے پکارنے والے کے بارے میں فرمایا: ان الذین ینادونک" آپ کی عزت و حرمت بعد از وصال بھی وہی ہے جو قبل از وصال تھی ابو جعفر نے آپ سے پوچھا یا اباعبداللہ!

استقبل القبلۃ وادعو	کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا
ام استقبل رسول اللہ صلی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کروں؟

اللہ علیہ وسلم؟

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ولم تصرف وجهك	تو اپنا منہ اس شخصیت سے کیوں
عنه وهو وسيلتك	پھیرتا ہے جو تیرا اور تیرے جد امجد
و وسيلة ابيك آدم	آدم علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں
عليه السلام الى الله	قیامت کے دن وسیلہ ہیں آپ کے
تعالىٰ يوم القيامة بل	طرف رخ کر کے آپ سے شفاعت
استقبله و استشفع به	کا سوال کر اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت
فيشفعه الله قال الله	قبول فرماتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:
تعالىٰ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم	ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جاءوك الآية	جاءوك الآية

اس واقعہ کو قاضی عیاضؒ نے اپنی سند کے ساتھ شفا میں ذکر کیا ہے اور بہت سے علماء نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ابن وہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔

اذا سلم على النبى صلى الله	جب زائر آپ کی خدمت میں سلام
عليه وسلم يقف وجهه	عرض کرے تو اس طرح کھڑا ہو کر کہ
الى القبر لا الى القبلة و	منہ آپ کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی طرف،
يدنو ويسلم ويدعو ولا	قریب ہو جائے، سلام عرض کرے،
يمس القبر بيده [1]	دعا کرے لیکن قبر انور کو مس نہ کرے۔

امام نوویؒ نے اپنی تین تصنیفات ـــــ الاذکار کے باب الزیارت، ایضاح کے باب الزیارہ اور المجموع جلد ۸ صد ۲۷۲ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، ۲۹۶

شارح الشفاء امام خفاجیؒ اسی بات کی تصریح امام سبکیؒ کے حوالے سے یوں کرتے ہیں:

صرح اصحابنا بانه یستحب ان یأتی القبر ویستقبله و یستدبر القبلة ثم یسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم علی الشیخین ثم یرجع الی موقفه الاول ویقف و یدعو [1]	ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ حاضری دیتے وقت قبرانور کی طرف منہ کیا جائے اور قبلہ کی طرف پشت۔ پھر سلام عرض کیا جائے۔ پھر شیخین کی خدمت میں پھر پہلی جگہ لوٹ کر دعا کی جائے۔

شیخ ابن تیمیہ کی رائے

اس موضوع پر علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فاتفقوا فی استقبال القبلة وتنازعوا فی تولیة القبر ظهره وقت الدعا	قبلہ کی طرف منہ کرنے کے جواز میں اتفاق ہے اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ دعا کے وقت قبرانور کی طرف پشت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

ان کی یہ رائے اس بات پر واضح دلالت کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کے سامنے کھڑا ہونے والا شخص اللہ کے حضور دعا کر سکتا ہے اور اس سے اس کا فضل مانگ سکتا ہے۔ اس بات کی تصریح و تائید ائمہ اسلاف نے کی ہے۔ اگر کوئی

---

[1] نسیم الریاض، ۲: ۳۹۸

منصف اور عاقل شیخ کے اس قول (وتنازعوا فی تولیۃ القبر ظھرہ وقت الدعا) میں غور کرے تو اس سے ایسی بات سمجھ جائے گا جس سے دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور اس بات کی اطلاع بھی مل جائے گی کہ جو لوگ آپ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کے بعد وہاں کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں وہ اہلِ توحید اور اہلِ ایمان ہی ہیں۔

چہرہ کس طرف کرنا چاہیئے؟

یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے باقی اختلاف استحباب میں ہے لیکن اس سے کسی کا مشرک اور گمراہ ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

شیخ ابنِ تیمیہ کے کلام کا صحیح مفہوم

شیخ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ان کے ہاں یہ چیزیں حقیقۃً حرام ہیں ایک یہ کہ قبور کے پاس دعا اولیٰ تصور کرنا دوسرا یہ کہ قبور کے پاس دعا کے لیے سفر کرنا تیسرا یہ کہ وہاں دعا کی قبولیت کی امید جو تھا یہ سمجھنا کہ وہاں دعا دوسرے مقامات سے جلدی قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر اتفاقاً قبور سے گزر ہوا وہاں دعا کر دی یا کسی قبر کی زیارت کی، صاحب قبر پر سلام کہا اور وہاں ہی دعا کر دی تو یہ حرام نہیں اور نہ ہی یہ شخص مشرک ہوگا اور نہ ہی بدعتی۔ ابنِ تیمیہ کی یہ عبارات ملاحظہ ہوں:

دعا عند القبور کی دو اقسام ہیں:۔

۱۔ کسی جگہ دعا اتفاقاً ہو گئی حالانکہ ارادہ نہ تھا مثلاً راستے میں قبور تھیں وہاں دعا کر دی یا کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کی اسے سلام دیا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے اور دیگر اموات کے لیے دعا کر دی جیسے کہ احادیث میں آیا ہے۔

یہ اور اس کی مثل دیگر صورتوں میں کوئی حرج نہیں ۔

۲۔ اگر یہ ارادہ ہو کہ قبور کے پاس دعا دوسرے مقامات سے زیادہ مقبولیت رکھتی ہے تو یہ منع ہے ۔ حرام یا مکروہ تنزیہی ۔ ہاں تحریم کے زیادہ قریب ہے اور دونوں صورتوں میں فرق واضح ہے ۔

اگر کوئی بت، صلیب کے پاس یا گرجے میں اس لیے دعا کرتا ہے کہ اس جگہ قبولیت دعا ہوتی ہے تو یہ کبائر میں سے ہے بلکہ اگر کسی نے کسی گھر، دکان، راستے کے نشان کے پاس قبولیت کی خاطر دعا کی تو یہ منکرات محرمہ میں سے ہے ۔ یہاں دعا میں کوئی فضیلت نہیں ۔ پس قبور کے پاس دعا کا مقصد اسی قبیل سے ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر ہے ۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ، میلہ اور ان کے پاس نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ بخلاف ان میں سے بہت سے مقامات کے ۔[1]

پھر آگے چل کر لکھا کہ قبور کے پاس اس امید پر دعا کہ وہاں دیگر مقامات کے لحاظ سے زیادہ دعا قبول ہوتی ہے یہ ایک ایسا امر ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے مشروع نہیں فرمایا ۔

نہ صحابہ میں سے کسی نے یہ عمل کیا نہ تابعین نے نہ ائمہ مسلمین نے اور نہ ہی متقدمین صالحین میں سے کسی نے اس کا ذکر کیا ہے ۔[2]

پھر آگے لکھا جس نے کتب آثار کا مطالعہ کیا ہے ۔ اسلاف کے احوال سے آگاہ ہے وہ اس بات پر قطعی یقین رکھے گا کہ کسی قوم نے قبور سے مدد نہیں مانگی نہ وہاں

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، ۳۳۶

[2] اقتضاء الصراط المستقیم، ۳۳۸

دعا کے لیے کوشش کی بلکہ جو جہال یہ کام کرتے انہیں منع کرتے تھے [1]

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی رائے

یہاں محمد بن عبدالوہاب کی قبر کے پاس دعا کے بارے میں رائے کا ذکر ضروری ہے ان کے نزدیک دعا عند القبر بدعت نہیں۔

ان سے یہ سوال ہوا کہ ائمہ امت نے باب استسقاء میں تصریح کی ہے لا بأس بالتوسل بالصالحین (صالحین کے ساتھ توسل میں کوئی حرج نہیں) اسی طرح احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔ یتوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کیا جائے) حالانکہ یہی ائمہ کہتے ہیں لا یستغاث بمخلوق مخلوق سے مدد نہ لی جائے) ان میں تطبیق کیسے ہوگی ۔؟

تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے توسل بالصالحین کو جائز کہا ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توسل کے لیے مخصوص کیا ہے ہاں اکثر علماء اسے مکروہ جانتے ہوئے اس سے منع کرتے ہیں۔ یہ مسائل فقہ میں سے ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں درست وہی ہے جو جمہور کا قول ہے کہ مکروہ ہے۔ چونکہ یہ مسائل اجتہادیہ میں سے ہے اس لیے ہم ایسے عمل کرنے والے پر طعن نہیں کر سکتے۔ ہمارا طعن ان لوگوں پر ہے جو مخلوق کو بڑا سمجھتے ہوئے اس سے وہ مانگیں جو اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے۔ قبر کے پاس تضرع سے کام لے مثلاً شیخ عبدالقادر وغیرہ کی قبر کے پاس یہ طلب کرتا ہے کہ میری مشکلات آسان کر دو۔ فلاں فلاں نعمت مجھے دے دو۔ پریشانی دور کر دو۔

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، ۳۲۹

فاين هذا ممن يدعو الله مخلصاله الدين لا يدعو مع الله احدًا ولكن يقول في دعائه اسألك بنبيك او بالمرسلين او بعبادك الصالحين او بقصد قبر معروف او غيره يدعوعنده لكن لا يدعو الا الله مخلصاله الدين فاين هذا مما نحن فيه [1]

یہ شخص مشرکین میں سے کیسے ہوسکتا ہے؟ جو مخلص ہوکر اللہ کو پکارتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا صرف یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی، مرسلین اور تیرے صالحین بندوں کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں یا کسی قبر کے پاس دعا کرتا ہے مگر پکارتا اللہ ہی کو ہے لہٰذا ایسا شخص ہماری بحث سے خارج ہے۔

علماءِ ہند کا فتویٰ

یہاں ہم علماءِ ہند کے ایک فتویٰ کا ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ زیارت کے بعد حالت دعا میں چہرہ قبر انور کی طرف کیا جائے۔

سوال: کیا مسجد نبوی میں دعا کرنے والا قبر انور کی طرف رخ کر کے حضور کے وسیلہ سے دعا کر سکتا ہے۔

جواب: ملا علی قاریؒ نے "المسلک والمتقسط" میں لکھا ہے کہ اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ بعض علماء احناف مثلاً ابو اللیثؒ اور ان کے متبعین کرمانیؒ، سروجیؒ کی رائے

---

[1] فتاویٰ الشیخ محمد بن عبدالوہاب جلد ۳، ۶۸ مطبوعہ جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

ہے کہ زائر چہرہ قبلہ کی طرف کرے۔ اسی طرح حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہ سے بھی روایت کیا ہے پھر امام ابن الھمامؒ سے نقل کیا کہ ابواللیث سے جو قول منقول ہے (کہ چہرہ قبلہ کی طرف کیا جائے) وہ مردود ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

من السنة ان تاتی قبر	سنت یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں
رسول اللہ فیستقبل القبر	آپ کی طرف رخ کر کے حاضری
بوجھہ ثم تقول السلام	دی جائے اور سلام عرض کیا جائے۔
علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ	السلام علیکم ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پھر اس کی تائید اس روایت سے کی ہے۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے نقل کیا کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا:

قدم ایوب السختیانی وانا	میں مدینہ منورہ تھا کہ حضرت ایوب
بالمدینہ نقلت لانظرن	سختیانی حاضری کے لیے آئے۔ میں
مایصنع ؛ فجعل ظھرہ مما	نے دل میں سوچا دیکھوں یہ کس طرح
یلی القبلہ ووجھہ مما یلی	حاضری دیتے ہیں۔ انہوں نے پشت
وجہ رسول اللہ صلی اللہ	قبلہ کی طرف اور چہرہ آپ کی طرف
علیہ وسلم وبکی غیر	کر کے سلام عرض کیا اور بے تکلف
متباک فقام مقام فقیہ۔	خوب روئے

پھر ملا علی قاریؒ نے یہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں تنبیہ ہے کہ امام کے ہاں پہلے تردد تھا لیکن اب ان کے ہاں مختار یہ ہوا کہ چہرہ آپ کی طرف ہی کیا جائے۔

پھر کہا کہ ان دونوں اقوال میں تطبیق ممکن ہے پس اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں معمولات جائز ہیں مگر مختار یہی ہے کہ زیارت کے وقت منہ آپ کی طرف کیا جائے اسی پر ہمارا فتویٰ ہے۔ یہی ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے۔ یہی حکم دعا کا ہے جس طرح امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مولانا گنگوہی نے اپنے رسالے زبدۃ المناسک میں اسی بات کی تصریح کی ہے۔ اس فتویٰ پر بہت سے علماء ہندوستان کے دستخط ہیں۔ اس پر علماء حرمین، جامعہ ازہر، شام کے علماء کی تائید بھی موجود ہے۔ علما کے نام سابقہ صفحات پر گزر چکے ہیں۔

سیّدہ عائشہ اور قبرِ انور سے توسّل

امام حافظ الدارمیؒ نے اپنی کتاب کے "باب ما اکرم اللہ تعالیٰ بنبیہ بعد موتہ" کے تحت حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ شہر مدینہ میں شدید قحط ہوا اہلِ مدینہ اکٹھے ہو کر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

آپ نے فرمایا:

انظروا قبر النبی صلی اللہ	قبر انور کے پاس جاؤ اور آپ کے
علیہ وسلم فاجعلوا منہ	حجرہ انور کی چھت میں سوراخ کرو
کوا الی السماء حتّٰی لا یکون	حتّٰی کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے
بینہ وبین السماء سقف	درمیان چھت کا حجاب نہ رہے۔

اہلِ مدینہ نے آپ کے حکم کے مطابق چھت میں سوراخ کیا۔ پھر کیا تھا،

فمطرنا مطراً حتّٰی نبت	پس ہم پر اتنی بارش ہوئی کہ گھاس
العشب و سمنت الابل	اُگ آئی۔ اونٹ اتنے موٹے تازے

وتفتقت من الشحم فسمی عام الفتق [1]

ہو گئے کہ چربی چڑھنے لگی۔ اس سال کا نام عام الفتق (تر و تازگی کا سال) رکھا گیا۔

یہ قبرِ انور کے ساتھ توسّل ہے لیکن بحیثیت قبر نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ اس سے اشرف المخلوق، رب العالمین کے حبیب کا جسد اطہر مس کر رہا ہے اس اتصالِ عظیم کی وجہ سے اس جگہ کو شرف نصیب ہوا اور یہ اس منقبتِ مبارکہ کی مستحق ٹھہری۔

رواۃ حدیث پر گفتگو

اس کے ایک راوی ابو النعمان ہیں ان کا اسمِ گرامی محمد بن الفضل لقب عارم ہے۔ یہ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے التقریب میں ان کے بارے میں کہا کہ یہ نہایت ہی ثقہ ہیں اور عمر کے آخری حصّہ میں تغیر آگیا تھا۔

مصنف لکھتے ہیں کہ یہ بات ان سے روایت کرنے میں نقصان دہ نہیں اور نہ ہی یہ ان سے روایت پر طعن ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان سے سو سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔ اور اختلاط کے بعد ان سے حدیث روایت نہیں کی۔ ——— ابنِ حبانؒ نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ ان کی احادیث منکر ہیں۔ شیخ ذہبیؒ نے اس بات کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ابن حبان کوئی ایسی حدیث ذکر کرتے جو منکر تھی لیکن ایسا نہ کر سکے تو لہٰذا یہ زعم درست

---

[1] سنن دارمی ۱: ۴۳

نہیں۔[1]

دوسرے راوی سعید بن زید اور تیسرے عمرو بن مالک النکری ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے التقریب میں کہا کہ یہ دونوں صدوق ہیں اور ان کے لیے اوہام ہیں۔ علماءِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ جب کسی پر ان الفاظ "صدوق یھم" سے تبصرہ کیا جاتا ہے تو اس سے اس راوی کی توثیق مراد ہوتی ہے۔ یعنی یہ الفاظ تضعیف میں سے نہیں ہے[2]

چوتھے راوی ابوالجوزاء جن کا نام اوس بن عبداللہ الربعی ہے۔ یہ ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔ اس حدیث کی سند پر کوئی طعن نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث جید ہے۔ علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ اس کی مثل احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بلکہ اس سے کم درجہ کے رواۃ کے ساتھ بھی استشہاد کیا ہے۔

قبر انور اور سیّدہ عائشہؓ کا موقف

بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ روایت سیّدہ عائشہ کا عمل ہے اور آپ صحابیہ ہیں اور صحابہ کا عمل حجت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ سیدہ عائشہ کا عمل ہے۔ لیکن آپ کا علمی مقام مسلّم ہے۔ اور پھر آپ نے یہ عمل شہر مدینہ میں صحابہ کے سامنے کیا ہے اور ہم اس واقعہ سے صرف اتنی بات اخذ کرنا چاہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد بھی اپنی امّت پر

---

[1] میزان الاعتدال، ۴ : ۸

[2] تدریب الراوی،

اسی طرح رحیم و شفیع ہیں جس طرح قبل از وصال تھے۔ جو شخص آپ کی زیارت کرے گا اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرے گا آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے جس طرح کہ سیدہؓ نے عمل کیا۔ اس میں کسی قسم کا شرک نہیں اور نہ ہی وسیلہ شرک ہے۔ جیسا کہ تکفیر اور مراہی کے فتوے لگانے والوں نے شور مچا رکھا ہے کیونکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور وہاں موجود صحابہ اور دیگر مسلمان شرک سے جاہل نہیں

اس واقعہ نے ان لوگوں کا باطل موقف نیست و نابود کر کے ثابت کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال بھی امت کے معاملات پر نہایت ہی رحمت و شفقت فرماتے ہیں :

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے :

کنت ادخل بیتی الذی	میں اپنے اس حجرے میں جس میں آپ
فیہ رسول اللہ صلی اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اس حال
علیہ وسلم واضع ثیابی	میں جایا کرتی کہ میرا چہرہ ننگا ہوتا۔ میں
واقول انما ھو زوجی و ابی	سوچتی تھی کہ میرے خاوند اور میرے
فلما دفن عمر معھما فواللہ	والد ہیں۔ جب عمر فاروق وہاں دفن
ما دخلت الا و انا مشدودۃ	ہوئے تو حیا کی وجہ سے اللہ کی قسم میں
حیاء من عمر [1]	کبھی بغیر پردہ کے وہاں نہیں گئی۔

حافظ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام رواۃ صحیح ہیں [2]

امام حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کر کے کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے

---

[1] مسند احمد [2] مجمع الزوائد ۸ : ۲۶

اور حافظ ذہبی نے حاشیہ میں اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ عمل ایسے نہیں کیا بلکہ آپ یہ عقیدہ رکھتی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین، حاضری دینے والوں سے آگاہ رہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا:

فلعلك تمر بقبری و مسجدی۔ اب تو میری قبر اور مسجد میں ہی آئیگا۔

اسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا۔ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ البتہ ان میں سے یزید کا سماع حضرت معاذ سے ثابت نہیں ہے[2]

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ حضرت معاذ آپ کی قبر انور پر روتے ہوئے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا۔ زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو نقل کیا ہے۔

خرج عمر الی المسجد فوجد	حضرت عمر مسجد کی طرف نکلے تو آپ نے
معاذ بن جبل عند قبر	حضرت معاذ کو قبر انور کے پاس روتے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہوئے پایا آپ نے پوچھا معاذ کیوں
یبکی قال ما یبکك ؟	رو رہے ہو؟

حضرت معاذؓ کہنے لگے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہوا ہے:

الیسیر من الریاء مشرک	ریا تھوڑی سی بھی شرک ہے

امام حاکمؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں کوئی علت نہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے یہی بات کہی ہے[3]

---

[1] المستدرک، ۴: ۷ [2] المستدرک، ۱: ۴

[3] مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۵۵

امام منذری فرماتے ہیں کہ اسے ابن ماجہ، بیہقیؒ اور حاکمؒ نے روایت کرتے ہوئے کہا یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں۔ امام منذریؒ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے[1]

دورِ فاروقیؓ میں قبرِ انور سے توسّل

حافظ ابوبکر البیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کیا کہ دورِ فاروقی میں قحط پڑ گیا۔ لوگ بہت ہی پریشان ہو گئے۔ ایک آدمی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

استسق اللہ لامتک فانھم قد ھلکوا۔	آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا:

ائت عمر فاقرئہ منی السلام واخبرہم انھم سقون وقل لہ علیک بالکیس الکیس۔	عمر کے پاس جاؤ انہیں میرا سلام کہو اور میری طرف سے کہو کہ دانائی اور فراست سے کام لو اور لوگوں کو اطلاع کر دو کہ بارش ہو گی۔

وہ شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا اس پر سیدنا عمرؓ نے رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی:

یارب ما آلوا الا ما عجزت عنہ	اے میرے رب میں ہرگز سستی نہیں کرتا مگر جس سے عاجز آجاؤں۔

---

[1] الترغیب والترھیب، ۱: ۳۲۲

حافظ ابنِ کثیر کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔[1]

محدث ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ سیدنا عمرؓ کے خازن مالک الدارمی سے روایت کیا ہے کہ دورِ فاروقی میں قحط کی وجہ سے لوگ سخت پریشان ہوگئے۔ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمادیں کیونکہ وہ ہلاک ہورہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خواب میں ملے اور فرمایا۔ عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

شیخ سیف نے الفتوح میں اس شخص کا نام لکھا ہے جسے آپ خواب میں ملے۔ وہ صحابی رسول بلال بن الحارث المزنیؓ تھے۔ ابنِ حجر کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے[2]

ائمہ حدیث نے اس واقعہ کو روایت کیا اور ان کے بعد کسی نے اس چیز کو نہ کفر اور گمراہی کہا اور نہ ہی اس حدیث کے متن پر کسی نے کوئی طعن کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ حدیث ذکر کی اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا اور حافظ ابنِ حجر کی شخصیت علم و فضل اور حفاظِ حدیث میں مقام کے لحاظ سے محتاجِ تعارف نہیں۔

---

[1] البدایہ، ۱: ۹۱

[2] فتح الباری، ۲: ۱۵۴

باب (۱۴)

زیارتِ نبوی اور توسّل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اعظم قربات اور ایسی طاعات میں سے ہے جس سے زائر کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء اور اولیاء کے ساتھ توسل جائز بلکہ مستحب ہے۔ حصنِ حصین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے وقت ان برگزیدہ لوگوں کے مقام اور عزّت و حرمت کا واسطہ آدابِ دعا میں سے ہے۔ اس موضوع پر علماءِ اہلِ سنّت نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور بڑی شرح و بسط کے ساتھ دلائل فراہم کیے ہیں۔ ان دلائل میں سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین امنوا اتقوا	اے اہلِ ایمان اللہ سے ڈرو اور اس
اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ	کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کے
وجاھدوا فی سبیلہ	راستے میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔
لعلکم تفلحون۔	

بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اس کے ہاں مقرب ہو خواہ وہ اعمال ہوں یا صاحبِ وجاہت و مقام اشخاص کیونکہ آیت میں مطلق وسیلہ کا ذکر ہے۔ اس میں توسّل کو اعمال کے ساتھ مخصوص کرنا سخت زیادتی ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے اور یہ تخصیص کیسے درست ہو حالانکہ ذواتِ فاضلہ اپنے سے صادر ہونے والے اعمال سے افضل ہوتیں ہیں۔ آیت کریمہ میں ایک اور دلیل بھی اس تخصیص سے مانع ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور تقویٰ اچھے اعمال کا بجالانا اور برے اعمال سے بچنے کا نام ہے۔ اگر توسل سے مراد بھی اعمالِ صالحہ ہی ہوں تو آیت میں

تاکید ہوگی اور یہ ضابطہ ہے کہ تاسیس کو تاکید پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا توسل سے مراد مطلق ذریعہ مراد لینا ہی بہتر ہے۔

حدیثِ توسّلِ آدم علیہ السلام

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا۔ امام حاکمؒ نے مستدرک میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمؑ سے لغزش ہوئی تو آپ نے بارگاہِ ایزدی میں گذارش کرتے ہوئے کہا:

یارب اسألک بحق محمد لما غفرت لی۔	اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتا ہوں مجھے معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا:

یا آدم کیف عرفت محمدًا ولم اخلقه؟	اے آدم تو نے محمدؐ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے عالم دنیا میں پیدا ہی نہیں کیا؟

آپ نے عرض کیا:

یارب لانک لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبًا لا الٰه الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق	اے میرے رب جب تو نے مجھے اپنے دستِ اقدس سے پیدا فرمایا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کے چار کناروں پر یہ لکھا ہوا پایا لَا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس مجھے یقین ہوگیا کہ

الیک۔ کہ اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اس نام کو متصل فرمایا ہے جو اسے تمام مخلوق میں زیادہ محبوب ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صدقت یا آدم انہ لاحب الخلق الی ادعنی بحقہ قد غفرت لک ولولاہ محمد ما خلقتک۔

اے آدم تو نے سچ کہا واقعتہً وہ مجھے تمام مخلوق سے محبوب ہیں۔ آپ ان کے واسطہ سے دعا کریں میں معاف کر دوں گا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

امام حاکم لکھتے ہیں:

ھذا الحدیث صحیح الاسناد اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اسے امام بیہقیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ جن مقتدر علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے ان میں سے حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد ۱ صہ ۱۸۰، حافظ الہیثمیؒ نے مجمع الزوائد جلد ۸ صہ ۲۵۳ پر لکھا ہے کہ اسے امام طبرانیؒ نے اوسط میں روایت کر کے کہا کہ اس کا ایک راوی ہے جسے میں نہیں جانتا، امام سبکیؒ نے اسے شفاء السقام میں صحیح قرار دیا۔ محدث سراج البلقینی اور حافظ سیوطی نے خصائص میں، قسطلانی اور زرقانی نے شرح المواھب جلد ۱ صہ ۶۲ میں نقل کیا ہے۔

اس موضوع پر دیگر روایات

ابن تیمیہ نے اس موضوع پر دو احادیث ذکر کر کے ان سے استشہاد کیا ہے۔

امام ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ

متی کنت نبیاً؟ آپ کب سے نبی ہیں؟

آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں سات بنایا ، عرش پیدا کیا تو عرش کے کنارے پر لکھا :

محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء — محمد، اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی جس میں اس نے آدم و حوا کو ٹھہرایا ، اس کے ابواب ، اوراق ، خیموں اور محلات پر میرا نام لکھا اس وقت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔

فلما احیاہ اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فرائی اسمی فاخبرہ اللہ انہ سید ولدک فلما غرھا الشیطان تاباوا استشفعا باسمی الیہ۔ — جب آدم کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور انہوں نے عرش کی طرف دیکھا تو میرا نام لکھا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اطلاع دی کہ یہ ہستی تیری اولاد کی سربراہ ہے۔ جب شیطان نے ان کے ساتھ دھوکا کیا تو انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کا واسطہ دیا۔

دوسری روایت امام ابونعیمؒ نے دلائل النبوۃ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کی کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گئی تو انہوں نے سر اٹھا کر رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی :

یارب بحق محمد الاغفرت لی — اے میرے رب مجھے محمد کے واسطے سے معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی :

ما محمد ؟ ومن محمد؟ — ان کی کیا شان ہے اور محمد کون ہے ؟

عرض کیا :

یارب انک لما اتممت خلقی — اے میرے رب جب تو نے میری

رفعت رأسی انه اکرم	خلقت مکمل فرمائی میں نے سر اٹھایا تو میں
خلقکَ علیک اذ قرنت	نے محسوس کیا کہ وہ ہستی تجھے تمام مخلوق
اسمه مع اسمکَ	میں زیادہ محبوب و معزز ہے کیونکہ تو

نے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ متصل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نعم قد غفرت لک وهو	ہاں میں نے تجھے معاف کیا اور وہ
آخر الانبیاء من ذریتکَ	تیری اولاد میں سے انبیاء کے آخر میں
ولولاه ماخلقتکَ [1]	تشریف لائیں گے اگر وہ نہ ہوتے
	تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

یہ احادیث سابقہ واقعہ کی تائید کر رہی ہیں۔ گویا یہ دونوں احادیث صحیحہ کی تفسیر ہیں۔

الغرض اس حدیث کو ایسے ایسے علماء نے صحیح قرار دیتے ہوئے نقل کیا ہے جو ائمہ اور حفاظِ حدیث ہیں اور ان کا یہ مرتبہ و مقام کسی بھی صاحبِ علم سے مخفی نہیں اور وہ تمام کے تمام حدیثِ نبوی کے امین ہیں ان میں امام حاکمؒ، حافظ سیوطیؒ، امام سبکیؒ، بلقینیؒ اور امام بیہقی ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اسے اس کتاب میں درج کیا جس کے بارے میں ان کے ہاں شرط ہے کہ اس میں کوئی روایت موضوع نہیں، ابن کثیرؒ نے بدایہ میں نقل کیا اور ابنِ تیمیہ نے فتاویٰ میں اس سے استشہاد کیا۔

حدیثِ توسّلِ آدم اور اہم فوائد

مذکورہ حدیث سے حاصل شدہ بعض اہم فوائد کا ذکر ضروری ہے۔

---

[1] فتاویٰ ابنِ تیمیہ، ۲: ۱۵۰

۱۔ عالم دنیا میں تشریف آوری سے قبل بھی آپ سے توسّل جائز تھا۔
۲۔ توسّل کے لیے شرط ہے کہ (متوسل بہ) جس کے ساتھ توسّل کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحبِ مقام ہو۔
۳۔ متوسل بہ کا دار دنیا میں ہونا شرط نہیں۔
۴۔ اس قول باطل کی حقیقت بھی واضح ہوگی کہ توسّل صرف اسی شخص سے کیا جا سکتا ہے جو دنیا میں زندہ ہو۔ یہ قول خواہش نفس کی اتباع تو ہو سکتا ہے مگر اسے اللہ کی طرف سے ہدایت تصور نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کے ساتھ توسّلِ یہود

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

جب اہل کتاب کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو ان پر نازل شدہ کی تصدیق کرنے والی ہے اور وہ اس سے پہلے کفار کے خلاف فتح طلب کرتے تھے جب آپ ان کے پاس آگئے تو انہوں نے آپ کو پہچان لیا مگر کفر کر دیا۔ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہود کی قبیلہ غطفان والوں کے ساتھ لڑائی ہوئی جس میں انہیں شکست ہوئی، لہٰذا یہود نے اللہ کے حضور یہ دعا کی ——

انا نسألك بحق النبی الامی	اے اللہ ہم تجھ سے اس نبی اُمّی کے
الذی وعدتنا ان تخرجه	وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جس کو تو آخر
لنا فی آخر الزمان ان تنصرنا	زماں میں مبعوث فرمائے گا۔ ہمیں ان
علیهم ۔	پر غالب فرما۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد غطفان کو یہود نے شکست دیدی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو یہود نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہ آپ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے اب انکار کر رہے ہیں اللہ کی کافروں پر لعنت [1]

توسّل بالنبی قبل از وصال

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بینائی ختم ہونے کا ذکر کیا اور کہا کہ میں بڑا ہی پریشان ہوں میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وضو کر، دو رکعت نماز ادا کر اور اس کے بعد اللہ کے حضور یہ دعا کر!

اللهم انی اسألك و اتوجه	اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور
الیك بنبیك محمد صلی الله	میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد نبیِ
علیه وسلم نبی الرحمة	رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں۔ اے
یا محمد انی اتوجه بك الی	محمد! میں آپ کے رب کی بارگاہ میں
ربك فیجلی لی من بصری	آپ کے وسیلہ سے حاضر ہوں وہ

---

[1] القرطبی، ۲ : ۲۶

اللھم شفعه فی و شفعنی فی نفسی۔	میری آنکھیں روشن فرماوے۔ اے میرے رب میرے بارے میں ان کی شفاعت اور میری درخواست قبول فرما۔

حضرت عثمان بیان کرتے ہیں:

فواللہ ما تفرقنا ولا طال بنا الحدیث حتی دخل الرجل وکان لم یکن به ضر	اللہ کی قسم ابھی مجلس برخاست نہیں ہوئی تھی بلکہ طویل گفتگو ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ شخص داخل ہوا اور اس کی آنکھوں میں کوئی تکلیف نہ تھی۔

امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ دونوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے[1]

امام ترمذیؒ نے اسے ابواب الدعوات میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابوجعفر (غیر المظمی) کے حوالے سے جانتے ہیں۔

امام منذریؒ فرماتے ہیں کہ اسے امام نسائی۔ ابنِ ماجہؒ اور ابنِ خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے[2]

توسّل بعد از وصال

یہ توسّل فقط آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بعد از وصال بھی جائز ہے۔ کیونکہ بعض صحابہؓ نے یہی الفاظ آپ کے وصال کے بعد توسل کے لیے استعمال کیے۔

امام طبرانی نے درج ذیل حدیث اور یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت

---

[1] المستدرک ۱: ۵۱۹ [2] الترغیب ۱: ۴۳۸

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کی خلافت کے دور میں اپنے کسی معاملے کے بارے میں کئی دفعہ آیا مگر آپ نے اس کے کام اور ضرورت کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ شخص عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اپنا ماجرا بیان کیا اور کہا حضرت عثمانؓ توجہ نہیں دے رہے۔ عثمان ابن حنیفؓ نے انہیں کہا۔ وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کر۔ اس کے بعد ان کلمات سے دعا کر!

اللھم انی اسألک و اتوجہ	اے اللہ میں تیری بارگاہ میں عرض کرتا
الیک بنبیک محمد صلی اللہ	ہوں اور تیری بارگاہ کی طرف تیرے
علیہ وسلم نبی الرحمۃ	نبی محمدؐ نبیٔ رحمت کے وسیلہ سے متوجہ
یا محمد انی اتوجہ بک	ہوں۔ اے محمدؐ میں آپ کے رب
الی ربک فیقضی حاجتی	کی بارگاہ میں آپ کے وسیلہ سے

متوجہ ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرمائے۔

اس شخص نے یہ وظیفہ کیا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی پہنچا ہی تھا کہ دربان آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے پاس لے گیا آپ نے اسے چٹائی پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا: تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے ذکر کی، آپ نے اس کو حل فرما دیا اور فرمایا تو نے اپنی حاجت ذکر کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ آئندہ جو بھی ضرورت ہو فی الفور میرے پاس چلے آیا کرو۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ شخص عثمان بن حنیفؓ کے پاس گیا اور یہ کہتے ہوئے شکریہ ادا کرنے لگا کہ آپ نے بڑی شفقت فرمائی حضرت عثمانؓ کے پاس میری حاجت کے بارے میں آپ نے سفارش کی۔ عثمان بن حنیفؓ کہنے لگے اللہ کی قسم میں نے اس معاملے میں ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، میں آپ کو اصل بات بتلا دیتا ہوں کہ میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اس نے اپنی عدمِ بینائی کی شکایت

کی۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ میں صبر کرو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری رہ نمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ اس لیے نہایت ہی پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا: وضو کر دو رکعت نماز ادا کر اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ شخص ہمارے پاس آیا مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ نابینا تھا ہی نہیں۔

امام منذریؒ فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

اس حدیث کے بارے میں ابن تیمیہ نے ابو عبداللہ مقدسی کے حوالے سے لکھا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

آپ نے دیکھا اس واقعہ کو حافظ طبرانیؒ، حافظ ابو عبداللہ المقدسیؒ نے صحیح قرار دیا اور یہ تصحیح حافظ منذریؒ، حافظ نور الدین الہیثمی اور ابن تیمیہ نے نقل کی۔

حاصل واقعہ یہ ہے کہ عثمان بن حنیفؓ نے اس شخص کی حاجت برآری کے لیے ایسی دعا کی تعلیم دی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل اور بعد از وصال آپ سے طلب مدد کے لیے ندا موجود ہے اور جب اس شخص کو غلط فہمی ہوئی کہ شاید انہوں نے خلیفۂ وقت کے سامنے میری سفارش کی ہے جس کی وجہ سے میرا کام ہوا ہے تو انہوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ تیرا کام توسّل بالنبی اور استغاثہ بالنبی کے سبب ہوا ہے اور اسے پختہ کرنے کے لیے اس پر قسم اٹھا دی کہ میں نے اس بارے میں خلیفۂ وقت سے ہرگز گفتگو نہیں کی۔

نبی اکرم، دیگر انبیاء اور صالحین کے حق سے توسّل

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے

بارے میں منقول ہے کہ جب وہ فوت ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لحد اپنے ہاتھوں سے کھودی، مٹی بھی اپنے دستِ اقدس سے نکالی جب آپ فارغ ہو گئے۔ تو اس میں یہ دعا کرتے ہوئے خود لیٹ گئے۔

اللّٰہ الّذی یحیی ویمیت	اللہ کی ذات زندہ کرتی ہے وہی موت
وھوحی لا یموت اغفرلامی	دیتی ہے اور خود حی لایموت ہے۔
فاطمہ بنت اسد ولقنھا	اے اللہ میری والدہ فاطمہ بنت اسد
حجتھا ووسع علیھا مدخلھا	کو معاف فرما اسے ثابت قدم فرما۔
بحق نبیک والانبیاء الذین	اس پر اس کی قبر کشادہ فرما۔ اپنے نبی
من قبلی فانّک ارحم الراحمین	کے حق اور مجھ سے قبل انبیاء کے حق

کے واسطے سے۔ بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

اس کے بعد آپ نے نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور ان کو آپ نے قبر میں اتارا آپ کے ساتھ سیّدنا عباس اور سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنھما تھے۔ اسے امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر اور اوسط میں روایت کیا اس کی سند میں ایک راوی روح بن صلاح ہے۔ ابن حبانؒ نے اس کی توثیق کی ہے اور حاکم کہتے ہیں اس میں ضعف ہے اس کے باقی تمام رجال صحیح کے رواۃ ہیں [1]

مصنف کہتے ہیں اس حدیث کو ابنِ حبان طبرانی اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص گھر سے نماز کے لیے نکلے تو یہ دعا کرے۔

اللھم انی اسألک بحق السائلین	اے اللہ میں تجھ سے سائلین اور اپنے

---

[1] مجمع الزوائد، ۹: ۲۵۷

علیك وبحق ممشای هذا فانی	چلنے کے اس حق کا صدقہ سوال کرتا ہوں
لم اخرج اشرا ولا بطراً ولا	جو تو نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔
رياء ولا سمعة وخرجت	میں شر، تکبر، ریاء، شہرت کی خاطر
اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك	نہیں نکلا ہاں تیری ناراضگی سے ڈرتے
فاسألك ان تعيذني من	ہوئے اور تیری رضا کے حصول
النار وتغفرلی ذنوبی انه	کے لیے نکلا ہوں، میں تجھ سے سوال
لا يغفر الذنوب الا انت۔	کرتا ہوں مجھے دوزخ کی آگ سے

پناہ عطا فرما اور میرے گناہ معاف فرما دے، تیرے سوا کوئی گناہ معاف فرمانے والا نہیں۔

جو شخص یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور اس کی بخشش کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں[1]۔ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن السنیؒ اور ابونعیم نے روایت کیا۔ حافظ عراقی اور ابن حجر نے اسے حسن کہا[2]۔

اس دعا میں آپ کے یہ الفاظ "بحق السائلین" زندہ اور اموات دونوں کو شامل ہے لہٰذا ان دونوں سے توسّل جائز ہے۔

شہرِ نبی میں ختمِ قرآن کی برکات

علماءِ امّت نے تصریح کی ہے کہ زائر کو چاہیئے کہ وطن واپسی سے قبل شہرِ نبیؐ میں ایک دفعہ پورے قرآن کریم کی تلاوت کرے۔ اسلاف کا یہ پسندیدہ عمل تھا۔

---

[1] الترغیب والترہیب، ۱: ۱۷۹

[2] احیاء علوم الدین، ۱: ۲۲۳

مکہ شریف کے بارے میں بھی ایسی ہی بات کی تصریح ہے۔ حکمت یہ ہے کہ یہ دونوں شہر نزولِ قرآن کا محل ہیں۔ جب قاری ان دونوں مقامات یا ایک پر قرآن کی تلاوت کرے گا تو اس کا ذہن انزالِ قرآن کی نعمت اور اس شخصیتِ مبارکہ کے کمال کی طرف منتقل ہوگا جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے اور یہ بات قاری میں خشوع وخضوع اکرام و خشیت پیدا کرے گی اور اس کے لیے قرآن میں تدبّر وتفکّر کی راہیں کھلیں گی اور اس نعمت پر شکر وحمد کے جذبات پیدا ہوں گے جس کے مقابلے کی کوئی نعمت اور احسان نہیں۔ اگر ذہن پاک اور بصیرت زندہ ہو تو بعض اوقات وہ ایسے معارف کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح انسان ایسے لطائف واسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے جن کی طرف کبھی متوجہ ہی نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے ایسا موقع نصیب فرمائے۔ آمین!

شیخ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو مخلد کی زیارت کی انہوں نے فرمایا کہ اسلاف یہ بات پسند کرتے کہ جو کوئی ان تین مساجد کی زیارت کرے، وہاں قرآن حکیم ختم کرے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے [1]

مدینہ منورہ میں ختمِ قرآن کی مناسبت یہ بھی ہے کہ یہ شہر قرآن کی وجہ سے فتح ہوا ہے نہ کہ تلوار سے۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں کہ ابن ابی خیثمہ نے تاریخ کبیر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے مگر شہر مدینہ ایمان سے۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

كل البلاد افتتحت — تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے مگر شہر

---

[1] الجوہر النظم، ۷۹

بالسیف والرمح وافتتحت المدینۃ بالقرآن۔ مدینہ قرآن سے فتح ہوا۔

امام بزار نے یہی روایت مرفوعاً ذکر کی اور کہا کہ یہ روایت امام مالکؒ سے محمد بن الحسن بن زبالہ کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔ اس اور دیگر احادیث کی بنا پر انہیں لین کہا ہے۔

شیخ المراغی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک "یروی فیہ لین" کا معنیٰ ضعفِ خفیف ہوتا ہے۔

شیخ ابن العراق اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس کی تضعیف کی مگر اس پر دیگر محدثین نے گرفت کی ہے اور کہا کہ اس کی دیگر اسناد بھی ہیں جو اس کو قوت بخشتی ہیں[1]

---

[1] تنزیہ الشریعۃ، ۲: ۱۷۲

باب (۱۵)

زیارتِ نبوی اور مناسکِ حج

مناسک حج پر لکھی جانے والی تمام کتب میں مذکور ہے کہ حج کا فریضہ ادا کرنے والا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ترک نہ کرے۔ خصوصاً جب وہ اس مقدس مقام تک پہنچ چکا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں جب حجاج اور عمرہ ادا کرنے والے مکہ سے واپس لوٹیں تو انہیں زیارتِ روضہ نبوی کے لیے شہر مدینہ جانا چاہیئے کیونکہ یہ زیارت اہم قربات اور کامیاب ترین سعی ہے۔ اس کے بعد امام مذکور نے زیارت، سلام اور شہر مدینہ میں قیام کے آداب ذکر کیے ہیں[1]

ابنِ حجرؒ کا اہم نوٹ

شیخ ابن الحجر الہیثمیؒ حاشیہ میں امام نوویؒ کے قول " اذا انصرف الحجاج " (جب حاجی واپس لوٹیں) پر لکھتے ہیں، یہ بات مسلمہ ہے کہ زیارت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ یہ ہر وقت مطلوب ہے۔ ہاں حج سے فراغت کی قید ان بعض لوگوں کے نزدیک ہے جو کہتے ہیں بعد از حج زیارت سنت بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ اکثر طور پر شہر مدینہ حجاج

---

[1] الایضاح للنووی، ۴۸۷

کے راستے میں نہیں اس لیے اوّلاً وہ حج کے لیے مکۃ المکرمہ جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ حج ادا کرنے والے کے لیے زیارت کی سخت تاکید ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

اگرچہ اس روایت کی سند میں مقال ہے، اور جب کوئی شخص اتنی دور سے سفر کر کے شہر مدینہ کے قریب آکر بغیر زیارت واپس ہو جاتا ہے، یہ واضح ثبوت ہے کہ اس کے ہاں زیارت اہم نہیں حالانکہ یہ اہم قربات میں سے ہے۔ مکۃ المکرمہ سے پہلے مدینہ منورہ جانا بہتر ہے یا اس کا برعکس؟ اسلاف کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ پہلے انسان مکہ جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر زیارت کے بعد حج کا وقت ہے تو پہلے شہر مدینہ جانا چاہیئے تاکہ یہ زیارت عظیمہ انسان کو جلدی حاصل ہو بعض اوقات حج کے بعد کئی عوارض رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

لیکن اگر زیارت کے بعد حج کے لیے وقت نہ ہو تو حج ادا کیا جائے بعد میں شہر مدینہ کا قصد کیا جائے۔[1]

شیخ ابن عبدالبر بلاذری اور دیگر علماء نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ زیاد بن ابیہ نے حج کا ارادہ کیا۔

تو اس کے پاس ابوبکرہ آئے حالانکہ وہ زیاد سے کلام نہیں کرتے تھے اس لیے ابوبکرہ نے زیاد کے بیٹے کو پکڑ کر گفتگو کی تاکہ زیاد کو اپنی بات سنا سکیں۔ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تیرے والد نے یہ یہ زیادتیاں کیں۔ اب یہ حج کا ارادہ کیے ہے۔ وہاں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں اگر وہ اس کو زیارت کی اجازت دیتی ہیں تو یہ رسول اللہ

---

[1] حاشیہ علی الایضاح، ۴۸۸

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت ہوگی اور اگر وہ روکتی ہیں تو ان کے لیے پریشانی ہوگی۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ اس سال زیاد نے حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ قابلِ غور یہ بات ہے کہ اگر حجاج کے لیے شہر مدینہ زیارت کے لیے جانا نہ ہوتا تو ابوبکرہ ان سے یہ گفتگو کیوں کرتے ؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ زیاد مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور راستے بھی حج کر سکتا تھا کیونکہ وہ عراق میں تھا اور مکہ المکرمہ عراق سے قریب ہے۔

الشفاء میں اسحاق بن ابراہیم الفقیہ سے منقول ہے کہ حجاج کا ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ حج کے بعد مسجدِ نبوی کی زیارت، اس میں نماز، ریاض الجنہ کا دیدار، آپ کے منبر اور قبرِ انور کی زیارت، آپ کے بیٹھنے کے مقامات، وہ جگہیں جن کو آپ کے ہاتھوں نے مس فرمایا۔ وہ مقامات جنہوں نے آپ کے مبارک قدموں کو چوما۔ وہ تنا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے اور مقام وحی اور وہ لوگ جو جوارِ رسول میں مقیم یا زائر ہیں یعنی صحابہ اور ائمہ مسلمین ان کی زیارت کی جائے اور زائرین ان سب سے استفادہ کرتے ہیں۔

اسلاف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حاجی کے لیے پہلے شہر مدینہ جانا افضل ہے یا مکہ ؟ جو لوگ پہلے مدینہ منورہ جانا افضل تصور کرتے ہیں ان میں سے بعض تابعین سے تعلق رکھتے ہیں جیسے حضرت علقمہ، الاسود، عمرو بن میمون۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ زیارت کو ترجیح دی جائے۔

فتاوٰی ابواللیث السمرقندی میں ہے کہ حسن بن زیاد نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداءً مکہ المکرمہ جانا افضل ہے۔ جب حج ادا کر لے تو پھر شہر مدینہ جائے البتہ اگر کوئی پہلے شہر مدینہ چلا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں [1]

---

[1] خلاصۃ الوفاء، ۱۰۰

ائمہ حنابلہ کی تصریحات

مناسکِ حج کے ساتھ شہر مدینہ میں حاضری مستحسن ہے' اس پر ائمہ حنابلہ کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

شیخ ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ قبرِ انور کی زیارت مستحب ہے۔ دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

• من حج فزار قبری بعد	جس شخص نے حج کیا اور بعد از وصال
وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔	میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے
	میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

جب کوئی حاجی شام کے راستے سے حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ ایسا راستہ اختیار کرے جہاں سے مکہ قریب ہو۔ کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرے جس سے حج فوت ہونے کا خطرہ ہو۔

امام عتبیؒ سے مروی ہے کہ میں قبر انور کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی آیا اس نے کہا: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک الآیۃ اور میں آپ کی خدمت میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں آپ کو اللہ کریم کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں پھر یہ اشعار پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

اس کے بعد اعرابی واپس لوٹا۔ مجھے نیند نے آگھیرا۔ خواب میں حضور علیہ السلام نے کرم فرمایا۔ اور مجھے کہا اے عتبی اس اعرابی سے مل اور اسے بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔ (الشرح الکبیر ۳: ۴۹۵)

شیخ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن قدامہ الحنبلی الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:
جب انسان حج سے فارغ ہو تو آپ کی قبرِ انور اور صاحبین کی زیارت کے لیے جانا مستحب ہے۔[1]

شیخ منصور بن یونس البھوتی لکھتے ہیں:

جب آدمی حج سے فارغ ہو جائے تو قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنھما کی قبور کی زیارت کے لیے جانا مستحب ہے۔
دارقطنیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج فزار بعد	جس نے حج کیا بعد از وصال میری
وفاتی فکانما زارنی فی	قبرِ انور کی زیارت کی گویا اس نے میری
حیاتی۔	ظاہری حیات میں زیارت کی۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

من زار قبری وجبت	جس نے میری قبرِ انور کی زیارت کی
لہ شفاعتی	اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگی۔

شیخ ابن نصر اللہ کہتے ہیں کہ آپ کی قبرِ انور کی زیارت مستحب ہے اور اس مستحب کی ادائیگی کے لیے سفر کرنا لازم ہے۔ کیونکہ حج کے بعد زیارت سفر کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے یہ الفاظ اس بات پر صراحۃً دال ہیں کہ زیارت کے لیے سفر مستحب ہے۔[2]

★

---

[1] الشرح الکبیر، ۳: ۴۹۵

[2] کشاف القناع، ۲: ۵۹۸

باب (۱۶)

زیارتِ نبوی اور شفاعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے خصائص عطا فرمائے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیے مثلاً آپ تنہا ہیں جن کو ایک ماہ کی مسافت تک رعب عطا کیا۔ آپ تنہا ہیں جن کے لیے تمام زمین کو جائے نماز اور پاک بنایا گیا، آپ تنہا ہیں جن کے لیے غنائم حلال فرمائے گئے حالانکہ یہ پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھے، آپ ہی کو فقط روزِ قیامت شفاعت عظمیٰ کا منصب عطا کیا، آپ ہی کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوا۔ حضراتِ انبیاء میں سے کون ہیں جن کو آپ جیسا رفعت ذکر عطا کیا گیا؟ رسل میں سے کون سے رسول ہیں جن کو اتنے بلند مرتبے اور مقام پر فائز کیا گیا۔

ارفع رأسك یا محمد سل — اے محبوب سر اقدس اٹھاؤ، یا محمد!
تعط واشفع تشفع — آپ سوال کریں عطا کیا جائے گا آپ شفاعت فرمائیں شفاعت قبول کی جائے گی۔

صلوات اللہ وسلامہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ!

روزِ قیامت شفاعتِ عظمیٰ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور اس شفاعت کے مناسب جو فضائل و کمالات ہیں وہ صرف آپ ہی کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ روزِ قیامت، شدتِ مصائب، میدان حشر کی سختیوں و

تکالیف میں تمام مخلوق کا آپ سے استغاثہ تمام دنیوی و اخروی استغاثوں میں عظیم ہے اور آپ کے تمام مخلوق سے افضل ہونے پر دلیل ہے۔ چونکہ یہ شفاعت طلب کرنا اس بات پر بھی دلیل ہے کہ آپ سے بعد از وصال استغاثہ جائز اور نافع ہے۔ اس لیے یہاں احادیثِ شفاعت کا ذکر مناسب ہے۔ خصوصاً وہ حدیث جس میں یہ تذکرہ ہے کہ مخلوقِ خدا شفاعت کی درخواست لے کر ہر نبی اور ہر رسول کی بارگاہ میں جائے گی لیکن وہ جواب دیدیں گے اور اس تمام مخلوق کی رہنمائی اس شخصیت کی طرف کریں گے۔ جو سید المرسلین، صاحبِ مقامِ رفیع، صاحبِ قدرِ عظیم، مخلوقِ خدا میں بہتر اور منتخب ہے یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

بحثِ شفاعت کا یہاں تذکرہ کرنے کی وجہ آپ کا وہ ارشادِ عالی بھی ہے:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

شفاعت اخرویہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ پانچ طرح کی ہیں اور وہ تمام کی تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں ان میں سے بعض میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں اور بعض میں دوسرے بھی شریک ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہیں۔ تمام مخلوق کی شفاعت اور اس کی بعض انواع آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور باقی اقسام شفاعت کی نسبت آپ کی طرف شرکت اور تقدم کی وجہ سے کی جاتی ہے کیونکہ تمام شفاعات آپ کی شفاعت کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور آپ شفاعتِ مطلقہ کے مالک ہیں۔ آپ کا ارشادِ عالی "شفاعتی" میں کسی مخصوص شفاعت کی طرف بھی اشارہ ممکن ہے اور عموم و جنسِ شفاعت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ ہر شفاعت کی نسبت آپ کی طرف ہے۔ یہ لطیف چیز ہے اس پر متوجہ رہنا لازم ہے۔

ان پانچ شفاعات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ وہ شفاعت جو عرصہ محشر کی طوالت اور اس کے مصائب و تکالیف سے نجات

اور حساب میں تعجیل کے لیے ہوگی۔ یہی شفاعتِ کبریٰ ہے۔ یہ حضور کے ساتھ مخصوص ہے۔ کوئی دوسرا اس میں آپ کا نہ ثانی ہے اور نہ شریک، اور اس بات کا امت میں سے کوئی منکر نہیں۔

۲۔ وہ شفاعت جس کی وجہ سے لوگ بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ یہ مقام شفاعت آپ کو حاصل ہے۔

شیخ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں۔

وہ احادیث جن میں اس شفاعت کا ذکر ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔ الفاظ حدیث ملاحظہ ہوں:

فاقول یارب امتی امتی	میں عرض کروں گا یارب امتی امتی
فیقال یا محمد ادخل الجنة	مجھے کہا جائے گا اے محمد! اپنی امت
من امتك من لاحساب	کے ان لوگوں کو بلاحساب جنت کے
علیہم من الباب الایمن	دائیں دروازے میں داخل فرمائیں۔
من ابواب الجنة وھم	حالانکہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ
شرکاء الناس فیما سوی	دیگر دروازوں میں شریک تھے۔
ذلك من الابواب۔	

اس حدیث کو بخاری و مسلم نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

یدخل من امتی الجنة سبعون	میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر
الفاً بغیر حساب۔	حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ!

ادع اللّٰہ لی ان یجعلنی منھم۔	دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے۔

آپ نے فرمایا:

اللھم اجعلہ منھم	اے اللہ اسے بھی ان میں شامل فرما!

اس شخص کا نام حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا:

لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربھم یتوکلون۔	وہ منتر، بدفالی اور داغ لگوانے کے قائل نہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہونگے۔

ایک حدیث میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجھ پر امم کو پیش کیا جائے گا۔ میں دیکھوں گا ایک نبی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ لوگ اور ایک ایسے نبی ہیں جن کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں گے۔ کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد میرے سامنے ایک عظیم لشکر آئے گا۔ میں آرزو کروں گا کہ یہ میری امت ہو۔ مجھے بتایا جائے گا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ آپ اوپر افق کی طرف دیکھیں جب نظر اٹھاؤں گا تو عظیم لشکر ہوگا۔ پھر مجھے کہا جائے گا کہ دوسرے افق کی طرف نظر اٹھائیں، ادھر بھی اس طرح امت ہوگی۔ پھر مجھے کہا جائے گا۔

ھذا امتک ومعھم سبعون الفاً یدخلون الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب۔	یہ آپ کی امت ہے ان میں ستر ہزار ایسے افراد ہیں جو بلا حساب وعذاب جنت میں جائیں گے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

یدخل من امتی زمرۃ	میری امت میں سے ستر ہزار کا جو گروہ
ھم سبعون الفا تضئ	جنت میں جائے گا ان کے چہرے
وجوھھم اضاءۃ القمر	چودھویں رات کے چاند کی طرح
لیلۃ البدر	چمک رہے ہوں گے ۔

یہ تمام کی تمام احادیثِ صحاح ہیں ۔

۳۔ وہ شفاعت جو ایسے لوگوں کے لیے ہوگی جو مستحق جہنم ہو چکے ہوں گے ۔ ان کی شفاعت اور جن کی اللہ تعالیٰ چاہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے ۔ قاضی عیاض رح اسے ذکر کر کے اس حدیث کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت ابوسعید سے مروی ہے ۔ اس کے بعض الفاظ یہ ہیں :

ثم یضرب الجسر علی	پھر دوزخ پر پل بچھا دیا جائے گا
جھنم و تحل الشفاعۃ	اس کے بعد شفاعت کا دروازہ کھل
فیقولون اللھم سلم سلم۔	جائے گا ۔ ہر شفیع یوں کہے گا اے
	اللہ اسے سلامتی سے گزار دے ۔

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ شفاعت سابقہ دو شفاعتوں اور پل صراط کے بچنے کے بعد ہوگی اور یہ شفاعت پل سے گزرنے کے لیے ہوگی اس سے چھٹکارا ہو جائے گا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن امام النبیین ہوں گے ۔ اور ان تمام کی شفاعت میں سربراہ ہوں گے ۔ دیگر حضرات جو بھی شفاعت کریں گے اس کے نسبت آپ ہی کی طرف ہوگی ۔ نہ تو شفاعت کی کوئی قسم آپ کے دامن سے خارج ہوگی اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا خواہ آپ کی ملت سے ہو یا غیر ملت سے وہ اس لیے کہ آپ شفاعتِ انبیاء

کے بھی صاحب ہیں اور تمام کے تمام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے پس وہ جس کی بھی شفاعت کریں گے وہ آپ ہی کے سبب کریں گے ان کی شفاعت کی قبولیت آپ ہی کی شفاعت کی قبولیت ہے۔ دیگر انبیاء جن لوگوں کی شفاعت کریں گے وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہیں تو جن لوگوں کی شفاعت مومن کریں گے وہ بطریق اولیٰ آپ کے تحت داخل ہوں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفعاء کے شفیع ٹھہرے۔

جب ان تمام استثناؤں اور باتوں سے مؤمن اللہ کی اس توحید کے قائل رہے کہ اللہ نفع و نقصان میں متفرد و یکتا ہے۔ تو اس قول " اسأل اللہ تعالیٰ بسولہ" (میں اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول کے واسطہ سے مانگتا ہوں۔) کے جواز میں کیا شک ہے کیونکہ اس میں بندہ اللہ کا ہی سائل ہے۔ غیر کا نہیں۔

حدیث شفاعتِ کبریٰ

بخاری و مسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ سورج اتنا قریب ہوگا کہ گرمی کی وجہ سے لوگ تکلیف و صعوبت کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ایک دوسرے سے کہیں گے، تم دیکھ رہے ہو ہم کس حال میں ہیں کیوں نہیں تم کسی ایسے شخص کے پاس جاتے جو بارگاہِ الٰہی میں سفارش کرے؟ پھر بعض لوگ کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو وہ آپ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے آدم آپ ہمارے والد گرامی اور ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ اقدس سے پیدا فرمایا۔ آپ میں اپنی روح پھونکی، فرشتوں کو آپ کے لیے سجدہ کا حکم دیا۔ ہماری

حالت پر رحم کرو اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرو آپ فرمائیں گے آج میرا رب غضب پر ہے اس سے پہلے اور بعد میں کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوگا مجھے اس نے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ نفسی نفسی کسی غیر کے پاس جاؤ۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کریں گے آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد شکور فرمایا ہے۔ ہماری حالت پر رحم کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں سفارش کر دو۔ آپ فرمائیں گے آج میرا رب اتنے غضب پر ہے کہ پہلے اور بعد میں کبھی نہیں ہوگا۔ میرے ذمے قوم کی دعوت کا کام تھا۔ نفسی نفسی تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ اللہ کے نبی اور خلیل ہیں۔ ہماری پریشان کن حالت پر رحم کرو۔ ہماری بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرو۔ آپ فرمائیں گے میرا رب اتنے غصہ میں ہے کہ اس سے پہلے اور بعد میں کبھی نہیں ہوگا نفسی نفسی تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر خصوصی فضل فرماتے ہوئے آپ سے کلام فرمایا۔ ہماری حالت ملاحظہ کیجئے۔ کرم فرماتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں ہمارے لیے سفارش فرما دیں۔ آپ فرمائیں گے، میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ مجھے قتل کا حکم نہیں تھا۔ نفسی نفسی تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے گود میں گفتگو کی۔ آپ اللہ کا حکم اور اس کا روح ہیں ہماری حالت و کیفیت آپ کے سامنے ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں۔ آپ بھی فرمائیں گے۔ میرا رب آج سخت ناراض ہے۔ اس طرح پہلے اور بعد میں کبھی ناراض نہیں ہوا نفسی نفسی کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ پھر تمام مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گویا ہوگی۔

یا محمد انت رسول اللہ خاتم الانبیاء غفر اللہ لک ما تقدم ذنبک و ما تأخر اشفع لنا الی ربک۔

یارسول اللہ! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے معاملات کو معاف فرما دینے کی شہادت دی ہوئی ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کیجئے۔

یارسول اللہ ہماری حالت پہ رحم کیجئے۔

رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فاتی تحت العرش فاقع ساجدا لربی ثم یفتح اللہ علی و یلھمنی من محامدہ وحسن الثناء شیئاً لم یفتحہ لاحد قبلی۔

میں رب کے عرش کے نیچے آکر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم فرمائے گا اپنی ایسی حمد وثنا عطا فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی ہوگی۔

پھر میرا رب کریم مجھے آواز دے گا۔

یا محمد ارفع رأسک سل تعطہ اشفع تشفع فارفع راسی فاقول یارب امتی امتی

اے محمد سر اقدس اٹھاؤ۔ مانگو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا۔ میرے رب، میری امت، میری امت!

پس جمع کیا جائے گا کہ آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو بلا حساب جنت کے دائیں دروازے سے داخل فرمائیں حالانکہ وہ لوگوں کے ساتھ ان دروازوں کے علاوہ میں شریک ہوں گے۔

قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ جنت کے دروازے

اتنے وسیع اور کشادہ ہیں کہ ان کے دونوں اطراف کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔

میدانِ محشر میں نبی اکرمؐ کے ساتھ توسّل

لوگوں کا میدانِ محشر میں تمام انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں جانا اس بات کا واضح اور اٹل ثبوت ہے کہ ان کی ذوات کے ساتھ توسل دنیا و آخرت میں جائز ہے اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ہر گناہ گار شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شخصیت کا وسیلہ ڈھونڈے جسے اس سے بڑھ کر اللہ کا قرب حاصل ہے۔ اس بات کا انکار کوئی نہیں کر سکتا۔ باقی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ اسے کوئی تشفع کا نام دے یا توسّل و استغاثہ کا۔ یہ توسل اس طرح کا نہیں جو مشرکین کا طریقہ ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں جس کو وسیلہ بناتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں[1] اور یہ عمل و عقیدہ سراسر کفر ہے۔ مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء اور صالحین سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توسل کرتے ہیں مگر وہ ان کی عبادت ہرگز نہیں کرتے۔ عبادت صرف اور صرف اللہ کی کرتے ہیں۔

زائرین اور شفاعتِ مخصوصہ

سابقہ صفحات پر حدیث من زار قبری وجبت له شفاعتی اور دیگر احادیثِ زیارت کے تحت اس موضوع پر گفتگو گزری ہے۔ وجبت له شفاعتی کا معنی "لزمت له شفاعتی" ہے۔ اس زائر کے لیے یہ بات لازم ہو گی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں اے اللہ اس سے درگزر فرما۔ امام سبکیؒ فرماتے

---

[1] قرآن نے تصریح کی ہے: ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى

ہیں ہو سکتا ہے اس سے خصوصی شفاعت مراد ہو جو زائرین کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہ ہو یا مراد تو وہ شفاعت ہو جو دیگر لوگوں کو بھی حاصل ہو گی مگر زائرین کا ذکر ان کی شرافت کے پیشِ نظر کر کے ان کو ممتاز کر دیا۔

یا یہاں مراد یہ ہے کہ زائر اس زیارت کی برکت سے ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جن کو شفاعت نصیب ہونی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ زائر کو اسلام پر موت کی بشارت مل جاتی ہے۔

الغرض زائر دیگر لوگوں سے شفاعت کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔

آپ کا ارشاد " شفاعتی " (میری شفاعت) اس میں شفاعت کی عظمت کا بیان ہے کیونکہ ملائکہ اور دیگر اللہ کے مقبول بندے بھی شفاعت کریں گے مگر زائر کی شفاعت خود آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

آپ کے دوسرے ارشاد میں ہے :

من زارنی بالمدینہ محتسبًا کنت لہ شہیدًا وشفیعًا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر میری زیارت کے لیے شہر مدینہ آیا خواہ قبل از وصال یا بعد از وصال میں اس کی شفاعت کروں گا۔ فرمانبردار کے نیک اعمال پر گواہ بنوں گا اور عاصی کے لیے شفیع۔ یہ آپ کی شہادت اور شفاعت اس شہادت و شفاعت سے خاص ہے جو تمام اُمم اور لوگوں کو حاصل ہو گی۔

حکیم ترمذیؒ لکھتے ہیں :

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے کبھی نامراد نہیں لوٹتے بلکہ زیارت کے صدقے میں شفاعت جیسی خیرات سے اپنی جھولیاں بھر کر جاتے ہیں۔

☆

باب (۱۷)

زیارت کے آداب

زیارت اور استجار

شیخ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ زیارت کے لیے کسی کو اجرت پر روانہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جو غیر مضبوط اور شرعاً مقدر نہیں۔ اسی طرح قبرِ انور کے پاس وقوف کے لیے مزدور بننا جائز نہیں کیونکہ ان میں نیابت نہیں بخلاف دعا کے اس میں نیابت ہو سکتی ہے۔

شیخ سبکیؒ کہتے ہیں ایک تیسری صورت ہے۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام پہنچانا۔ اس پر اجارہ اور مزدوری جائز ہے جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا عمل تھا۔

ایک رائے یہ ہے کہ اجرت پر زیارت جائز ہے اسے بہت سے علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ محمد بن ابی الاصبغ نے اس پر فتویٰ دیا۔ یہ مالکی مسلک کے سرکردہ علماء میں سے ہیں۔ امام سبکیؒ نے ان کا فتویٰ نقل کیا ہے اور اسے سلام پہنچانے پر محمول کیا ہے کیونکہ محض وقوف سے مستاجر کو کیا فائدہ؟

زیارت کے آداب

جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے شہر مدینہ میں داخلہ و حاضری عطا فرمائے

لے الجوہر المنظم : ۷۹

اسے چاہیئے کہ وہ اس سفر مبارک اور مقاماتِ مبارکہ کے شرف و عظمت کا ذہن میں احساس پیدا کرے۔ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو بڑے ہی سکون و احترام اور آرام کے ساتھ۔ وہاں آواز بلند نہ کرے۔ کیونکہ ہر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے۔ اور مسجد نبوی میں تو سخت منع ہے۔

منصور نے امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں جب گفتگو کی تو آپ نے فرمایا مسجد نبوی میں آواز بلند نہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" اور ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو آواز کو یہاں پست رکھتے ہیں۔ " ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ "، کچھ لوگ آپ کو باہر سے آواز دیتے تھے۔ ان کی مذمت فرمائی: ان الذین ینادونک من وراء الحجرات"، آپ کی عزت و حرمت آج بھی اسی طرح ہے جس طرح ظاہری حیات میں تھی۔ منصور نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ ذرا غور کرو امام مالک اور منصور نے اس بارگاہ اور مسجد کا کتنا ادب کیا۔

بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے طائف سے آئے ہوئے دو آدمیوں کو فرمایا:

لو کنتما من اھل البلد	اگر تم اس شہر مدینہ سے ہوتے تو میں
لاوجعتکما ترفعان اصواتکما	تمہیں سزا دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ
فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم کی مسجد میں بلند آواز سے گفتگو
علیہ وسلم۔	کر رہے ہو۔

شیخ سمہودیؒ نے وفا میں سیدنا ابو جر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لایبتغی رفع الصوت علی	حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات اور
النبی لاحیا ولا میتاً	بعد از وصال دونوں حالتوں میں آواز

کا بلند کرنا منع ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی مسجد نبوی کی دیواروں میں کیل لگاتا اور اس سے آواز پیدا ہوتی تو آپ انہیں پیغام بھجواتیں:

لا تؤذوا رسول اللہ علیہ وسلم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مت دو۔

سیدہؓ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ حسبِ ضرورت آواز پیدا کرو۔ ضرورت سے زائد مناسب نہیں۔ اس سے آپ کو اذیت ہوتی ہے کیونکہ آپ زندہ ہیں خواہ آپ برزخی زندگی میں ہوں۔

زیارت کے وقت کوئی مخصوص الفاظ نہیں کہ ان کے ساتھ ہی سلام عرض کیا جائے۔ بلکہ ادب و احترام کے ساتھ جن الفاظ میں بھی سلام عرض کر دیا جائے جائز ہے۔ یہ الفاظ بھی کافی ہیں۔ زائر جب بھی مسجد میں داخل ہو سلام عرض کرے۔

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر الصدیق، السلام علیک یا ابا حفص عمر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی مسجد نبوی میں آتے تو یوں سلام عرض کرتے:

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابت۔ اس کے بعد واپس لوٹتے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں جب کسی نے سلام میں یہ الفاظ کہے السلام علیک یا رسول اللہ یا خیرۃ اللہ من خلقہ (اللہ کی مخلوق میں بہتر) یا اکرم الخلق علی ربہ (اپنے رب کے ہاں تمام مخلوق سے عزت والے) یا امام المتقین میرے والدین آپ پر قربان یہ تمام آپ کی صفات ہیں، زائر کو ان کاموں سے بچنا چاہیئے جو جاہل لوگ کرتے ہیں مثلاً حجرۂ انور کے ساتھ مس کرنا، حجرہ انور کو نہ استلام کیا جائے نہ چوما جائے اور نہ اس کا طواف کیا جائے اور وہاں تصنع کے طور پر وجد، حال کی کیفیت

بھی نہ پیدا کی جائے کیونکہ ایسی شے کا اظہار جو موجود نہ ہو دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اس زیارت کو ہر اس عمل سے محفوظ فرما دیا جو توحید کے منافی ہو۔
بحمد اللہ امتِ مسلمہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی قبر انور کے بارے میں باطل عقیدہ رکھتا ہو۔

اور یہ تمام آپ کی اس دعا کا نتیجہ ہے : اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد
اے اللہ میری قبر کو پرستش سے محفوظ فرما۔

اور یہ تصدیق ہے اس اطلاع کی جو آپ نے فرمائی کہ جزیرۃ العرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔

اور شیطان اس جزیرہ میں اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ بعض لوگوں سے جو ایسے اعمال صادر ہوتے ہیں جو بظاہر توحید کے منافی ہیں' یہ محض جہالت ہے جس کے لیے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابن القیم لکھتے ہیں

ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور کو میلہ بنانے سے منع کیا ہے تاکہ رحمٰن کے ساتھ شرک نہ ہو۔ حضور علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ رب العالمین نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اس لیے آپ کے مزار کے اردگرد دیواریں قائم کر دی گئیں۔ حتیٰ کہ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایسے معاملات سے آپ کی قبر انور کو محفوظ فرما لیا (قصیدہ نونیہ)

اور زائر کو وہاں یہ احساس کرتے ہوئے ادب کرنا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور میری حاضری سے آگاہ ہیں۔ آپ کی عزت بعد از وصال بھی اسی طرح ہے جس طرح قبل از وصال تھی۔

شیخ ابن قیم ایک مقام پر لکھتے ہیں :

جب مسجد نبوی میں پہنچ جائیں تو حاضری سے پہلے دو رکعت ادا کریں۔ پھر سر کے بل (ادب سے) قبرِ انور کی زیارت کے لیے حاضر ہوں۔ قبرِ انور کے پاس اس طرح ادب سے کھڑے ہوں کہ ظاہر و باطن تذلل، خضوع کا سراپا ہو، آپ قبرِ انور میں زندہ ناطق ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضری دینے والے سر جھکائیں۔

ان پر آپ کی ہیبت و جمال کا اثر ہونا چاہیئے۔ اس طرح کہ جسم پر کپکپی طاری ہو۔ آنکھوں سے برسات کی طرح آنسو جاری ہوں جو زیادہ وقت گزرنے کے باوجود بھی خشک نہ ہوں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے والے کو صاحبِ علم اور صاحبِ ایمان جیسا باوقار ہونا چاہیئے۔ آپ کے مزارِ مقدس کے پاس آواز بلند نہ کی جائے اور وہاں ہرگز سجدہ نہ کیا جائے۔ (قصیدہ نونیہ)

زائر کو چاہیئے کہ جب تک وہ مدینہ منورہ میں رہے، نماز مسجد نبوی میں ادا کرے۔ بخاری و مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلاۃ فی مسجدی ھذا	مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد سے
افضل من الف صلاۃ فیما	میری مسجد میں نماز کا ثواب ہزار نماز
سواہ الا المسجد الحرام۔	سے بڑھ کر ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ فضیلت فرض اور نفلی دونوں نمازوں کے لیے ہے۔ اور یہ فضیلت جس طرح آپ کی پرانی مسجد کو حاصل ہے اسی طرح بعد کے اضافات کو بھی حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

لو بنی ھذا المسجد الی	اگر یہ مسجد شہر صنعاء تک بھی وسیع
صنعاء کان مسجدی۔	ہو جائے تو یہ میری ہی مسجد رہے گی۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقبل کے بارے میں خبر ہے۔
زائر ریاض الجنہ میں جانا نہ بھولے بلکہ اسی میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرے۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین قبری ومنبری	میری قبر اور منبر کے درمیان کا ٹکڑا
روضۃ من ریاض الجنہ	جنت کا باغ ہے۔

دوسری روایت میں "قبری" کی جگہ "بیتی" کا لفظ ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا
نہایت ہی ضروری ہے کہ ریاض الجنہ میں کسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کسی کو
دھکا دے کر دور کر دیا اور خود وہاں مسلط ہو گئے۔
مسجد کی طرف جانے میں تاخیر نہ کرے۔ اگر بعد میں گیا ہے تو جہاں جگہ ملی ہے
وہیں نماز ادا کر لے۔ اگر بعد میں آنے والا ریاض الجنہ جانے کی کوشش کرے گا تو یہ
خرابیاں لازم آئیں گی۔ نمازیوں کو تکلیف، گردنوں کو پھلانگنا، صفوں کو منقطع کرنا،
ذکر الٰہی میں مشغول لوگوں کو پریشان کرنا۔ بعض اوقات اسی سبب سے جھگڑے کا خطرہ
ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان وہاں وہ کچھ کہہ دیتا ہے جو ہرگز مناسب نہیں۔
الغرض ایسا کرنے سے انسان وصولِ سنت کے لیے حرام کا مرتکب اور خیر کے
حصول کی خاطر شر میں ملوث ہو جاتا ہے۔

★

حاضری اور مجاورت کے آداب

اب ہم یہاں زیارت اور شہر مدینہ میں قیام کے آداب ذکر کرتے ہیں :

۱۔ زائر جب گھر سے روانہ ہو تو سفر کی ابتدا میں ان امور کو بجا لائے :
اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا ، تجدید توبہ ، وصیت ، ہر ایک سے راضی ہونا اور دوسروں کو راضی کرنا ، سفر کا خرچ ، دو رکعات نماز کی ادائیگی اور دعا کے ساتھ اپنے خاندان اور اہل محلہ سے الوداع ہونا ؛ صدقہ کرنا اور دیگر آداب جن کا ذکر باب الحج میں کیا جاتا ہے ۔

۲۔ اخلاص نیت ، آپ کی خدمت میں حاضری کی نیت ، اس کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کی بھی نیت کرے کیونکہ اس میں آپ کے حکم کی بجا آوری ہے ، اور حدیث میں جو آیا ہے کہ " میرے پاس آنے کے علاوہ کوئی نیت نہ ہو " اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو زیارت کے منافی ہوں ۔ لہٰذا زائر مسجد نبوی میں اعتکاف ، تعلیم و تعلم ، درس و تدریس ، ذکر الٰہی اور کثرت سے درود و سلام کی نیت بھی کرے ۔

۳۔ شوق و ذوق میں ڈوب کر سفر کیا جائے ۔ جیسے جیسے سفر ختم ہوتا جائے اور قربت ہوتی جائے ، شوق میں اضافہ ہوتا جائے کیونکہ آپ کی محبت کا لازمہ یہ ہے کہ آپ کی زیارت کے بارے میں کثرت شوق ہو اور آپ کے آثار ، شہر

گلیاں اور انوار و تجلیات کے طلبِ قرب میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔

تلک الدیار التی قلب المحب شوق الیھا تذکار والشجان

یہی وہ وطن ہے کہ محب کا دل اسی طرف کھنچا رہتا ہے۔ اسی کا تذکرہ اور اسی کے ہجر و فراق میں غمگین رہتا ہے۔

وانۃ وحنین کلما ذکرت ولوعۃ و شجی منہ واحزان

اسی کے یادوں میں آنسو بہاتا ہے اور اسی کے لیے بیمار، غمگین اور پریشان رہتا ہے۔

۴۔ جب زائر گھر سے نکلے تو اللہ کی بارگاہ میں یہ التجا کرے۔

میں اللہ کے نام سے شروع کر رہا ہوں، اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اللہ بلند و عظیم کے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں۔ اے اللہ میں تیری طرف نکلا ہوں اور تو نے مجھے اس سفر کی توفیق بخشی۔ اے اللہ مجھے سلامتی اور مجھ سے سلامتی عطا فرما۔ اے اللہ مجھے گھر سلامتی کے ساتھ واپس لوٹا۔ اے اللہ میں تیرے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ کروں یا ہو جاؤں، میں پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں، میں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں، میں جہالت کا طریقہ اپناؤں یا میرے بارے میں اپنایا جائے۔ تیرا پڑوسی و قریبی عزت پاتا ہے۔ تیری ثنا بالا ہے۔ تیرا نام عظیم برکت والا ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ میں اس کے حق کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے سائلین کا اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اور اس حق کا واسطہ جو تیری طرف چلنے پر میرے لیے ہے۔

۵۔ دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں صلوٰۃ و سلام کی کثرت

کی جائے بلکہ اوقاتِ فراغت میں اس میں مستغرق ہو جائے۔ راستے میں آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والے مقامات و آثار کی زیارت اور مساجد میں نماز ادا کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل جاری رکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اگر کوئی کوتاہی کرے تو اس پر گرفت کی جائے۔ کیونکہ علامات محبت میں ہے کہ محب اپنے محبوب کے بارے میں صرف تعریف سن سکتا ہے اس کی تنقیص ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ لوگوں میں دیانۃً وہ عظیم ہوتا ہے۔ جو غیرت میں عظیم ہو غیرت کے بغیر محبت کا دعویٰ کذب و جھوٹ ہوتا ہے۔

۶۔ جب حرم مدینہ کے قریب پہنچ جائے اور اس کے نشانات نظر آنے لگیں تو خضوع و خشوع میں اضافہ کیا جائے اس پر خوشی کا اظہار کرے کہ حصولِ مطلب کا وقت آنے والا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

قرب الدیار یزید شوق الواله لا سیما ان لاح نور جماله

محبوب کا وطن قریب ہوا تو اس کی چوکھٹ پر پناہ لینے کا شوق مزید بڑھ گیا۔۔ خصوصاً جب محبوب کے جمال و حسن کا نور آشکار ہوا۔

او لبشر الحادی بان لاح النقا وبدت علی بعد رؤس جباله

حدی خواں نے یہ بشارت دی کہ حجاز کی سرزمین آگئی ہے اور اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں دور سے نظر آنے لگی ہیں۔

فهنالک عیل الصبر من ذی صبوۃ وبدا الذی یخفیه من احواله

وہاں صاحب محبت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور اس کے مخفی احوال واضح ہو جاتے ہیں۔

اب درود و سلام میں مزید کثرت کر دے جب بھی مکانات، نشانات نظر آئیں، درود شریف پڑھتا رہے۔ جب قریب پہنچ جائے تو پیدل ہونا بہتر ہے کیونکہ

حدیث میں ہے کہ جب وفد عبدالقیس نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ تمام کے تمام اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔

شیخ ابوسلیمان داؤد لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ اللہ کے لیے تواضع اور حضور علیہ السلام کے احترام کے پیش نظر پیدل چلنے میں تاکید پیدا کرتا ہے بشرطیکہ ایسا ممکن ہو۔

الشفا میں ہے کہ شیخ ابوالفضل الجوہریؒ جب شہر مدینہ کے قریب پہنچے تو روتے ہوئے پیدل چل پڑے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

ولما رأینا رسم من لم یدع لنا　　فؤاداً لعرفان الرسوم ولا لبا

جب ہم نے اس محبوب کے آثار دیکھے جس نے ہمارے دل اور عقل کو ان کی معرفت کے لیے چھوڑا ہی نہیں۔

نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃً　　لمن بان عنہ ان نلم بہ رکباً

تو ہم سواریوں سے اتر کر اس کی عزت کی خاطر پیدل چل دیے سواری کی حالت میں حاضری سے دل نے انکار کر دیا۔

۷۔ جب زائر حرم مدینہ میں پہنچے تو صلوٰۃ وسلام کے بعد کہے، اے اللہ یہ وہ جگہ ہے جسے تو نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس کے ذریعے حرم بنا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ اس حرم میں اس خیر و برکت کو دوگنا فرما جو تیرے گھر مسجد حرام میں ہے۔ اے اللہ مجھے آگ پر حرام فرما اور روز قیامت اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔ مجھے وہ عطا فرما جو تو نے اپنے اولیاء اور اہل اطاعت کو عطا فرمایا ہے۔ مجھے حسن ادب، فعل خیرات اور ترک منکرات کی توفیق دے۔ اگر زائر ذوالحلیفہ کی طرف سے شہر مدینہ جا رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں نفل ادا کئے بغیر نہ گزرے۔

۸۔ شہر مدینہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا مستحب ہے۔ شوافع اور حنابلہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ قیس بن عاصم اور منذر بن ساوی التمیمی کی احادیث میں اس کی تائید موجود ہے۔ احیاء علوم الدین میں ہے کہ شہر مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے زائر حرۃ کے کنویں پر غسل کرے اور صاف کپڑے پہنے۔ احناف میں سے کرمانیؒ کہتے ہیں اگر دخول سے قبل نہ کیا جا سکا۔ تو بعد از دخول غسل کر لیا جائے لیکن بعض جاہل احرام سے مشابہت پیدا کرنے کے لیے سلے ہوئے کپڑے اتار لیتے ہیں۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔

۹۔ جب شہر مدینہ نظر آئے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضرا دکھائی دینے لگے تو اس کی عظمت اور فضیلت سے دل و دماغ باغ باغ ہونا چاہیئے اور زائر یہ تصور بار بار ذہن میں لائے کہ یہ کتنی مقدس جگہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ وہ مقامات اور راستے ہیں جہاں آپ چلا کرتے تھے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں ہر جگہ آپ کے مبارک قدم لگے۔ خشوع و خضوع، سکون و تعظیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے کیونکہ جس نے معمولی سی بے ادبی کا بھی ارتکاب کیا خواہ بلند آواز کی صورت ہی کیوں نہ ہو اعمال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس پر افسوس کرے کہ مجھے دنیا میں آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی اور قیامت میں شاید گناہوں کی وجہ سے نہ ہو پھر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے معافی مانگے اور یہ تہیہ کرے کہ آئندہ آپ کے نقش قدم پر چلوں گا۔ اسی سے آخرت میں کامیابی اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت ہو گی۔

۱۰۔ جب شہر مدینہ میں داخل ہونے لگے تو یہ کہے، اللہ کے نام سے جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کی قوت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اے میرے رب مجھے بہتر طور پر داخل فرما اور بہتر طریقہ سے نکال اور میرے لیے اپنی طرف

سے کوئی مددگار عطا فرما۔ میں اللہ پر ایمان لایا۔ اللہ مجھے کافی ہے۔ وہ سب کچھ کہے جو گھر سے آتے وقت کہا تھا۔ دل میں شہر مدینہ کے شرف کا بار بار تصوّر لائے اور کہے کہ یہ شہر اور جگہ تمام مقامات سے بالاتفاق افضل ہے۔

ارض مشی جبریل فی عرصاتھا　　واللہ شرف ارضھا وسماھا

یہ وہ زمین ہے جس پر جبریل امین چلتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کے پست اور بلند کو بڑا ہی شرف بخشا ہے۔

۱۱۔ حاضری کے لیے جانے سے قبل صدقہ دینا بہتر ہے۔ اولین فرصت میں مسجد نبوی میں جائے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی ضرورت کے کسی جگہ نہ جائے۔ جب آپ کا روضہ پاک نظر آجائے تو زائر ان تصوّرات میں ڈوب جائے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابوالفتوح جبریل علیہ السلام اترتے تھے یہاں ابوالغنائم میکائیل آتے تھے۔ یہ وحی اور نزولِ قرآن کی جگہ ہے۔ اس مقام کے مناسب خضوع وخشوع میں اضافہ کرے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ زائر باب جبریل کی طرف سے آئے کیونکہ اس سے داخلہ افضل ہے۔ (آپ کے مبارک قدم اسی طرف ہیں) جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو دل کو ہر چیز سے فارغ کرلے۔ اور ذہن وضمیر کو اس عظیم ہستی کی طرف متوجہ کرے۔

شیخ ابوسلیمان داؤدؒ سے منقول ہے:

یقف یسیرًا کالمستأذن لما　　زائر داخل ہونے سے پہلے چند لمحات

یفعلہ من یدخل علی العظماء　　اس طرح رک جائے جس طرح بڑوں

کے دربار میں اجازت کے لیے رکا جاتا ہے۔

دخول کے وقت دایاں پاؤں مسجد میں پہلے رکھے اور یہ پڑھے: میں عظیم رب کے دامنِ رحمت اور نورِ قدیم میں پناہ لیتا ہوں لعنتی شیطان سے۔ اللہ کے نام

سے داخل ہوتا ہوں۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ کی قوت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اے اللہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے بندے اور رسول ہیں، رحمتوں کا نزول فرما آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔ اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔ مجھے توفیق دے، میری رہنمائی فرما، میری مدد فرما ان چیزوں پر جو تیری رضا کا سبب ہیں۔ مجھے حسنِ ادب سے نواز۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین!

جب مسجد میں آئے یا وہاں سے جائے سلام عرض کرے۔

۱۲۔ جب مسجد میں آئے اعتکاف کی نیت کرے اگرچہ مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہو پھر ریاض الجنہ میں بڑے خشوع وخضوع اور آنکھیں جھکا کر جائے۔ مسجد کی زینت وآرائش کی طرف متوجہ نہ ہو، اگر مصلّٰی رسول خالی ہو تو وہاں یا منبر کے قریب یا کسی جگہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے۔ ان میں سورۃ الکافرون اور اخلاص کی تلاوت کرے۔ اگر جماعت کے لیے تکبیر ہو جائے یا نماز کا وقت جا رہا ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز ادا کرے اس سے تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔ پھر اللہ کی حمد وشکر کرے اس سے رضا، توفیق اور قبولیت کی دعا کرے، علماءِ احناف فرماتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بھی بجا لائے۔ شیخ جمال بن المحب الطبری کی بھی یہی رائے ہے۔ اور اللہ کے حضور سخت آہ وزاری کے ساتھ عرض کرے کہ وہ زیارتِ نبوی کی برکات عطا فرمائے۔ تحیۃ المسجد کے دو رکعتیں پہلے تب ادا کرے اگر مواجہہ شریف سے نہیں گزرا اور اگر زائر پہلے مواجہہ شریف کی طرف گیا تو پہلے حاضری دے۔ بعض مالکی علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

کہ زیارت تحیۃ المسجد سے پہلے ہونی چاہئیے ۔ دونوں طرح اجازت ہے لیکن پہلی صورت پر یہ حدیث دلیل ہے ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں سفر سے واپس آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ۔ سلام عرض کیا ۔ آپ نے فرمایا تو نے مسجد میں جاکر نماز ادا کی ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا پہلے مسجد میں جاکر نماز ادا کر پھر آکر مجھے سلام دے ۔

شیخ اللخمیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کا قول یہ ہے کہ پہلے زائر تحیۃ المسجد ادا کرے پھر حاضری دے ۔

ابن حبیبؒ کہتے ہیں جب زائر داخل ہو تو بسم اللہ پڑھے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرے ۔ پھر نماز ادا کرے اگر کسی کا دخول اس دروازے کی طرف سے ہو جو قبر انور کی جانب ہے تو وہاں کھڑے ہو کر سلام عرض کرے پھر لوٹ کر نماز کی جگہ آجائے ۔ ابن حبیبؒ کا سلام عرض کرنے سے مراد وہ سلام ہے جو مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا جاتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اپنے آقا علیہ السلام پر کی خدمت میں سلام عرض کرے ۔

۱۳ ۔ اس کے بعد اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے ادب و احترام ، خضوع و خشوع ، وقار و انکساری ، آنکھیں جھکائے ہوئے ، اعضاء ساکن و ساکت نماز کی طرح دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے (کما قال المکرمانی) قبلہ کی جانب سے مواجھہ شریف میں حاضر ہو جائے ۔ آج کل وہاں سنہری جالی ہے ۔ اسلاف حجرۂ انور کے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اور بعد میں مقصورہ شریف کے اندر حاضری دیتے تھے ۔ اور ان کا وقوف قبر انور کے سر کی جانب چار ہاتھ کے فاصلے پر تھا ۔ ابن عبدالسلامؒ کے نزدیک تین ہاتھ کا فاصلہ تھا ۔

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ زائر قبر انور کے پاس قبلہ کی جانب سے جائے ۔

الاحیاء میں بیان موقف کے بعد لکھا ہے کہ آپ کی خدمت میں اسی طرح حاضری دی جائے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں دی جاتی تھی۔ قبرانور کے زیادہ قریب نہ ہو۔ زائر کو اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں۔ مسجد کی زیب و زینت میں محو نہ ہو اور نہ ہی ادھر ادھر دیکھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زائر کی حاضری، قیام اور زیارت سے آگاہ ہوتے ہیں

زائر اپنے ذہن میں آپ کی مبارک صورت کو محسوس کرے اور اپنے دل میں آپ کے عظیم مرتبے کو حاضر رکھے۔ پھر بڑے ہی پیار سے سلام عرض کرے، نہ اس میں بلند آواز ہو اور نہ ہی زیادہ پست۔

۱۴۔ پھر منبر شریف کے پاس آئے وہاں کھڑے ہو کر حسب توفیق اللہ کے حضور دعا و حمد کرے اور اللہ تعالےٰ سے خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ مانگے۔ یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ فرماتے ہی کہ میں نے اصحاب رسول کو دیکھا جب وہ مسجد میں آتے تو آپ کے منبر کے پاس آتے۔ منبر کے جس درجہ (سیڑھی) کے ارد گرد کے حصے کو آپ کے دست اقدس نے چھوا تھا اسے پکڑتے اور مس کرتے۔ پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے، دعا کرتے۔ پھر مہاجرین کے ستون اور دیگر بابرکت ستونوں کے پاس دعا کرے۔ ریاض الجنہ میں نماز اور دعا کی کثرت کرے۔

۱۵۔ حجرہ انور کی دیوار سے دور رہے نہ اسے بوسہ دے اور نہ اس کا طواف کرے امام نوویؒ لکھتے ہیں۔ قبرانور کا طواف منع ہے۔ اپنے پیٹ یا پشت کا اس کے ساتھ لگانا مکروہ ہے (قالہ الحلیمی وغیرہ) اس کو ہاتھ کے ساتھ مس کرنا یا بوسہ لینا مکروہ ہے بلکہ ادب یہی ہے کہ جس طرح ظاہری حیات میں انسان حاضری دیتا ہے اسی طرح بعد از وصال حاضری دے۔ یہی رائے صواب ہے اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ہاتھ کے ساتھ مس کرنا، بوسہ لینا وغیرہ میں بہت

زیادہ برکت ہے۔ یہ محض جہالت و غفلت ہے کیونکہ برکت اس عمل میں ہوتی ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

الاحیاء میں ہے کہ مزارات کو مس کرنا اور بوسہ دینا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے، زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعات ہیں جن کو شریعت ناپسند کرتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو قبر انور پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں یہ عمل معروف نہیں۔ احناف میں سے سرخسی کا قول ہے کہ چہرہ انور کی دیوار کے ساتھ پیٹ نہ لگایا جائے اور نہ اسے مس کیا جائے۔ الشفاء میں احمد بن سعید الھندیؒ سے مروی ہے کہ زائر قبر انور کے ساتھ جسم نہ لگائے نہ اسے مس کرے اور نہ ہی زیادہ دیر کھڑا رہے۔ (تاکہ دیگر حاضری دینے والوں کے لیے جگہ بن جائے)۔ حنابلہ کی کتاب المغنی میں ہے قبر انور کی دیوار کے ساتھ مس کرنا اور اسے بوسہ دینا مستحب نہیں۔ ابوبکر الاثرمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ بن حنبل سے پوچھا آپ کی قبر کے ساتھ مس کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے نہیں جانتا۔ میں نے کہا منبر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا ہاں منبر کے بارے میں اسے روایات ہیں۔ ابوذبؓ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ منبر کو مس کرتے تھے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ منبر کی لکڑی سے مس کرتے۔ امام مالک کے شیخ یحییٰ بن سعید کے بارے میں ہے کہ جب انہوں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس آئے۔ اس کے ساتھ مس کیا اور دعا کی اور اسے وہ پسند کرتے تھے۔ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ لوگ تو قبر انور کی دیوار کے ساتھ جسم کو مس کرتے ہیں اور میں نے اہل مدینہ میں سے اہل علم کو دیکھا ہے۔ وہ مس نہیں کرتے۔ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ ابوعبداللہ کہتے

لگے بات اسی طرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے (نقلہ ابن عبد الباری عن تالیف شیخہ ابن تیمیہ) ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ کثرت کے ساتھ قبر انور کو مس کرنا مکروہ ہے۔ اس قول میں تفصیل ہے کہ بطور محبت مس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہاں کثرت مکروہ ہے۔

۱۶۔ قبر انور کے سامنے سلام کے لیے (رکوع کی حد تک) جھکنا بدعت ہے۔ بعض جہال اسے تعظیم تصور کرتے ہیں۔ قبر انور کے سامنے زمین کا بوسہ بھی درست نہیں۔ شیخ عز بن الجماعۃ کہتے ہیں کہ مجھے جاہل لوگوں سے ایسی بات کے ارتکاب پر تعجب نہیں۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اسے غلط جانتے ہوئے اس کی تحسین کا فتویٰ دیتے ہیں۔ امام سمہودیؒ فرماتے ہیں میں نے ایک قاضی کو دیکھا۔ اس نے لوگوں کے سامنے ایسے کیا اور پیشانی زمین پر رکھ دی۔ دیکھنے والوں نے بھی اس کی اتباع کی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

۱۷۔ قبر انور (حجرہ انور) کی طرف پشت نہ کی جائے۔ نماز اور نماز کے علاوہ بھی اور نہ قبر انور کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جائے۔

شیخ ابن عبد السلامؒ کہتے ہیں۔

اذا اردت صلاۃ فلا تجعل	اے زائر جب نماز ادا کرنے لگے
حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم	تو نہ آپ کی طرف پشت کر اور نہ
وراء ظھرک[1] ولا بین یدیک	منہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

---

[1] بعض لوگوں کو دیکھا ہے وہ اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جو مواجہہ شریف کی طرف ہے حالانکہ اس صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زائرین کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

والادب معه صلی اللہ علیه وسلم بعد وفاته مثله فی حیاته فما کنت صانعه فی حیاته فاصنعه بعد وفاته من الاحترام و الاطراق بین یدیه و ترك الخوض فی مالا ینبغی ان تخوض فیه فی مجلسه فان ابیت فانصرافك خیر من بقائك۔

وصال کے بعد وہی ہے جو ظاہری حیات میں تھا۔ جو احترام و طریقہ آپ کی ظاہری حیات میں کیا کرتا تھا، اب بھی اسی طرح کر اور اب ایسی باتوں میں مشغول نہ ہو جو بے فائدہ' لایعنی ہوں جس طرح آپ کی ظاہری مجلس میں یہ جائز نہ تھا اگر تو ایسی چیزوں پر عمل نہیں کرتا تو تجھے یہاں حاضر رہنے سے واپس ہو جانا ہی بہتر ہے۔

شیخ الاذرعیؒ لکھتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور کی طرف رخ کر کے تبرکاً اور تعظیماً نماز حرام ہے۔ یہ بات صرف حضور علیہ السلام کی قبر انور کے لیے نہیں بلکہ تمام انبیا کی قبور کے لیے یہی حکم ہے۔ امام نوویؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے فرق کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف نماز حرام اور باقی کی طرف مکروہ۔ جاہلوں کے اس عمل سے بھی اجتناب ضروری ہے کہ مسجد میں کھجور وغیرہ کھاتے ہیں اور اس کا بیج مسجد میں ڈال دیتے ہیں۔

۱۸۔ جب بھی روضہ پاک کے پاس سے گزرے خواہ خارج مسجد ہو کھڑے ہو کر سلام عرض کرے۔ شیخ ابو حازمؒ کہتے ہیں ایک شخص میرے پاس آئے اس نے مجھے بتایا کہ میں نے خواب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا۔ اے ابو حازمؒ تو ہمارے پاس سے گزر جاتا ہے۔ لیکن سلام نہیں کرتا۔ ابو حازمؒ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی سلام ترک نہیں کیا۔

ابن رشد جامع البیان میں ذکر کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ہر دفعہ گزرنے والا آپ کی خدمت میں سلام عرض کرے آپ نے فرمایا: گزرنے والا ہر دفعہ سلام عرض کرے۔ ہاں جب پاس سے نہیں گزرا تو ایسی صورت میں اختیار ہے۔ غیر مدنی کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ہر روز حاضری دے؟ آپ نے فرمایا اس بات کا حکم نہیں لیکن جب واپسی کا ارادہ کرے تو حاضری دے۔ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر مدنی جب بھی گزرے، جہاں سے بھی گزرے سلام عرض کرے۔ ہاں پاس سے گزرنا ضروری نہیں۔ لیکن الوداعی حاضری کے وقت حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ بسیوطیں امام مالک سے ہے کہ اہلِ مدینہ جب مسجد میں آئیں یا وہاں سے جائیں تو ان کے لیے وقوف لازم نہیں ہاں ان کے علاوہ لوگوں کے لیے ہے۔ ہاں جو مدنی سفر سے واپس آیا یا سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسے حاضر ہونا چاہیئے۔ وہ صلوٰۃ وسلام عرض کرے اور دعا کرے اور شیخین کی خدمت میں بھی حاضری دے۔ شیخ الباجی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور غیر میں فرق ہے غیر مدنی کا مقصود ہی سلام ہے۔ اور اہل مدینہ کا مقصود سلام نہیں بلکہ وہ تو وہاں مقیم ہیں۔ امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ زیارت وحاضری نہایت ہی اعلیٰ وافضل عمل ہے مگر احتیاط کے پیش نظر کثرت کو مکروہ جانتے ہیں تاکہ بے ادبی نہ ہو جائے۔ باقی تینوں مذاہب میں زیارت اور اس میں کثرت مستحب ہے۔ کیونکہ خیر میں کثرت خیر ہی کہلاتی ہے۔

امام نوویؒ اذکار میں لکھتے ہیں:

یستحب الاکثار من	زیارت نبوی میں کثرت مستحب ہے
زیارۃ وان یکثر الوقوف	اسی طرح اہل فضل وخیر کے قبور کے

عند قبور اهل الخیر و الفضل۔ — پاس کثرت کے ساتھ ٹھہرنا۔

شیخ عبداللہ بن عقیلؒ بیان کرتے ہیں:

کنت اخرج کل لیلة من آخر اللیل حتی اتی المسجد فابدا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم علیہ — میں روزانہ ہر رات کے آخری حصہ مسجد نبوی جاتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے آقا علیہ السلام کے حضور سلام عرض کرتا ہوں۔

شیخ ابن زیاد، عبدالعزیز بن محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ میں سے ایک شخص دیکھا جس کا نام محمد بن کیسان تھا۔

یاتی اذا صلی العصر من یوم الجمعة ونحن جلوس مع ربیعہ فیقوم عند القبر فیسلم و یدعو حتی یمسی فیقول جلساء ربیعہ انظروا الی ما یصنع ھذا فیقول دعوہ فانما للمرء ما نوی۔ — ہم شیخ ربیعہ کے پاس ہوتے تھے ہر جمعہ کو عصر کی نماز کے بعد یہ شخص آپ کی قبر انور کے پاس حاضر ہو جاتا۔ سلام عرض کرتا، دعا کرتا۔ یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ شرکاء مجلس دیکھ کر تعجب کرتے۔ حضرت ربیعہ کہتے کہ تم اسے چھوڑ دو ہر انسان اپنی نیت کا ثمر پاتا ہے۔

۱۹۔ کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھنا اور ان دنوں روزہ رکھنا غنیمت ہے۔ پانچوں وقت نماز آپ کی مسجد میں باجماعت ادا کرے۔ مسجد نبوی میں نوافل کی کثرت کرے۔ خصوصاً مسجد کے اس حصے میں کوشش کر کے بیٹھے جو قدیم مسجد ہے۔ اور ان مقامات پر جو بابرکت ہیں۔ مسجد میں وقوف غنیمت جانے ہاں

کوئی اور مصلحت ہو تو پھر کسی اور جگہ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ جب بھی مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نئے سرے سے نیت کرے۔ مسجد میں رات بسر کرنے کی کوشش کرے۔ اگرچہ ایک رات ہو اور اس میں جاگ کر عبادت کرے۔ اور قیام کے دوران قرآن مجید بھی ختم کرے۔ سعید بن منصور نے ابو مخلد سے نقل کیا ہے کہ اسلاف ان تین مساجد میں ختم قرآن کے عمل کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

شیخ مجد الدین فیروز آبادی زائر کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویدیم النظر الی الحجرۃ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ انور کو
الشریفہ فانہ عبادۃ	ہمیشہ دیکھتے رہنا عبادت ہے جسطرح
قیاساً علی الکعبۃ فاذا	کعبہ کا دیکھنا۔ جب زائر مسجد سے
کان خارج المسجد ادام	باہر ہو تو آپ کے گنبد خضرا کو تکتا
النظر الی قبتہا مع المہابۃ	رہے۔ ہاں ادب وحضور کا خیال
والحضور۔	رکھے۔

۲۰۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام کے بعد ہر روز جنت البقیع جانا مستحب ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن (قالہ النووی)

جب بقیع پہنچ جائے تو یہ دعا کرے۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔ ہم انشاءاللہ آپ کے پاس آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آگے گزر جانے والوں اور پچھلے آنے والوں پر رحم کرے۔ اے اللہ یہاں مدفون لوگوں کے درجات بلند فرما اور ان کے گناہ معاف فرمادے۔ ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھ۔ ان کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔ اے اللہ ہمیں اور انہیں معاف فرمادے وہاں موجود قبور کی زیارت کرے امام نوویؒ نے یہ تصریح نہیں کی کہ کس سے ابتدا

کرے۔ شیخ برہان بن فرحونؒ کہتے ہیں کہ ابتدا حضرت عثمان بن عفان کی خدمت سے کی جائے کیونکہ آپ وہاں مدفون تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے صاحبزادے سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مزار سے ابتدا کی جائے

۲۱۔ شہر مدینہ میں قیام کے دوران اس کی جلالت وعزت کا ہمیشہ خیال رکھے۔ یہ تصور کرے کہ یہاں جبریل بار بار اللہ کا پیغام وحی کی صورت میں لے کر آتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہو پیدل چلے۔ کسی چارپائے پر سوار نہ ہو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔ آپ شہر مدینہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے:

استحی من اللہ تعالیٰ ان اطاء تربۃ فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحافر دابۃ	میں اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں حیا کرتا ہوں کہ میری سواری کے پاؤں اس جگہ کو روندیں جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:

اخشی ان یقع حافر الدابۃ فی محل مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ	مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں چارپائے کا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا پر نہ آجائے۔

مدت اقامت میں اپنے آپ کو خشیت وتعظیم کا پیکر بنائے۔ تواضع اختیار کرے۔ اور آواز کو پست رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ان الذین یغضون اصواتھم الایۃ" جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھالیا کہ میں آئندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سرگوشی کی صورت

میں ہی گفتگو کروں گا۔ یعنی ہرگز آواز بلند نہ کروں گا اور آپ کی عزت و حرمت بعد از وصال بھی وہی ہے جو قبل از وصال تھی۔

۲۲ اہل مدینہ سے محبت کرے خصوصاً وہاں کے علماء، صلحاء اور خدام سے اسی طرح عوام و خواص سے حتیٰ کہ اس کا بھی احترام کرے جس میں پڑوسی ہونے کے علاوہ کوئی صفت نہ ہو۔ آپ کا پڑوسی ہونا خود بڑی عزت ہے اور آپ نے پڑوسی بننے کی ترغیب دی ہے اس میں کوئی مخصوص پڑوسی مراد نہیں خواہ کوئی ہو۔ جب کسی شخص کا پڑوسی ہونا ثابت ہو گیا تو اب اس کے دگیر اعمال نہیں بلکہ اس کا پڑوسی ہونا اسے ذی احترام بنا دیتا ہے کیونکہ برائی اسے پڑوسی ہونے سے خارج نہیں کر دیتی۔ جب تک کوئی شخص کسی مقام میں رہتا ہے۔ اس مقام کی وجہ سے بھی اسے شرف ملتا ہے خواہ وہ کوئی مقام ہو یہاں تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالایمان ہوگا اور اس قربِ ظاہری کی وجہ سے قربِ معنوی کے حصول کی توقع کی جا سکتی ہے۔

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم الی القلب من اجل الحبیب حبیب

اے طیبہ شہر کے علاقوں میں رہنے والو! تم تمام کے تمام حبیب کے قریبی ہونے کی وجہ سے محبوب ہو۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ حسبِ استطاعت اہل مدینہ کی خدمت کرنا خصوصاً آپ کے اقارب کی۔ حدیث میں ہے۔

اذکرکم اللہ فی اھل بیتی میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

۲۳۔ جب واپسی کا دن ہو مصلیٰ نبوی یا اس کے قریب دو رکعات نماز کے ساتھ مسجد کو الوداع کہا جائے اس نماز اور حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ دعا کرے اے

اللہ میں تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتا ہوں اور ایسے عمل کا جو تجھے محبوب و پسند ہے اور جو مانگنا چاہے مانگے اور یہ بھی عرض کرے۔

اللھم لا تجعلہ آخر العھد	اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
لھذا المحل الشریف۔	اقدس میں میری یہ حاضری آخری نہ ہو!

دعا کا اختتام حمد، صلوٰۃ و سلام پر کرے پھر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری دے اور عرض کرے۔

نسألک یا رسول اللہ ان	یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں ہماری
تسأل اللہ ان لا یقطع آثارنا	گذارش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے سوال
من زیارتک وان یعیدنا	کریں کہ ہماری زیارت کو منقطع نہ فرمائے۔
سالمین وان یبارک لنا فیما و	اور ہمیں واپسی پر سلامتی نصیب ہو اپنے
ھب لنا و یرزقنا الشکر	عطیات میں مزید برکت عطا فرمائے۔
علی ذلک اللھم لا تجعلہ	اور ان پر شکر کی توفیق بخشے اپنے محبوب
آخر العھد بحرم رسولک	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم و	کے حرم میں یہ آخری حاضری نہ ہو۔
حضرتہ الشریفہ ویسرلی	ہمیں پھر بھی حرمین میں آنا نصیب ہو
العود الی الحرمین سبیلاً	دنیا و آخرت میں معافی عطا فرما۔

سھلۃ وارزقنی العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ۔

شیخ کرمانی کی رائے یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں الوداعی حاضری مسجد کی الوداعی سے پہلے ہونی چاہیئے لیکن اول قول مشہور ہے۔ حدیث میں آچکا ہے۔

کان لا ینزل منزلہ الا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ
ودعہ برکعتین۔	الوداعی کے وقت دو رکعت نماز ادا

کرتے۔

پھر زائر اس حال میں واپس لوٹ آئے کہ فراق اور برکات کے فوت ہونے پر غمگین اور پریشان ہو اس موقعہ پر اہل محبت کے آنسوؤں کے دریا بہہ جاتے ہیں اور ان کے باطن سے سرد آہیں سرد ہوتی ہیں اور وہ ہمیشہ زندگی اسی شوق میں بسر کرتے ہیں ـــــ کہ ہمیں یہ حاضری نصیب ہوگی ان کا دل اس وطن کی محبت میں تڑپتا رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

اھن الی زیارۃ حی لیلی وعھدی من زیارتھا قریب

مجھے لیلیٰ کے علاقے کی زیارت کا شوق ہوا۔ اس کی زیارت گاہ قریب تھی۔

وکنت اظن قرب الدیار یطفی لھیب الشوق نار دار اللھیب

میں نے سمجھا کہ اس کا قریب ہونا شوق و محبت کی آگ کو بجھا دے گا مگر اس نے اس میں اضافہ کر دیا۔

حرم شریف یا کسی اور مقام سے مٹی ساتھ نہ لائے بلکہ اپنے اہل، اخوان کے لیے کوئی اور ہدیہ لے جائے۔ اور اس کے لیے شہر مدینہ کے پھل۔ کھجور اور اس کے کنوؤں کا پانی سب سے بہتر ہدیہ ہے۔

۲۴۔ وہاں سے واپسی کے موقعہ پر صدقہ دے۔ ہمیشہ تقویٰ پر زندگی بسر کرنے کا عہد کرے۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے تیاری کا ارادہ کرے۔ آئندہ گناہوں سے سخت مفارقت اور دوری اختیار کرے کیونکہ دوبارہ گناہوں میں مبتلا ہونا کسی مرض کے لاحق ہونے سے بدتر ہے۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے میں وفا کی جائے۔ اس میں خیانت و اثم سے بچا جائے۔

فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما

عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا

جس نے عہد توڑا اس کی ذمہ داری اس کی ذات پر ہے اور جس نے اللہ سے وعدہ میں وفا کی اللہ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

باب (۱۸)

زیارتِ نبوی اور کلامِ منظوم

امام المقری نفح الطیب میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس قصیدہ کا بڑا مقام ہے۔ اسے حضرت کعبؓ نے مسجد نبوی میں آپ اور آپ کے صحابہ کے سامنے پڑھا۔ اور اس کے ذریعے توسل کیا تو انہوں نے عتاب کے بجائے عفو کو پایا۔ آپ نے ان کی محتاجی دور کر دی، انہیں حلہ مبارک پہنایا ان کا دفاع فرمایا۔ اس کے ذریعے وہ خود اور ان کا خاندان کامیاب ہو گیا۔ اس قصیدہ کے ذریعے نیکیوں نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور اس کے محاسن نے ان کے عیوب کے چہرے پر پردہ ڈال دیا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مدح سے منع فرما دیتے۔ اور عطیات و انعامات اشعار پر نہ فرماتے۔ شاعروں کے لیے مذکورہ بات حجت ہے۔

مجھے (محمد علوی) اسکندریہ میں اساتذہ نے بتایا کہ بعض اہل محبت اپنی مجلس کا افتتاح حضرت کعبؓ کے قصیدے سے کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کعب نے یہ قصیدہ آپ کے سامنے پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں میں اسے پسند کرتا ہوں اور جو اسے پسند کرے اسے بھی میں پسند کرتا ہوں۔ اس دن سے میں اسے ہر روز پڑھتا ہوں۔ اس وقت سے لے کر آج تک تمام شعراء اس قصیدہ کی اتباع کرتے ہیں اور ان اشعار سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جو آپ کے سامنے پڑھے گئے۔

جب قاضی محی الدین بن عبد الظاہر نے بانت سعاد کے وزن پر حضور علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ لکھا تو اس میں کہا

لقد قال کعب فی النبی قصیدۃ وقلنا عسٰی نی مدحہ نتشارک[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے مدح نبی میں قصیدہ کہا ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے تاکہ کعب کے ساتھ اس عمل میں شریک ہو جائیں۔

فان شملتنا با بجوائز رحمۃ کرحمۃ کعب فھو کعب مبارک

اگر ہمیں بھی اپنے رحمت کے انعامات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعب کی طرح شریک فرمالیں تو وہی شرف کافی ہے۔

اس باب میں ہم کچھ ایسے قصائد نبویہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا مواجہہ میں حاضری کے وقت پڑھنا احسن ہے کیونکہ ان میں بڑے ہی احسن پیرائے میں مختلف اسالیب اور اکرام کے ساتھ آپ کی خدمت میں صلوۃ وسلام عرض کیا گیا ہے۔ ان میں آپ کے خصائص مبارکہ مناقب حمیدہ، شمائلہ وحیدہ کا تذکرہ بھی ہے۔ ابتداءً ہم دہ تین قصائد کا ذکر کرتے ہیں جو مسجد نبوی شریف اور حجرہ انور کے اندر تحریر ہیں ان کے بعد دیگر منتخب قصائد کا تذکرہ ہوگا۔

حجرۂ نبوی پر کندہ قصیدہ

یہ بے مثال قصیدہ سلطان عبد الحمید نے ۱۱۹۱ء میں لکھا۔ ان کا خلوص وصدق محبت ہے کہ یہ قصیدہ آپ کے حجرہ انور کی دیواروں پر تحریر کیا گیا۔ ہم نے اسے مراۃ الحرمین مصنفہ ایوب صبری پاشا سے نوٹ کیا ہے۔

---

[1] جواہر البحار ۲: ۲۷۲

اے میرے آقا اللہ کے رسول میری دستگیری فرمائیے، تیرے سوا میرا کوئی نبی نہیں۔ میری کوئی پناہ گاہ نہیں۔ آپ تمام کائنات کے لیے مینارۂ نور ہیں۔ اور آپ رازِ الٰہی ہیں۔ اے سب سے بہتر سہارا۔ آپ تمام مخلوق کے مددگار ہیں۔ آپ تمام مخلوق کی اللہ کی طرف رہنمائی فرمانے والے ہیں۔ اے وہ ہستی جو جو تنہا مقام محمود پر واحد رب کے لیے حمد کرے گی جو نہ جنتا ہے اور نہ جنا گیا۔ اے وہ ذات جس کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور لشکروں کے لشکر اس سے سیراب ہوتے رہے۔ جب مجھے ظلم و مجبوری پریشان کرتی ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں اے سید السادات! اے میرے سہارے میری کوتاہیوں پر رحمٰن کی بارگاہ میں سفارش فرمائیے اور احسان کیجیے مجھ پر

مجھ پر ہمیشہ نظرِ کرم فرمائیے۔ اپنے فضل سے میری کوتاہیوں پر پردہ ڈال دیجیے۔ مجھے معاف فرما دیجیے۔ مجھ پر رحم کیجیے۔ میرے آقا میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ میں نے اس ذات کا وسیلہ و سہارا لیا جو مختار ہے اور آسمانوں کی بلندیوں سے بھی بلند ہے۔ اور وہ اللہ واحد کا راز ہیں۔ تمام حسن و جمال کے رب اللہ نے انہیں اس طرح پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں ان کی مثل کوئی نہیں۔ تمام مخلوق میں افضل، سید المرسلین، مخلوق کے لیے ذخیرہ، مخلوق کو ہدایت فرمانے والے ہیں۔ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔ میری اعتقاد اور حسن ظن یہی ہے۔ آپ کی تعریف کرنا تمام عمر میرا طریقہ رہے۔ آپ کی محبت رب العرش کے ہاں سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ پر ہمیشہ سب سے ازکیٰ صلوٰۃ ہو اور سلام بے حساب اور بے شمار نازل ہو۔

آپ کی آل و اصحاب پر سلام ہو جو سخاوت و جود کا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں۔

۱۔ ان اشعار میں سے یہ گیارھواں شعر محراب تہجد کی طرف جالی مبارک پر کندہ ہے۔

رب الجمال تعالی اللہ خالقہ

فمثلہ فی جمیع الخلق لم اجد

۲۔ جو بعض اشعار مٹ چکے ہیں ان کی تعداد دس ہے۔

قصیدہ وتریہ بغدادیہ

الامام، الفاضل، الادیب، الصالح، الزاہد شیخ ابو عبداللہ مجد الدین محمد بن ابی بکر بن رشید البغدادی الشافعیؒ م ۶۶۲ حضور علیہ السلام کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ اس قصیدہ مبارکہ کا اکثر حصہ حجرہ انور کے اندر مواجہ شریف کی طرف، مقام وحی کی دیوار اور ریاض الجنہ کے تین گنبدوں میں منقش ہے۔ اس کے یہ اشعار ہیں۔

رسول اللہ کے نور سے تمام دنیا روشن ہے آپ کے نور ہی کی روشنی میں ہر کوئی آجا رہا ہے

آپ کی شفقت و مہربانی سے حق کا جلال مخلوق کے لیے رحمت بن جاتا ہے۔ تمام مخلوق آپ کی رحمت پر ہی سفر کر رہی ہے۔ آپ کی بزرگی کا شہرہ اس وقت سے ہے جب حضرت آدم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور آپ کے مبارک نام لوح محفوظ پر سب سے پہلے لکھے گئے۔ آپ کی تشریف آوری کی ہر نبی نے اطلاع و خوشخبری دی اور کوئی ایسا نبی نہیں جس نے آپ کی شان میں خطبہ نہ دیا ہو۔ حضرت موسیٰ کی تورات آپ کی نعت وصفات سے مالا مال ہے اور حضرت عیسیٰ کی انجیل آپ کی تعریفوں سے پُر ہے۔ آپ بشیر۔ نذیر۔ مشفق۔ مہربان۔ رؤف۔ رحیم اور ایسے محسن جو بدلہ نہیں لیتے۔ آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لے جانے کے لیے ایسے مقرب فرشتے آئے جن کا مقام تمام ملائکہ سے بلند ہے۔ آسمانوں سے اوپر اپنے رب سے گفتگو کی۔ جبریل جیسے مقرب فرشتے دور رہے اور حبیب قربت میں آپ کی عزت و مقام کے پیش نظر ہم ہمت سے بڑھ

گئے۔ اس امت میں پیدا ہونے کی خواہش انبیاء نے کی۔ آپ ہی کی برکت سے مکہ میں بیت اللہ قبلہ بنا اور آپ کی ہی برکت سے میدان عرفات کو یہ مقام ملا کہ وہ ہر اچھے کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ آپ کی مبارک خوشبو سے شہر مدینہ مہک اٹھا۔ اس کے مقابلے میں کستوری کافور وغیرہ کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ خوبصورت چہرہ چودھویں کے کامل چاند سے حسین۔ گمراہی کی تمام تاریکیوں کو دور کرنے والے آپ کی بارگاہ میں سفروں کی انتہا ہے۔ یہاں سکون ملتے ہے اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف روشنی بلکہ آپ کے چہرہ اقدس کا نور ظہور پذیر ہے۔ بلکہ آپ کی گفتار ہمارے ارواح کو اطمینان عطا کرنے والی ہے۔ زیارت کرنے والے راحت پاتے ہیں۔ اور تمام محبت میں اس طرح سرشار گویا ان کی سواریوں نے آرام کا پانی پیا ہوا ہے۔

آپ کے اوصافِ حسنہ سے ہمارے دل خوش ہوتے ہیں اور شوق سے لرزتے اور سواریاں مچل جاتی ہیں۔ صالحین کی سواریاں طیبہ میں اتر پڑتی ہیں اور ان مقدس مقامات میں گم ہو جاتی ہیں۔

میں اپنے گناہوں کے بوجھ کی ذلت سے زیر حجاب ہوں اے مدد کرنے والے مجھے کب آزاد کیا جائے گا اور طیبہ کا قرب پاؤں گا۔

میں اپنی ذلت، افلاس، فقر و فاقہ کی حالت میں یا رسول اللہ آپ ہی کی طرف بھاگتا ہوں۔

اپنے کرم کے صدقے مجھے اس وقت اپنے دامن میں چھپا لینا جب مخلوق کا حساب لیا جا رہا ہو کیونکہ اس دن میں ان تمام سے زیادہ حساب والوں میں ہوں گا۔

آپ کی مدح کے صدقے اللہ کریم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے۔ اگرچہ میں نے اپنی طویل عمر گناہوں میں ہی بسر کر دی ہے۔

قصیدہ حدادیہ

یہ بے مثال و نادر قصیدہ الامام شیخ الاسلام قطب الدعوۃ والرشاد الولی الکبیر العارف باللہ الشہیر السید الحبیب النسیب الشیخ عبداللہ بن علوی الحداد الشافعی م ۱۱۳۲ کا ہے۔ ان کے دیوان " الدر المنظوم لذوی العقول والفہوم " میں یہ شامل ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے آقا علیہ السلام کی مدح کی ہے۔ ان کے بھی اخلاص، محبت و شوق کا نتیجہ ہے کہ یہ قصیدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ انور کے اندر منقش ہے اور اس کا سولھواں شعر مواجہہ شریف کے اوپر کندہ تھا۔

ہم جنگلوں اور بیابانوں میں عمدہ سواریوں پر آئے۔ تیز سواریاں ہی نہیں ہمارے شوق نے بھی جہد کی ہے۔ ہم نے ان پر راتوں کو سفر کیا ہے اور رات کے ساتھ متصل اوقات میں۔

ہم نے اس سفر میں خوب لذت پائی۔ اس محبت کی وجہ سے جو ارواح کو حاصل تھی۔

ہجر و فراق کی گرمی نے ٹھنڈک عطا کی۔ ان ہواؤں کو جو چلتی ہیں تو ان کی گرمی لشکروں کو اکھیڑ دیتی ہیں۔

یہ ہمارا سفر اور عمل جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہماری سواریاں کوچہ میں اتر پڑیں۔

ہم تمام جہاں سے افضل و بہتر سخی محمدؐ کے ہاں اترے ہیں۔ آپ نبی الہدیٰ بحر سخاوت، اور عرب کے تاجدار ہیں۔

رسول، امین، ہاشمی، صاحب عظمت، جو آئے اور گزر چکے ان تمام کے سردار۔

تمام مخلوق خدا کی پناہ گاہ تمام امید کرنے والوں کے مددگار، کریم خصائل اور خوشبودار جسم والے۔

کریم جلیم۔ سراپا جود و وفا، تکلیف، پریشانی اور مصیبت کو دور کرنے والے۔
رحیم۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کے لیے سراپا رحمت بنایا اور آپ کو فوز و قرب کی طرف دعوت دینے والا بنایا۔
آپ کو حق، صدق اور ہدایت عطا کر کے بھیجا۔ مخلوق پر سخاوت کرنے والے۔
نرم اور میٹھی گفتگو فرمانے والے۔
اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ کے ذریعے شرک و ہلاکت سے نجات دی اور اسی طرح شیطانی عمل، طاغوت اور بت پرستی سے۔
اور ہمیں بہتر اور پسندیدہ دین میں داخل فرمایا اور اپنا دین حق عطا فرمایا۔ رب کریم کے لیے حمد ہے۔
اس رب کا ہم سب پر آپ سب سے بڑا احسان ہیں اور آپ سب سے بلند مقام اور ذکر والے ہیں۔
آپ کا عظیم خلق ہے۔ ایسا خلق جسے رحمٰن نے سید الکتب قرآن میں عظیم فرمایا۔
آپ کی تائید وحی، مدد، ہوا، ملائکہ، مومنین اور رعب کے ذریعے فرمائی اور ان معجزات کے ذریعے جو ہر نبی کے محدود معجزات سے بڑھ گئے۔
آپ کو قرآن جیسی کتاب عطا کی جس نے مخلوق کو مقابلہ سے ہمیشہ کے لیے عاجز کر دیا۔
یا رسول اللہ ہمارا آپ سے تعلق ہے آپ کی خدمت شوق و محبت سے حاضر ہوئے ہیں۔
ہم آپ کے فضل و کرم کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں تاکہ آپ کی خاک راہ کو بوسہ دے سکیں۔ اے مٹی تجھے مبارک ہو۔
ہم آپ کے خدمت میں زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کے طلب گار ہیں، اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر۔
ہم وفد کی صورت میں زائرین، اور آپ کی مقدس بارگاہ کے مہمان ہیں۔ سخاوت

وکرم کو اپنا وطن بنانے والے ہیں ۔

دل میں بہت سی تمنائیں اور مطالب ہیں ۔ ہم امید کرتے ہیں آپ کی برکت سے وہ تمام پوری ہوں گی ۔

اے اللہ کے رسول ہمارے ہر معاملہ میں توجہ فرمائیے خواہ اس کا تعلق ہماری معیشت سے ہو یا دل سے ۔

ایمان و دین اور قلب کی سلامتی میرے آقا سب سے بڑی آرزو ہے ۔ میرے حال پر کرم فرمائیے !

اللہ کا سلام ہو آپ پر اے وہ ذات جو تمام ان لوگوں سے بہتر جو شریعت لے کر آئے ۔

اللہ کا سلام ہو آپ پر اے سب سے بہتر ہماری اور اللہ کے نور کے ساتھ اہل مشرق و مغرب کی رہنمائی فرمانے والے ۔

اللہ کا سلام آپ پر اے بہتر ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی طرف نرمی کے ساتھ دعوت دی ۔

آپ پر اللہ کا سلام اے میرے آقا آپ اللہ کی طرف تمام پر دے اور سات آسمان عبور کر کے گئے ۔

اے اَدَاَدنیٰ کے مقام کی بلندیوں پر جانے والے آپ کی رفعت اور بزرگی کے لیے یہی کافی ہے ۔

آپ پر اللہ کا سلام ہو جب تک آپ کی طرف کوئی آئے گا اور کہے کہ مجھے اللہ اور مصطفیٰ کافی ہے ۔

آپ پر سلام اللہ کا جب تک سحری طلوع ہو گی اور اہل محبت کے دل قرب و وصال کے لیے تڑپنے لگے ۔

آپ پر سلام ہو جب تک آپ کے شوق و محبت میں دل تڑپتے ہیں ۔

آپ پر سلام اللہ کا، درختوں، ریت کے ذرّوں اور بارش کے قطروں کی مقدار۔
آپ پر اللہ کا سلام آپ ہماری پناہ گاہ ہیں، آسانی، تنگی، نرمی اور سختی میں۔
آپ پر اللہ کا سلام آپ ہمارے محبوب ہیں۔ آپ ہمارے آقا ہیں۔ اے انبیاء سے بہتر۔
آپ پر اللہ کا سلام، آپ ہمارے مقتداء ہیں، ہمارے پیشوا، ہمارا خزانہ اور تکالیف میں مددگار!
آپ پر اللہ کا دائمی صلوٰۃ وسلام ہو آپ کی آل پر اور اصحاب پر بھی ہو۔!